احکام کی تعلیم

(مراجع عظام کے فتاویٰ کے مطابق)

تنظیم و ترتیب

حجۃ الاسلام والمسلمین محمد حسین فلاح زادہ

ترجمہ

سید قلبی حسین رضوی

فہرست مطالب

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے تو کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت و ظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے ہیں اور غنچہ و کلیاں رنگ ونکھار پیدا کرلیتی ہیں تاریکیاں کا فور اور کوچہ و راہ اجالوں سے پرنور ہوجاتے ہیں چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت و قابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔

اسلام کے مبلغ و مؤسس سرور کائنات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم غار حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم و آگہی کی پیاسی اس دنیا کو چشمہ حق و حقیقت سے سیراب کردیا.

آپ کی تمام الٰہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت ی ضرورت تھا، اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمران ایران و روم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑگئیں، وہ تہذیبی اصنام جو صرف دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت و عمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ، ولولہ اور شعور نہ رکھتے تو مذہب عقل و آگہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھودیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان ومذاہب اور تہذیب و روایات پر غلبہ حاصل کرلیا۔ اگرچہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یہ گرانبہا میراث کہ جس کی اہل بیت علیہم السلام او ر ان کے پیرووں نے خود کو طوفانی

خطرات سے گزار کر حفاظت و پاسبانی کی ہے، وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اورناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کاشکار ہوکراپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کردی گئی تھی

پھر بھی حکومت و سیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہل بیت علیہم السلام نے اپنا چشمہ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء و دانشور دنیائے اسلام کو تقدیم کئے جنھوں نے بیرونی افکارو نظریات سے متاثر اسلام و قرآن مخالف فکری و نظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگیں تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشتپناہی کی ہے اور ہر دور اور ہر زمانے میں ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیاہے، خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام و قرآن او رمکتب اہل بیت علیہ السلام کی طرف اٹھی او رگڑی ہوئی ہیں، دشمنان اسلام اس فکر و معنوی قوت و اقتدار کو توڑنے کے لئے اوردوستداران اسلام سے اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامران زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین و بے تاب ہیں، یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے افکار و نظریات دنیاتک پہنچائے گا، وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔

(عالمی اہل بیتؑ کونسل) مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیتؑ عصمت و طہارت کے پیرووں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایاہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر اندازسے اپنا فریضہ ادا کرے، تا کہ موجود دنیا ئے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف وشفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہو سکے،

ہمیں یقین ہے عقل و خرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہل بیتؑ عصمت و طہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علمبردار خاندان نبوتؐ و رسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدو خال میں دنیا تک پہنچادی جائے تو اخلاق وانسانیت کے دشمن، انانیت کے شکار، سامراجی خوں خواراں کی نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کے لئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنی خدمتگار تصور کرتے ہیں، زیر نظر کتاب، مکتب اہل بیت علیہم السلام کی ترویج و اشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے،

فاضل علام محمد حسین فلاح زادہ کی گرانقدر کتاب ''احکام کی تعلیم ''کو فاضل جلیل مولانا سید قلبی حسین رضوی نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیاہے جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں، اسی منزل میں ہم اپنے تمام دوستوں او رمعاونین کا بھی صمیم قلب سے شکر یہ ادا کرتے ہیں کہ جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے، خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنی جہاد رضائے مولی کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

پوری تاریخ بشریت میں مصلحین اور خیر خواہوں کی ہمیشہ یہ تلاش و کوشش رہی ہے کہ ایک ایسے معاشرے کی داغ بیل ڈالیں، جس میں انسانی قدریں حاکم ہوں اور معاشرہ رائیوں سے پاک ہو۔

اس مقصد تک پہنچنے اور ایسے سماج کی تشکیل کے لئے کہ جسے بعض اوقات مدینہ فاضلہ کے نام سے یاد کرتے ہیں کچھ قوانین و ضوابط کے بارے میں بھی توجہ کی ہے تاکہ سماج کے افراد اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں قدرتی وسائل سے مستفید ہوتے ہوئے اپنے ہم نوع سے روابط برقرار رکھنے کے سلسلہ میں صحیح راستہ پر چل سکیں۔

دین اسلام جو کہ بشری سعادتوں کی تضمین کا آخری مکتب ہے، ایسے معاشرے کی تشکیل کے اعتقاد کو درست سمجھتا ہے، اور انسان کے فکر و اندیشہ کو صحیح رخ دینے کے سلسلے میں کچھ ایسے خاص اصول و قواعد پر اعتقاد رکھتا ہے جو کائنات کی ابتداء و انتہا کو مشخص کرتے ہیں اور انسان کو پست افکار و بے ہودہ حالات سے نجات دلاتے ہوئے با مقصد زندگی کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ البتہ اسلام صرف صحیح اعتقاد کو مفید اور کار آمد نہیں سمجھتا بلکہ لوگوں سے اس امر کا بھی متقاضی ہے کہ کردار و عمل کے میدان میں بھی صحیح اور غلط راستہ کو پہچانیں اور اچھائیوں کو اپناتے ہوئے برائیوں سے پرہیز کریں۔[1]

اسلام کے جس شعبہ پر اس منصوبہ کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اسے "فقہ یا احکام کہتے ہیں جو حقیقت میں عملی قوانین کا ایک ایسا مجموعہ ہے جس کا سرچشمہ وحی الٰہی ہے، نیز ان کی تفسیر و تبیین معصومین علیہم السلام نے کی ہے،

---

[1] قال علی (علیہ السلام) الایمان معرفة بالقلب، وقول باللسان وعمل بالارکان (شرح نہج البلاغہ، ج ۱۹، ص ۵۱)

یہ وہ قوانین (احکام) ہیں جو قطعاََ نا قابل تغیر ہیں اور ان کے اصول پر کسی قسم کا خدشہ پڑے بغیر[۱] ہ تمام موضوعات، بیرونی مصادیق اور رونما ہونے والے حوادث[۲] کا احاطہ کرتے ہیں۔ ان قوانین کی معلومات ہمیشہ دینی مدرسوں کے بنیادی اور اساسی اسباق میں شامل رہی ہے چنانچہ وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی علمی معاشرہ کے تشکیل کی ایک اصلی بنیاد علم فقہ ہے، اور اسلامی علوم کے فقہاء کے عالی ترین اور قابل قدر دانشوروں میں شمار ہوتے ہیں اور ان کا نام دینی مدارس کی تاریخ کے افق پر ہمیشہ چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ بقول امام خمینیؒ علمائے اسلام صدیوں سے محرومین کی پناہ گاہ بنے رہے ہیں اور مستضعفین ہمیشہ بزرگ فقہاء کے شیرین اور خوشگوار چشمۂ معرفت سے سیراب ہوتے رہے ہیں[۳] علمائے اسلام نے اسلامی فقہ کے تحفظ اور شریعت مقدس کے دفاع میں بہت سی تلخیاں اور سختیاں برداشت کی ہیں، اور حلال و حرام اور دینی مسائل کی، کسی قسم کے دخل و تصرف کے بغیر ترویج کرتے رہے ہیں۔ کتنی کتابیں ایسی ہیں جو تقیہ کی حالت میں اور جیلوں کی کال کوٹھریوں میں تالیف کی گئی ہیں[۴]۔ اور کتنے کتب خانے، جو علماء کی سیکڑوں سالوں کی محنتوں کا نتیجہ تھے، لوٹ کھسوٹ اور غارت گری کے شکار ہوچکے یا دشمنوں کے غیض و غضب اور کینہ پروری کی آگ میں جل کے خاکستر ہوچکے ہیں، اس سے بڑھ کر کتنے علماء، دین کی حفاظت کرتے ہوئے جان کی بازی لگا کر اپنے خون سے فقہ کی کتابوں کے اوراق کو رنگین کر گئے، یہی نہیں بلکہ بعض اوقات ان کی لاشوں کو نذر آتش کرکے ان کی راکھ ہوا میں اڑا دی

---

[۱] حضرت ولی عصر علیہ السلام کے اس خط کی طرف اشارہ ہے جس میں آپ نے ایسے حوادث کے موقع پر احادیث اہل بیت علیہم السلام کے راویوں کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرمایا ہے (وسائل الشیعہ، ج ۱۸، ص ۱۰۱)

[۲] عن الصادق علیہ السلام): ''...حتی جاء محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجاء بالقرآن وبشریعتہ ومنہاجہ فحلالہ حلال الیٰ یوم القیامۃ وحرامہ حرام الیٰ یوم القیامۃ (اصول کافی ج ۲ ص ۱۷، حدیث ۲)

[۳] صحیفۂ نور، ج ۲، ص ۸۹.

[۴] جیسے کتاب ''اللمعۃ الدمشقیہ'' تالیف فقیہ نامدار محمد ابن مکی العاملی معروف بہ شہید اول.

گئی[1] لیکن ان تمام مشکلات اور سختیوں کے باوجود ان علماء نے ہمت نہیں ہاری اور اپنی تلاش وکوشش کو جاری رکھتے ہوئے فقہی مسائل کو ان کے منابع سے استنباط کرکے بہترین صورت میں ترتیب دے کر لوگوں کی دینی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے پیش کرتے رہے ہیں۔ آج کل مراجع عظام کے رسالے جو ''توضیح المسائل'' کے عنوان سے لوگوں کے ہاتھ میں ہیں، یہ انھیں فقہا کی زحمتوں کا ثمرہ ہیں،یہ کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ بعض اوقات ان توضیح لمسائل'' میں موجودہ احکام میں سے صرف ایک حکم کے استنباط کے لئے طویل وقت صرف ہوا ہے۔ لیکن چونکہ موجودہ ''توضیح المسائل'' عام لوگوں کے مطالعہ اوراستفادہ کے لئے تالیف کی گئی ہیں اور گزشتہ پچاس برسوں سے اسی روش پر باقی ہیں اور اس مدت کے دوران اس کی تالیف کے طریقہ میں کوئی خاص تبدیلی نہیں لائی گئی ہے، اس لئے اس میں بعض اصطلاحیں اہل فن سے مربوط ہیں اور بعض مقامات پر ان میں پیچیدہ، مشکل اور غیر مانوس عبارتیں بھی پائی جاتی ہیں جو عام نوجوانوں کے لئے ناقابل فہم ہیں لہٰذا اسے نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کا مناسب متن قرار نہیں دیا جاسکتا، اگرچہ اس قسم کی عبارتیں اپنی جگہ پر ایک خاص طبقہ کی ضرورت سے بالاتر مقصد کے لئے مرتب کی گئی ہیں اور وہ اپنی جگہ پر مفید وقابل قدر ہیں، اس کی مثال ایک دواخانہ کی ہے جس سے معاشرے کے تمام لوگ استفادہ کرتے ہیں۔ قدیم زمانے سے آج تک دینی مدارس میں مختلف علمی مضامین، منجملہ ''فقہ'' کو مختلف درجوں میں پڑھانے کے لئے خصوص کتابیں معین کی جاتی رہی ہیں، یہ رسم نہ تھی اور نہ ہے کہ جدید طلاب کو ''شیخ انصاری کی مکاسب[2] پڑھائی جائے یا علم اصول میں ابتداء سے ہی محقق خراسانی کی کفایہ[3] پڑھائی جائے اور یا فلسفہ میں شروع سے ہیملا صدرا کی اسفار[4] شروع کروائی جائے بلکہ ابتداء میں سادہ، رواں اور چھوٹی کتابیں پڑھائی

---

[1] جیسے شہید اول (اور شہید ثالث)

[2] یہ کتاب معاملات (لین دین) کے احکام پر مشتمل ہے اور جلیل القدر فقیہ شیخ مرتضی انصاری کی تالیف ہے آج کل یہ کتاب حوزۂعلمیہ (دینی مدارس) کی عالی درجات میں پڑھائی جاتی ہے۔

[3] یہ اصول فقہ کی کتاب ہے جو گرانقدر دانشور محمد کاظم خراسانی کی تالیف ہے، یہ اس وقت حوزہ علمیہ کی عالی سطح میں پڑھائی جاتی ہے۔

[4] یہ کتاب اسلامی فلسفہ کی ایک بے نظیر کتاب ہے جسے صدر الدین محمد شیرازی نے تالیف کیا ہے۔

جا تی ہیں،اور رفتہ رفتہ فصل اور عمیق کتابوں کو پڑھایا جاتا ہے۔اس وقت حوزۂ علمیہ (دینی مدارس) میں فقہ کی تعلیم درج ذیل تین مرحلوں میں منقسم ہے ا۔غیر استدلالی فقہ،جیسے: توضیح المسائل اور العروۃ الوثقی[1] ۲۔ نیم استدلالی فقہ، جیسے : الروضۃ البھیۃ[2] اور شرائعُ الاسلام[3] ۳۔ استدلالی فقہ، جیسے: ''جواہر الکلام[4] اور الحدائق الناضرہ[5]

اس بناء پر معاشرے کے افراد کے فہم وادراک اور ضرورت کے مطابق کچھ کتابیں تالیف کرنے کی ضرورت ہے،تاکہ مؤمنین کسی مشکل کے بغیر اپنے شرعی فرائض کو سیکھ سکیں اور بہتر طور پر اپنی دینی معلومات میں اضافہ کر سکیں۔اگرچہ اس سلسلے میں اب تک قابل قدر کوششیں کی جا چکی ہیں اور کچھ کتابیں شائع بھی ہو چکی ہیں۔

جن میں سے ہر ایک اپنی جگہ پر قابل استفادہ ہے، لیکن ایسی کتابیں، جو افراد کے تعلیمی مدارج اور ان کے پیشہ کے مطابق ان کی ضروریات کو پورا کر سکیں،تالیف نہیں کی گئی ہیں، لہٰذا اس طرح کی کتابیں تالیف کرنے کی ضرورت کا پوری طرح احساس کیا جارہا ہے

۔اس ضرورت نے ہمیں اس امر کی ترغیب دلائی کہ ملک میں موجودہ تعلیمی نظام کو مد نظر رکھتے ہوئے فقہی مسائل کو، فقہا کے فتاویٰ میں کسی قسم کی تبدیلی لائے بغیر اور صرف عبارتوں اور اصطلاحات کو عام فہم بنا کر مثالوں کے ساتھ،کتابی صورت میں تالیف کریں۔

---

[1] یہ کتاب علم فقہ میں ہے اور اس میں فقہ کے اہم مسائل موجود ہیں بلکہ فقہی موضوع میں فرعی مسائل کے اعتبار سے بے نظیر کتاب ہے،اسے بزرگ فقیہ سید محمد کاظم یزدی نے تالیف فرمایا ہے

[2] یہ کتاب علم فقہ میں ہے جسے قابل قدر دانشور زین الدین علی ابن احمد عاملی معروف بہ شہید ثانی'' نے تالیف کیا ہے.یہ کتاب حقیقت میں شہید اول شمس الدین محمد مکی کی تالیف کردہ ''اللمعۃ الدمشقیۃ''کی شرح ہے.

[3] یہ فقہ کی کتاب ہے،اور علامہ محقق جعفر ابن حسن یحیٰ بن سعید معروف بہ محقق حلی کی تالیف کردہ ہے،اور برسوں تک حوزہ علمیہ میں اسے پڑھایا جاتا رہا ہے.

[4] یہ کتاب شیعہ فقہ کی ایک عظیم دائرۃ المعارف ہے جو شیخ محمد حسن نجفی کی تالیف کردہ ہے

[5] یہ فقہ کی ایک مفصل کتاب ہے جسے قابل قدر محدث اور فقیہ شیخ یوسف بحرانی نے تالیف فرمایا ہے

ممکن ہے معاشرے میں بہت سے لوگ ایسے ہوں جنہوں نے ابتدائی تعلیم بھی حاصل نہ کی ہو لیکن دینی مسائل میں یونیورسٹی سطح کے افراد سے زیادہ آگاہ ہوں لہٰذا اس کتاب کی تالیف کے دوران اکثر لوگوں کی سطح فکری کو مد نظر رکھا گیا ہے ۔بہر کیف جو کچھ اس سلسلے میں اب تک تیار کیا جا چکا ہے یا تیار ہورہا ہے وہ حسب ذیل ہے : ا۔ تعلیم احکام : بچوں کے لئے ۲. تعلیم احکام : سطح ایک کے لئے ۳. تعلیم احکام : سطح عالی ۔یونیورسٹی کے طلاب کے لئے ۴.تدریس احکام کی روش :اساتذہ اور دینی علوم کے طلاب کے لئے چند

نکات کی یاد دہانی:

ا۔ اس کتاب کا متن ؛ جمہوریہ اسلامی ایران کے بانی حضرت آیت اللہ العظمیٰ امام خمینی (قدس سرہ) کے فتاویٰ کے مطابق ہے۔

۲۔ تین مراجع یعنی حضرت آیت اللہ العظمیٰ اراکیؒ، حضرت آیت اللہ العظمیٰ گلپائیگانیؒ اور حضرت آیت اللہ العظمیٰ خوئیؒ کے فتاویٰ اضافہ کئے گئے ہیں اختلاف کی صورت میں اسی صفحہ پر اس علامت (ز) کے ذریعہ ان کے فتاویٰ کو مشخص کر دیا گیا ہے۔

۳۔ کتاب کے متن میں عام طور سے ضروری اور کلی مسائل بیان کئے گئے ہیں اور جزئی مسائل کو کم بیان کیا گیا ہے اور ان میں کوئی خاص اختلاف نہیں ہے ،اس کے علاوہ تمام اختلافی فتاویٰ ایسے نہیں ہیں کہ اگر مقلد متن پر عمل کرے تو اس نے اپنے مرجع تقلید کے فتویٰ کے خلاف عمل کیا ہو، یا کسی واجب کو ترک کیا ہو، مثال کے طور پر اگر متن میں موجود مسئلہ بعنوان فتوی ذکر ہوا ہو لیکن کسی دوسرے کا مرجع تقلید اس مسئلہ میں احتیاط واجب کا قائل ہو ،اور اس کا مقلد ان کے فتویٰ پر عمل کرے تو اس نے اسی احتیاط پر عمل کیا ہے اور کوئی مشکل نہیں ہے ۔۴

۔ مسائل کو انتخاب کرتے وقت کوشش یہ رہی ہے کہ جوانوں کی ضرورت کے پیش نظر مسائل کا انتخاب کیا جائے، اگر کہیں کوئی فرعی مسئلہ حذف ہوگیا ہے تو عنوان کچھ اس انداز سے رکھا گیا ہے تا کہ فتویٰ میں کوئی مشکل پیش نہ آئے، مثال کے طور پر مطہرات کی بحث

میں، باوجود اس کے کہ مطہرات دس ہیں،اس کتاب میں صرف پانچ کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے لیکن مسئلہ کو حسب ذیل صورت میں پیش کیا گیا ہے، تمام نجس چیزیں پاک ہوجاتی ہیں اور پاک کرنے والی عمدہ چیزیں حسب ذیل ہیں.

۵۔ یہ ایک تدریسی کتاب ہے جو معلم کے توسط سے پڑھائی جاتی ہے اس کے باوجود کوشش کی گئی ہے کہ اسے ایسے تالیف کیا جائے تاکہ اس کا براہ راست مطالعہ کرنا بھی مفید ہو اور مطالعہ کرنے والے بھی شرعی مسائل کو سمجھ سکیں ۔

٦۔ قارئین کرام اگر مسائل کی تفصیلات جاننا چاہیں یا مسائل کے متن کو ان کے منابع میں دیکھنا چاہیں تو اس کے لئے ہر صفحہ کے آخر پر مسائل کے حوالہ جات تحریر کردئے گئے ہیں۔اس کے علاوہ مراجع تقلید کے حواشی بھی ان کی توضیح المسائل کے مسئلہ نمبر کے ساتھ درج کئے گئے ہیں ۔

۷۔ ہم مراجع عظام سے معذرت خواہ ہیں کہ اختصار کے پیش نظر حواشی میں ان کے اسم گرامی کے ساتھ پورے القاب نہیں لا سکے ہیں اور صرف مشہور لقب پر اکتفا کیا ہے۔ ۸

۔ موجود کتاب، اشاعت سے پہلے، متعدد بار پڑھائی جا چکی ہے، نیز ممکن حد تک نواقص بھی برطرف کئے جا چکے ہیں، حوزہ علیہ کے افاضل احباب کی عنایتوں اور ان کے مطالعہ اور راہنمائی کے علاوہ، ہائی اسکول کے چند نوجوانوں نے بھی اس کا مطالعہ کیا اور طباعت سے پہلے تحقیق کی ہے، تا کہ مخاطب کی علمی سطح کے مطابق ہوں لہٰذا میں یہاں پر تمام مخلصین کا شکر گزار ہوں۔

اختصار کے پیش نظر حواشی میں مندرجہ ذیل علائم سے استفادہ کیا گیا ہے ج۲۳٦ جلد ، ص۲۳٦ صفحہ، م ۲۳٦ مسئلہ، س۲۳٦ سوال ۹۔ اس کتاب کو تالیف کرتے وقت درج ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے

۱. تحریر الوسیلہ ۔ ۔ امام خمینیؒ ۔ ۔ ناشر: دارالانوار، بیروت.

۲. العروۃ الوثقیٰ ۔ ۔ (دو جلدی) ۔ ۔ مراجع تقلید کے حواشی کے ساتھ، ناشر، انتشارات علمیہ اسلامیہ۔

۳. وسیلۃ النجاۃ ۔ ۔ حاشیہ آیت اللہ العظمیٰ گلپائیگانیؒ ۔ ۔ ناشر: دارالتعارف للمطبوعات، بیروت

۴. رسالۂ توضیح المسائل ۔ ۔ امام خمینیؒ ۔ ۔ ناشر: بنیاد پژوھشہای اسلامی، آستان قدس رضوی

۵. رسالۂ توضیح المسائل ۔ ۔ آیت اللہ العظمیٰ گلپائیگانیؒ ۔ ۔ ناشر: دارالقرآن الکریم.

۶. رسالۂ توضیح المسائل ۔ آیت اللہ العظمیٰ اراکیؒ ۔ ۔ ناشر، دفتر تبلیغات اسلامی ۔ حوزہ علمیہ قم

۷. رسالۂ توضیح المسائل ۔ ۔ آیت اللہ العظمیٰ خوئیؒ ۔ ۔ مطبع، علمی پریس

۸. استفتاآت امام خمینیؒ ۔ ۔ ناشر: دفتر تبلیغات اسلامی حوزہ علمیہ قم۔

امید ہے (انشاء اللہ) یہ تالیف، عزیز نوجوانوں کے لئے احکام کو سمجھنے میں مفید ثابت ہوگی، بارگاہ الٰہی میں دست بہ دعا ہوں کہ ہمارے نوجوانوں کی زندگی کے تمام مراحل میں مدد فرمائے ۔ آخر میں ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جنہوں نے اس کتاب کا مطالعہ کرکے میری راہنمائی فرمائی اور خداوند متعال کی عنایتوں کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے یہ توفیق بخشی۔

ہم دوستوں کی تعمیری تجاویز کا خیر مقدم اور استقبال کریں گے ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ[1] موسم گرما: ۱۹۹۳ء

محمد حسین فلاح زادہ برقوئی قم المقدسہ

---

[1] سورہ بقرہ آیت ۱۲۷.

سبق نمبر ا

اسلام میں احکام کا مقام

اسلام آخری اور کامل ترین دین ہے،جس کے تمام پروگرام اور دستور العمل فطرت اور انسانی مصلحتوں کے مطابق ہیں،چنانچہ ان کو عملی جامہ پہنانا انسان کی سعادت وخوش بختی کی ضمانت ہے اور جس معاشرے میں یہ اسلامی قوانین نافذ ہوجائیں وہ مثالی معاشرہ ہوسکتا ہے اس سبق کا موضوع یعنی احکام،اسلام کے انسان ساز قوانین کا ایک بنیادی حصہ ہے۔ اسلام کے حیات بخش پروگرام حسب ذیل حصوں پر مشتمل ہیں :

الف : اعتقادی دستور العمل یعنی اصول دین۔

ب: عملی احکام،یعنی فروع دین۔

ج: نفسیات وکردار سے متعلق مسائل،جسے اخلاق کہا جاتا ہے۔

پہلا حصہ

یہ وہ دستور العمل ہیں جن کے ذریعہ انسان کی فکر واعتقاد کو درست کیا جاتا ہے،انسان کو عقائد کے سلسلے میں دلیل کے ذریعہ اعتقاد پیدا کرنا چاہئے (اگرچہ دلائل سادہ ہوں)۔چونکہ اسلام کے دستور العمل کا یہ حصہ اعتقادات سے مربوط ہے اور ان میں یقین پیدا کرنے کی ضرورت ہے،اس لئے ان میں دوسروں کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے ۔

دوسرا حصہ

یہ ایک عملی دستورالعمل ہے، جس میں انسان کا فریضہ معین ہوتاہے کہ کن کاموں کو انجام اور کن کاموں سے اجتناب کرے ایسے دستورالعمل کو احکام کہتے ہیں اور ایسے احکام واننے کے لئے تقلید اور کسی (ماہر) مجتہد کی پیروی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔

احکام کی قسمیں

انسان جوبھی کام انجام دیتا ہے، اس سے متعلق اسلام میں ایک خاص حکم موجود ہے اور یہ احکام سب ذیل ہیں :

۱۔ واجب : وہ کام جس کا انجام دینا ضروری ہے اور اس کے ترک کرنے میں عذاب ہے، جیسے: نماز روزہ....

۲۔ حرام: وہ کام جس کا ترک کرنا ضروری ہے،اوراس کے انجام دینے میں عذاب ہے، جیسے: جھوٹ اور ظلم...

۳۔ مستحب: وہ کام جس کا انجام دینا اچھا اور باعث ثواب ہے، لیکن اس کے ترک کرنے میں عذاب نہیں جیسے: نمازشب وصدقہ...

۴۔ مکروہ: وہ کام جس کا ترک کرنا اچھا اور موجب ثواب ہے لیکن اس کے انجام دینے میں عذاب نہیں، جیسے: کھانے پر پھونک مارنا ،یا گرم کھانا کھانا...

۵۔ مباح: وہ کام جس کا انجام دینا یا ترک کرنا مساوی ہے اور نہ اس میں کوئی عذاب ہے اور نہ ثواب، جیسے : چلنا، بیٹھنا[1]

تقلید

تقلید کے معنی پیروی کرنا اور نقش قدم پر چلنا ہے ،یہاں تقلید کے معنی ''فقیہ'' کی پیروی کرنا ہے یعنی اپنے کاموں کو مجتہد کے فتویٰ کے مطابق انجام دینا[1]

---

[1] الفتاویٰ الواضحۃ، ج ۱، ص ۸۳.

۱۔ جو شخص خود مجتہد نہیں اور احکام و دستورات الٰہی کو حاصل بھی نہیں کر سکتا تو اُسے مجتہد کی تقلید کرنا چاہئے[۲]

۲۔ احکام دین میں اکثر لوگوں کا فریضہ تقلید کرنا ہے چونکہ بہت کم ایسے لوگ ہیں جو احکام میں اجتہاد کر سکتے ہیں[۳]

۳۔ جس مجتہد کی دوسرے لوگ تقلید کرتے ہیں اسے ''مرجع تقلید'' کہتے ہیں۔

۴۔ جس مجتہد کی انسان تقلید کرے، اس میں مندرجہ ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے:

عادل ہو۔ شیعہ اثنا عشری ہو۔ زندہ ہو۔ احتیاط واجب کی بنا پر اعلم ہو اور دنیا طلب نہ ہو[۴] مرد ہو۔ بالغ ہو

شرائط مرجع تقلید کی وضاحت

۱۔ عادل اسے کہتے ہیں، جو تقویٰ و پرہیز گاری کی ایسی منزل پر فائز ہو، جہاں واجبات کو انجام دیتا ہو اور گناہوں سے پرہیز کرتا ہو، نیز گناہان کبیرہ اور گناہان صغیرہ کی تکرار سے سے پرہیز کرتا ہو۔ گناہ کبیرہ، ایسا گناہ جس کے ارتکاب پر عذاب کا وعدہ دیا گیا ہے، جیسے : جھوٹ، تہمت وغیرہ. اجتناب، عدالت کی علامت ہے[۵]

۲۔ تازہ بالغ ہونے والے نے اگر تقلید نہ کی ہو تو اسے چاہئے کسی ایسے مجتہد کو اپنا مرجع تقلید قرار دے جو زندہ ہو، مردہ مجتہد کی تقلید نہیں کی جا سکتی ہے

---

[۱] تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۵

[۲] تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۵

[۳] تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۵

[۴] توضیح المسائل، م ۲

[۵] تحریر الوسیلہ، ج ۱۱، ص ۱۰، م ۲۸.

۳۔ جو کسی مجتہد کی تقلید کرتا ہو، اگر اس کا مرجع تقلید مرجائے تو وہ زندہ مجتہد کی اجازت سے اپنے مردہ مجتہد کی تقلید پر باقی رہ سکتا ہے[1]

۴۔ جن مسائل کے بارے میں مردہ مجتہد نے کوئی فتویٰ نہ دیا ہو اور اسی طرح جنگ و صلح وغیرہ جیسے نئے مسائل کے بارے میں، میت کی تقلید پر باقی رہنے والے شخص کو زندہ مجتہد کی تقلید کرنی چاہئے[2]

۵۔ جس مجتہد کی انسان تقلید کرے، وہ مذہب جعفری کا پیرو؛یعنی شیعہ اثنا عشری ہو۔ لہٰذا شیعہ، احکام میں کسی غیر اثناء عشری مجتہد کی تقلید نہیں کر سکتے[3]

۶۔ اسلام نے مرد اور عورت کا فریضہ ان کی فطری حالت اور تخلیقی کیفیت کے لحاظ سے معین کیا ہے۔ مرجعیت کی انتہائی زبردست اور بھاری ذمہ داری کو عورتوں کے کندھوں سے اٹھالینا، ہرگز ان کی آزادی سے محرومیت نہیں ہے چونکہ اسلام میں، عورتوں کو بھی حق ہے کہ اسلامی علوم میں اجتہاد تک تعلیم حاصل کریں اور احکام الٰہی کو ان کے منابع (قرآن وروایات) سے استخراج کریں اور کسی کی تقلید نہ کریں۔

ز (گلپائیگانی۔ خوئی) عدالت یہ ہے کہ اگر کسی کے بارے میں اس کے ہمسایوں یا اس کے جاننے والوں سے اس کا حال واحوال پوچھا جائے تو اس کی اچھائی اور نیکی کو بیان کریں ۔

۷۔ اعلم وہ ہے جو (قرآن وروایات سے) احکام کے استخراج میں دوسرے مجتہدوں سے ماہر تر ہو[4]

---

[1] تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۷، م ۱۳۔

[2] استفتاآت، ج ۱، ص ۱۲، س ۲۰۔

[3] توضیح المسائل، م ۲۔

[4] العروۃ الوثقیٰ، ج ۱ ص ۷، م ۱۷۔

۸ ۔ مکلف پر واجب ہے کہ مجتہد اعلم کو پہچاننے میں جستجو کرے[۱]

۹۔انسان تقلید کرنے میں آزاد ہے اور کسی کے تابع نہیں ہے ۔ مثلاًاس سلسلے میں عورت مرد کی تابع نہیں ہے ، وہ جس کسی کو واجد شرائط پائے اس کی تقلید کر سکتی ہے،اگرچہ اس کا شوہر کسی اور مجتہد کا مقلد ہو[۲]

سبق نمبرایک کا خلاصہ

۱۔ اسلام کے مجموعی پروگرام سے مراد : عقائد،احکام اوراخلاق ہے۔

۲۔ احکام تکلیفی سے مراد : واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور مباح ہے۔

۳۔ تقلید،یعنی مجتہد کے فتویٰ پر عمل کرنا ۔

۴۔زندہ مجتہد کی اجازت سے میت کی تقلید پر باقی رہنے میں کوئی حرج نہیں ۔

۵۔جو شخص تقلید میت پر باقی ہو،اسے نئے مسائل میں زندہ مجتہد کی تقلید کرنی چاہئے ۔

۶۔ ہر شخص تقلید کرنے میں آزاد ہے اور کسی کے تابع نہیں ۔

---

[۱]تحریر الوسیلہ،ج ۱،ص ۶،م ۵.

[۲]استفتاآت،ج ۱،ص ۱۳،س ۲۵.

سوالات؟

۱۔ اصول دین کتنے ہیں؟

۲۔ اصول اور فروع دین کے سلسلے میں مکلف کا فریضہ بیان کیجئے۔

۳۔ اسلامی دستوار العمل کے پانچ نمونے بیان کیجئے۔

۴۔ اگر کوئی عورت درجہ اجتہاد پر پہنچ جائے تو کیا وہ اپنے فتویٰ کے مطابق عمل کر سکتی ہے،یا اسے دوسروں کی تقلید کرنا چاہئے؟

۵۔ عادل کون ہے اور اسے کیسے پہچانا جائے گا ؟

٦۔ تقلید میت پر باقی رہنے والے شخص کے لئے، زمانے کے حالات کے مطابق پیش آنے والے نئے مسائل، جیسے :جنگ وجہاد میں، فریضہ کیا ہے؟

سبق نمبر ۲

اجتہاد وتقلید

۱۔ مجتہد اور اعلم کو پہچاننے کے طریقے

الف: خود انسان یقین پیدا کرے، جیسے، شخص اہل علم ہو اور مجتہد و اعلم کو پہچانتا ہو۔

ب: دو عالم و عادل افراد جو مجتہد و اعلم کی تشخیص کر سکیں، کسی کے مجتہد یا اعلم ہونے کی تصدیق کر دیں ۔ (ز)

ج: اہل علم کی ایک جماعت، جو مجتہد و اعلم کی تشخیص دے سکتی ہو اور ان کے کہنے پر اطمینان پیدا ہو سکتا ہو، کسی کے مجتہد یا اعلم ہونے کی تصدیق کرے[1]

۲۔ مجتہد کے فتویٰ کو حاصل کرنے کے طریقے

:خود مجتہد سے سننا ۔ دو یا ایک عادل شخص سے سننا ۔

ایک سچے اور قابل وثوق انسان سے سننا ۔

ز ۔ (خوئی) ایک شخص اہل خبرہ کے کہنے پر بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

مجتہد کے رسالہ میں دیکھنا[2]

---

[1] تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۸، م ۱۹.

[2] تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۸، م ۲۱.

۳۔ اگر مجتہد اعلم نے کسی مسئلہ میں فتویٰ نہ دیا ہو، تو اس کا مقلد دوسرے مجتہد کی طرف اس مسئلہ میں رجوع کرسکتا ہے، بشرطیکہ دوسرے مجتہد کا اس مسئلہ میں فتویٰ پایا جاتا ہو، اور احتیاط واجب کی بناء پر جس کی طرف رجوع کیا جارہا ہے وہ مجتہد دوسرے مجتہدوں سے اعلم ہو[۱]

۴۔ اگر مجتہد کا فتویٰ بدل جائے، تو مقلد کا اس کے نئے فتویٰ پر عمل کرنا چاہئے اور اس کے پہلے فتویٰ پر عمل کرنا جائز نہیں ہے[۲]

۵۔ روز مرہ کے مبتلابہ مسائل کا یاد کرنا واجب ہے۔

مکلف کون ہے؟

عاقل اور بالغ افراد مکلف ہیں، یعنی احکام کو انجام دینا ان پر واجب ہے، لہذا (نابالغ) بچے اور دیوانے (غیر عاقل) مکلف نہیں ہیں۔

سن بلوغ

لڑکے، پندرہ سال پورے ہونے پر بالغ ہوتے ہیں، اور لڑکیاں ۹، سال پورے ہونے پر بالغ ہوتی ہیں، اور اس سن کو پہنچنے پر انھیں تمام شرعی فرائض کو انجام دینا چاہئے، اگر اس سن سے کمتر بچے بھی نیک کام، جیسے نماز کو صحیح طریقے پر انجام دیں، تو ثواب پائیں گے۔ توجہ رہے کہ سن بلوغ قمری سال سے حساب ہوتا ہے، چونکہ قمری سال ۳۵۴، دن اور ۶ گھنٹے کا ہوتا ہے اس لئے شمسی سال سے دس دن اور ۱۸ گھنٹے کم ہوتا ہے، اس طرح ۹، سال شمسی سے ۹۶، دن اور ۱۸، گھنٹے کم کرنے پر ۹، سال قمری بن جاتے ہیں اور ۱۵ سال شمسی سے ۱۶۱، دن اور ۶ گھنٹے کم کرنے پر ۱۵ سال قمری بن جاتے ہیں۔

---

[۱] تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۸، م ۲۱

[۲] العروۃ الوثقیٰ، ج ۱، ص ۱۲، م ۳۱.

احتیاط واجب اور احتیاط مستحب میں فرق

احتیاط مستحب ہمیشہ فتویٰ کے ساتھ ہوتا ہے ۔ یعنی اپنے بیان کردہ مسئلہ میں، مجتہد اظہار نظر کے بعد احتیاط کا طریقہ بھی بیان کرتا ہے چنانچہ مقلد کو ایسے مسئلہ میں اختیار ہے کہ مجتہد کے فتویٰ پر عمل کرے یا احتیاط پر اور ایسے مسئلہ میں دوسرے مجتہد کی طرف رجوع نہیں کرسکتا ہے، جیسے مندرجہ ذیل مسئلہ :اگر مکلف نہ جانتا ہو کہ بدن یا لباس نجس ہے ،اور نماز کے بعد معلوم ہوجائے کہ نجس تھا تو اس کی نماز صحیح ہے، لیکن 'احتیاط'' اس میں یہ ہے کہ وقت میں گنجائش ہونے کی صورت میں نماز کو پھر سے پڑھے۔

احتیاط واجب ، فتویٰ کے ساتھ ذکر نہیں کیا جاتا ہے بلکہ مقلد کو اسی احتیاط پر عمل کرنا چاہئے یا پھر دوسرے مجتہد کے فتویٰ کی طرف رجوع کرے ، جیسے مندرجہ ذیل مسئلہ'' :احتیاط اس میں ہے کہ اگر انگور کی بیل کا پتا تازہ ہو تو اس پر سجدہ نہ کیا جائے۔''

سبق نمبر ۲ کا خلاصہ

۱۔ مجتہد اور اعلم کو پہچاننے کے طریقے حسب ذیل ہیں:خود انسان یقین پیدا کرے۔دوعادل عالم گواہی دیں۔اہل علم کی ایک جماعت شہادت دے۔

۲۔حسب ذیل طریقوں سے مجتہد کا فتویٰ حاصل کیا جاسکتا ہے خود مجتہد سے سننا دویا ایک عادل شخص سے سننا یا کم از کم ایک قابل اعتماد اور سچے شخص سے سننا ۔توضیح المسائل میں دیکھنا ۔

۳۔ بالغ اور عاقل افراد کو احکام الٰہی پر عمل کرنا چاہئے ۔

۴۔ لڑکے ۱۵ سال پورے ہونے پر بالغ ہوتے ہیں اور لڑکیاں ۹ سال پورے ہونے پر بالغ ہوتی ہیں ۔

۵ ۔ احتیاط واجب میں دوسرے مجتہد کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے لیکن احتیاط مستحب میں دوسرے کی طرف رجوع نہیں کیا جاسکتا ہے۔

سوالات؟

۱۔ کسی مجتہد کے اجتہاد یا اعلمیت پر کون لوگ شہادت دے سکتے ہیں؟

۲۔ کن لوگوں کو واجب اعمال انجام دینا چاہئے؟

۳۔ ایک لڑکا پہلی اپریل ۱۹۸۹ء کو پیدا ہوا ہے، حساب کرکے بتائیے کہ یہ لڑکا کس تاریخ کو بالغ ہوگا؟

۴۔ مندرجہ ذیل مسئلہ میں تشخیص دیجئے کہ احتیاط،واجب ہے یا مستحب :

''احتیاط اس میں ہے کہ کسی سے نماز سکھانے کی اجرت نہ لی جائے لیکن نماز کے مستحبات سکھانے کی اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے.''

سبق نمبر ۳

طہارت

جیسا کہ پہلے سبق میں بیان ہوا کہ اسلام کے عملی پروگرام کے مجموعہ کو ''احکام'' کہتے ہیں، ان ہی میں سے واجبات ہیں اور نماز ان میں سے ایک بنیادی اور اہم ترین واجب ہے۔

نماز سے متعلق مسائل کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۱۔ مقدمات ۲۔ مقارنات ۳۔ مبطلات

مقدمات نماز: نماز گزار کو نماز سے قبل ان کی رعایت کرنی چاہئے

مقارنات نماز: وہ مسائل جو خود نماز سے متعلق ہیں، تکبیرۃ الاحرام سے لیکر سلام تک۔

مبطلات نماز: وہ مسائل جو ان چیزوں سے متعلق ہیں، جن سے نماز باطل ہوتی ہے۔

مقدمات نماز

اس عبادت (نماز) کو انجام دینے سے پہلے جن مسائل کی طرف نماز گزار کو توجہ دینا چاہئے ان میں سے ایک طہارت وپاک کرنا ہے۔

نماز گزار کا اپنے بدن ولباس کو ناپاک چیزوں (نجاسات) سے پاک کرنا چاہئے اور نجاسات سے پاکی کے لئے ان کی پہچان اور نجس چیزوں کو پاک کرنے کے طریقے سے آگاہ ہونا لازمی ہے، لہٰذا پہلے اس کو بیان کرتے ہیں البتہ نجاسات کو جاننے سے پہلے اسلام کے ایک کلی قاعدہ کی طرف توجہ مبذول کرائی جاتی ہے

دنیا میں گیارہ چیزوں کے علاوہ تمام چیزیں پاک ہیں، مگر یہ کہ کوئی چیزان گیارہ چیزوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ملنے کی وجہ سے نجس ہوئی ہو۔

ز کسی حیوان کی رگ کاٹنے کے بعد جو خون اچھل کر نکلتا ہے اس خون کو ''خون جہندہ ''کہتے ہیں۔ 'طہارت' سے مراد 'صفائی' اور 'نجاست' سے مراد 'گندگی' نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی چیز صاف ہو لیکن اسلامی احکام کی نگاہ سے پاک نہ ہو، اسلام؛ طہارت اور صفائی دونوں کا طالب ہے۔ یعنی انسان کو اپنے اور اپنے ماحول کے بارے میں پاک اور صفائی کی فکر کرنی چاہئے اب ہم طہارت کے بارے میں بیان کرتے ہیں

۱۔ انسان اور ان تمام حرام گوشت حیوانوں کا پیشاب اور پاخانہ نجس ہے، جو خون جہندہ رکھتے ہیں۔ 'ز

۲۔ حلال گوشت حیوانوں، جیسے گائے اور بھیڑ اور خون جہندہ نہ رکھنے والے حیوانوں، جیسے سانپ اور مچھلی کا پیشاب اور پاخانہ پاک ہے[1]

۳۔ مکروہ گوشت حیوانوں، جیسے گھوڑے اور گدھے کا پیشاب وپاخانہ پاک ہے[2]

۴۔ حرام گوشت پرندوں کی بیٹ جیسے: کوا، نجس ہے[3] ز ز

---

[1] العروۃ الوثقیٰ، ج ا، ص ۵

[2] توضیح المسائل، م ۸۸

[3] العروۃ الوثقیٰ، ج ا، ص ۵۸۔ الرابع 'ص ۶۱، م ۱۲.

مردار کے احکام

زززمردہ انسان اگر چہ تازہ مرا ہو اور اس کا جسم سرد نہ ہوا ہو (اس کے بے جان اجزاء جیسے ناخن اور دانتکے علاوہ) اس کا پورا بدن نجس ہے مگر یہ کہ

الف: شہید معرکہ ہو۔ ''زززز

زگلپائیگانی) احتیاط واجب کی بناء پر اس حرام گوشت حیوان کے پیشاب وپاخانہ سے بھی پرہیز کرنا چاہئے جو خون جہندہ نہ رکھتا ہو۔ (مسئلہ ۸۵)

زز (دیگر مراجع) پاک ہے (مسئلہ ۸۶) ززز

۔مردار وہ حیوان ہے جو خود مرگیا ہویا اسے غیر شرعی طور پر ذبح کیا گیا ہو۔ زززز۔

وہ شہید جو میدان جہاد میں درجۂ شہادت پر فائز ہوا ہو۔

ب: اسے غسل دیا گیا ہو (تین غسل زمکل کئے گئے ہوں)

مردار حیوان

ا۔ خون جہندہ نہ رکھنے والے حیوان کا مردار پاک ہے، جیسے: مچھلی وغیرہ

۲۔ خون جہندہ رکھنے والے حیوان کے بے روح اجزاء، جیسے: بال، سینگ وغیرہ پاک ہیں اور روح والے اجزاء، جیسے گوشت، چمڑا وغیرہ نجس ہیں[۱]

خون کے احکام

۱۔ انسان اور ہر اس حیوان کا خون نجس ہے جو خون جہندہ رکھتا ہو، جیسے: مرغ اور بھیڑ وغیرہ۔

۲۔ خون جہندہ نہ رکھنے والے حیوانوں کا خون پاک ہے، جیسے: مچھلی اور مچھر وغیرہ ۔ز

۔ غسل آب سدر، آب کافور، اور غسل آب مطلق۔ (مترجم)

۳۔ بعض اوقات جو انڈے میں خون پایا جاتاہے وہ نجس نہیں ہے، لیکن احتیاط واجب کی بنا پر اسے کھانے سے پرہیز کرنا چاہئیے۔

اگر یہ خون انڈے کی زردی کے ساتھ ملانے پر زائل ہوجائے تو اس زردی کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔ز

۴۔ جو خون دانتوں کے درمیان (موڑوں) سے آتاہے، اگر لعاب دہن کے ساتھ مل کر زائل ہوجائے تو پاک ہے اور اس صورت میں لعاب دہن کو نگلنے میں بھی کوئی اشکال نہیں ہے[۲]

---

[۱] العروۃ الوثقیٰ ۔ج ۱، ص ۵۸، الرابع۔ تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۱۱۵، الرابع

[۲] توضیح المسائل۔ م ۹۶، ۹۸ تا ۱۰۱.

سبق ۳ کا خلاصہ

۱۔ نماز پڑھنے کے لئے نماز گزار کا بدن اور اس کے کپڑے پاک ہونے چاہئے۔

۲۔ گیارہ چیزوں کے علاوہ دنیا میں سب چیزیں پاک ہیں۔

۳۔ مرا ہوا انسان اگر میدان جہاد میں شہید نہ ہوا ہو اور اسے غسل نہ دیا گیا ہو تو نجس ہے، لیکن اس کے بے روح اجزاء پاک ہیں۔

۴۔ کتے اور سور کا مردار اور خون جہندہ رکھنے والے حیوانوں کے روح دار اجزاء نجس ہیں۔

۵۔ خون جہندہ نہ رکھنے والے حیوانوں کا مردار اور اسی طرح خون جہندہ رکھنے والے حیوانوں کے مردار کے بے روح اجزاء پاک ہیں۔

۶۔ خون جہندہ رکھنے والے حیوانوں کا خون نجس ہے۔

۷۔ انڈے میں پایا جانے والا خون نجس نہیں ہے لیکن احتیاط واجب کی بناء پر اسے کھانے سے پرہیز کرنا چاہئے، لیکن اگر یہ خون اتنا کم ہو کہ زردی کے ساتھ ملانے پر زائل ہو جائے تو اسے کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

ز (دیگر مراجع) احتیاط واجب کی بنا پر، اس انڈے کے کھانے سے پرہیز کرنا چاہئے جس میں ذرہ برابر خون ہو، لیکن اگر خون انڈے کی زردی میں ہو تو اس پر موجود باریک جھلی جب تک پھٹ نہ جائے، سفیدی پاک ہے۔ (مسئلہ ۹۹)

۸۔ اگر دانتوں سے آنے والا خون لعاب دہن سے ملکر زائل ہو جائے تو وہ پاک ہے اور اسے نگلنے میں کوئی بھی اشکال نہیں۔

سوالات؟

۱۔ سانپ، بچھو اور مینڈک کے مردار کے بارے میں کیا حکم ہے؟

۲۔ گدھے کی لید اور کوے کی بیٹ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

۳۔ مسواک کرتے وقت منہ میں پائے جانے والے خون کا کیا حکم ہے؟

۴۔ کس انسان کا بدن اسکی وفات کے بعد پاک ہے؟

۵۔ کیا مردہ بھیڑ کی اُون سے استفادہ کیا جا سکتا ہے؟

سبق نمبر ۴

پاک چیز کیسے نجس ہوجاتی ہے؟

گزشتہ سبق میں بیان ہوا کہ دنیا میں چند چیزوں کے علاوہ تمام چیزیں پاک ہیں، لیکن ممکن ہے پاک چیزیں بھی نجس چیزوں کے ساتھ ملنے کی وجہ سے نجس ہوجائیں، اس صورت میں کہ یہ دو چیزیں پاک و نجس تر ہوں اور ایک کی رطوبت دوسری چیز میں منتقل ہوجائے[1]

۱۔ اگر ایک پاک چیز کسی نجس چیز سے ملحق ہوجائے اور ان دو میں سے ایک اس طرح تر ہوکہ رطوبت دوسری چیز میں منتقل ہوجائے، تو اس صورت میں پاک چیز نجس ہوجاتی ہے۔

۲۔ درج ذیل مواقع پر پاکی کا حکم ہے.

معلوم نہ ہوکہ پاک اور نجس چیز آپس میں مل گئی ہیں کہ نہیں۔

معلوم نہ ہوکہ پاک و نجس چیز تر تھی یا نہیں۔

معلوم نہ ہوکہ ایک چیز کی رطوبت دوسری چیز میں سرایت کرگئی ہے یا نہیں[2]

---

[1] توضیح المسائل ۔ م۱۲۵.

[2] توضیح المسائل) ۱۲۶، والعروۃ الوثقیٰ ج ۱، ص ۷۹، م ۱

چند مسئلے

اگر انسان نہ جانتا ہو کہ ایک پاک چیز نجس ہوگئی ہے یا نہیں؟ تو وہ پاک ہے اور تحقیق و جستجو کرنا ضروری نہیں، اگرچہ جستجو کرنے سے اس کا نجس یا پاک ہونا معلوم ہوسکتا ہو[1]

۲۔ نجس چیز کا کھانا یا پینا حرام ہے[2]

۳۔ اگر کوئی شخص کسی کو نجس چیز کھاتے ہوئے یا نجس لباس میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھے تو اس کو بتانا ضروری نہیں ہے[3] مطہرات (پاک کرنے والی چیزیں)

نجس چیز کیسے پاک ہوتی ہے؟

تمام نجس چیزیں پاک ہوجاتی ہیں اور پاک کرنے والی عمدہ چیزیں حسب ذیل ہیں :

۱۔ پانی۔ ۲۔ زمین۔ ۳۔ آفتاب۔ ۴۔ اسلام۔ ۵۔ نجاست کا زائل ہونا[4] پانی، بہت سی نجس چیزوں کو پاک کرتا ہے۔ لیکن پانی کی مختلف قسمیں ہیں کہ انھیں جاننے سے اس سے مربوط مسائل کو یاد کرنے میں ہمیں مدد ملتی ہے۔

---

[1] توضیح مسائل م ۱۲۳.

[2] توضیح المسائل م، ۱۴۱

[3] توضیح المسائل۔ م ۱۴۳.

[4] توضیح المسائل۔ م ۱۴۸

مضاف پانی

وہ پانی جو کسی چیز سے لیا گیا ہو (جیسے: سیب اور تربوز کا پانی) یا کسی دوسری چیز کے ساتھ ایسے مخلوط ہو کہ اسے پانی نہ کہا جائے، جیسے شربت وغیرہ ۔

مطلق پانی

وہ پانی ہے جو مضاف نہ ہو ۔مضاف پانی کے احکام ۱۔ نجس چیز کو پاک نہیں کرتا (مطہرات میں سے نہیں ہے)

۲۔ یہ نجاست ملنے پر نجس ہوتا ہے، ہر چند کہ نجاست کم ہو اور بو، رنگ یا پانی کا مزہ تبدیل نہ ہو۔

۳۔ اس سے وضو اور غسل کرنا باطل ہے۔[۱]

مطلق پانی کی قسمیں

پانی یا زمین سے ابلتا ہے۔یا آسمان سے برستا ہے۔یا نہ ابلتا ہے اور نہ برستا ہے۔آسمان سے برسنے والے پانی کو 'بارش' کہتے ہیں ۔

زمین سے ابلنے والا پانی اگر بہہ رہا ہو تو اسے آب جاری کہتے ہیں اور اگر ٹھہرا ہوا ہو تو اسے کنویں کا پانی کہتے ہیں۔

وہ پانی جو زمین سے نہ ابلتا ہو اور نہ آسمان سے برستا ہو، اسے ''ٹھرا ہوا پانی'' کہتے ہیں ''ٹھہرا ہوا پانی'' اگر مقدار میں زیادہ ہو تو اسے ''کر'' کہتے ہیں اور اگر کم ہو تو اسے ''قلیل'' کہتے ہیں۔

آب قلیل کی مقدار: جو پانی کر سے کم ہو، اسے قلیل کہتے ہیں۔

---

[۱] توضیح المسائل، م ۴۷ ۔ ۴۸

صرف آب مطلق، نجاسات کو پاک کر سکتا ہے، اگرچہ ممکن ہے آب مضاف کسی گندی چیز کو صاف کر لے لیکن ہرگز نجس چیز کو پاک نہیں کر سکتا ۔

اس کے بعد والے سبق میں ہم مطلق پانی کے احکام اور ان سے پاک کرنے کے طریقوں کے بارے میں آگاہ ہو جائیں گے ۔

سبق نمبر ۴ کا خلاصہ

۱ ۔ مطہرات، تمام نجاست کو پاک کرتی ہیں، یعنی کوئی نجس چیز ایسی نہیں ہے جسے پاک نہ کیا جا سکے ۔

۲ ۔ اہم مطہرات سے مراد یہ ہیں: پانی، زمین آفتاب، اسلام اور نجاست کا زائل ہونا ۔

۳ ۔ پانی مطہرات میں سے ہے اور یہ مطلق پانی ہے نہ مضاف ۔

۴ ۔ جو پانی زمین سے ابل کر بہتا ہے اسے 'جاری پانی' کہتے ہیں اور جو پانی زمین سے ابلنے کے بعد نہیں بہتا، اسے کنویں کا پانی کہتے ہیں ۔

ز (خوئی) اگر لمبائی، چوڑائی اور گہرائی ہر ایک ۳ ،بالشت ہو تو کر ہے (مسئلہ ۱۶)

جو پانی نہ ابلتا ہو اور نہ برستا ہو، اسے ٹھہرا پانی کہتے ہیں، ٹھہرا پانی اگر زیادہ ہو تو اسے ''کر'' کہتے ہیں اور اگر کم ہو تو اسے ''قلیل'' کہتے ہیں ۔

۵ ۔ اگر پانی کا وزن ۴۱۶ ،۷۷ ۳کیلو گرام تک پہونچ جائے تو وہ 'کر' ہے ۔

سوالات؟

۱۔ مطلق اور مضاف پانی میں کیا فرق ہے؟

۲۔ جاری اور کنویں کے پانی میں کیا فرق ہے ؟

۳۔ جس پانی کے حوض کی لمبائی ۲۵ بالشت، چوڑائی ۵ بالشت اور گہرائی ایک بالشت ہو، حساب کر کے بتائے کہ کیا یہ کر ہے یا نہیں؟

۴۔ ایک شخص کا ترپاؤں نجس فرش سے لگ گیا ہے، لیکن نہیں جانتا کہ اس کے پاؤں کی رطوبت نے فرش پر سرایت کی ہے یانہیں، آیا اس کا پاؤں نجس ہوا یا نہیں؟

سبق نمبر ۵

پانی کے احکام

آب قلیل

۱۔ آب قلیل، نجاست ملنے سے نجس ہوجاتا ہے۔ (چاہے کسی نجس چیز پر ڈالا جائے یا کوئی نجس چیز اس میں گر جائے ![1]

۲۔ اگر کر یا جاری پانی، نجس آب قلیل سے متصل اور مخلوط ہوجائے، تو پاک ہوجاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک برتن میں نجس آب قلیل کسی ایسے ٹوٹی کے نیچے رکھ کر اوپر سے پانی جاری کیا جائے کہ وہ کر کے منبع سے متصل ہو[2]ز کر، جاری اور کنویں کا پانی:

۱۔ آب قلیل کے علاوہ آب مطلق کی تمام قسمیں جب تک نجاست ملنے کی وجہ سے نجاست کی بو

ز پانی سے تطہیر کرنے میں شرط ہے کہ پانی نجاست کی بو، رنگ یا مزہ نہ رکھتا ہو،اگر بو، رنگ یا مزہ لے لیا ہو تو اس قدر آب کر یا جاری سے مخلوط کیا جائے کہ نجاست کی بو، رنگ ومزہ زائل ہو جائے ۔ یا رنگ یا مزہ نہ لےپاک ہیں اور اگر نجاست ملنے کی وجہ سے نجاست کی بویا رنگ یا مزہ سرایت کرجائے تو نجس ہیں اس لحاظ سے آب جاری، کنویں کا پانی، کروحتی بارش کاپانی بھی اس حکم میں مشترک ہیں[3].

---

[1] توضیح المسائل، م ٢٦.

[2] تحریر الوسیلہ ۔ ج ۱، ص ۱۴، م ۱۱

[3] تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۱۳، م

۲۔ عمارتوں کے نلکوں کا پانی، چونکہ کر کے منبع سے متصل ہوتا ہے، اس لئے آب کر کے حکم میں ہے[۱]۔

بارش کے پانی کی بعض خصوصیات:

۱۔ ایک ایسی نجس چیز جس میں عین نجاست نہ ہوز، اس پر اگر ایک بار بارش ہوجائے تو پاک ہوجائیگی۔

۲۔ اگر نجس فرش اور لباس پر بارش ہوجائے تو وہ پاک ہوجاتے ہیں اور انھیں نچوڑنے کی ضرورت نہیں۔ زز

۳۔ اگر نجس زمین پر بارش ہوجائے، تو پاک ہوجاتی ہے۔

۴۔ اگر بارش کا پانی ایک جگہ جمع ہوجائے، اور وہ کر سے کم بھی ہو، جب تک بارش ہوئی رہے.

اس میں نجس چیز کو دھویا جائے تو پاک ہے، بشرطیکہ اس پانی میں نجاست کی بو، رنگ یا مزہ سرایت نہ کرے[۲]

پانی میں شک کے احکام

۱۔ پانی کی وہ مقدار جس کے بارے میں معلوم نہیں کہ کر ہے یا نہیں ؟ نجاست ملنے سے وہ پانی نجس نہیں ہوتا ، لیکن آب کر کے دیگر احکام اس پر جاری نہیں ہوں گے۔

ز۔ عین نجس وہ چیز ہے کہ خود نجس ہو، جیسے پیشاب وخون. زز ۔ صفحہ ۳۹ پر آئے گا کہ (چھوٹا) فرش ولباس وغیرہ کو دھوتے وقت ہر مرتبہ دھونے کے بعد اسے نچوڑنا چاہئے تاکہ اندر کا پانی باہر آئے.

۲۔ پانی کی وہ مقدار جو پہلے کر تھی اب اس میں شک ہو کہ یہ پانی قلیل ہوگیا ہے یا نہیں؟ تو وہ کر کے حکم میں ہے ۔

---

[۱] توضیح المسائل ۳۵.

[۲] توضیح المسائل۔ م ۳۷، ۴۰، ۴۱، ۴۲

۳۔ جس پانی کے بارے میں معلوم نہ ہوکہ پاک ہے یا نہیں ؟پاک ہے۔

۴۔ پاک پانی کے بارے میں اگر شک ہوجائے کہ نجس ہوگیا یا نہیں ؟تو وہ پاک پانی کے حکم میں ہے ۵۔ نجس پانی کے بارے میں اگر شک ہوجائے کہ پاک ہوایا نہیں، تو وہ نجس ہے۔

٦۔ مطلق پانی کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ مضاف ہوا ہے یا نہ، تووہ مطلق کے حکم میں ہے[1]۔

پانی سے نجس چیزوں کو پاک کرنے کا طریقہ

پانی زندگی کی بنیاد اور اکثر نجاسات کو پاک کرنے والا ہے، یہ ان مطہرات میں سے ہے جس سے تمام لوگوں کوروزانہ سروکار رہتا ہے ،اب ہم اس سے چیزوں کو پاک کرنے کا طریقہ سیکھتے ہیں ز۔ مرحوم خوئی :اگر لباس اور اس کے مانند کوئی چیز پیشاب سے نجس ہوئی ہو توآب کُر سے بھی دو ار دھونا لازم ہے۔ (مسئلہ ١٦٠)

وضاحت

الف: چیزوں کو پاک کرنے کے سلسلے میں پہلے عین نجاست کا دور کرنا چاہئے اور اس کے بعد مندرجہ بالا تعداد میں دھونا چاہئے۔ مثلاً نجس برتن کو اس کی عین نجاست، دورکرنے کے بعد اگرآب کرسے ایک مرتبہ دھویا جائے تو کافی ہے۔

ب۔ فرش اور لباس اور ان جیسی دوسری چیزیں جو اپنے اندر پانی کو جذب کرتی ہیں اور نچوڑنے کے قابل ہوں تو انھیں قلیل پانی سے دھونے کی صورت میں ہربار دھونے کے بعد اس حد تک نچوڑنا چاہئے کہ جذب شدہ پانی باہر آجائے یا کسی اور طریقے سے پانی

---

[1] العروۃ الوثقیٰ۔ ج ا ص ۴۹، تحریر الوسیلہ۔ ج ا ص ۱۵، م ۱۵۔

کو باہر نکالنا چاہئے، کر اور جاری پانی سے دھونے کی صورت میں بھی احتیاط واجب ہے کہ جذب شدہ پانی کو باہر نکالا جائے۔ (ز) جاری اور کنویں کا پانی بھی نجس چیزوں کو پاک کرنے کے سلسلے میں بیان شدہ احکام کے مطابق آب کر کے مانند ہے۔

مسئلہ

ایک نجس برتن کو حسب ذیل طریقے سے دھویا جا سکتا ہے: کر پانی سے: پانی میں ایک بار ڈبو کر باہر نکالا جائے۔

آب قلیل سے: تین بار اس میں پانی بھر کر خالی کیا جائے، یا اس میں تین بار پانی ڈال کر ہر مرتبہ پانی کو اس طرح گھمایا جائے کہ پانی نجس جگہوں تک پہنچ جائے اور اس کے بعد اسے پھینک دیا جائے۔

ز۔ (خوئی) اسے نچوڑنا لازم ہے (اراکی، گلپائیگانی) آب کر میں نچوڑنا لازم نہیں ہے (مسئلہ ٦١)

سبق ۵ کا خلاصہ

۱۔ آب قلیل، نجاست ملنے سے نجس ہوتا ہے۔

۲۔ کر، جاری، کنویں اور بارش کا پانی اگر نجاست ملنے سے نجاست کی بو، رنگ یا مزہ اس میں سرایت کرے تو نجس ہو جاتا ہے۔

۳۔ وہ پانی جو کر کے حکم میں ہے اس وقت تک پاک ہے جب تک نجاست کی بو، رنگ یا مزہ اس میں سرایت نہ کر جائے۔

۴۔ بارش کا پانی پاک کرنے والا ہے اور فرش اور لباس میں انہیں نچوڑنا ضروری نہیں ہے اور جب تک نجاست کی بو، رنگ یا مزہ اس میں سرایت نہ کرے، پاک ہے۔

۵۔ وہ پانی جس کے بارے میں معلوم نہیں، کر ہے یا نہ؟ نجاست ملنے سے نجس نہیں ہوتا۔

٦۔ جس پانی کے بارے میں معلوم نہ ہوکہ پاک ہے یا نہیں؟ پاک پانی کے حکم میں ہے۔

۷۔ جس پانی کے بارے میں معلوم نہ ہوکہ مطلق ہے یا مضاف، تو مطلق پانی کے حکم میں ہے ۔

۸۔ برتن کے علاوہ تمام نجس چیزیں ایک مرتبہ دھونے سے پاک ہوجا تی ہیں، البتہ اگر پیشاب سے نجس ہوئی ہوں تو آب قلیل سے دوبار دھونا چاہئے۔

۹۔ فرش اور لباس اور ان جیسی چیزوں کو پاک کرتے وقت ہر بار دھونے کے بعد انھیں نچوڑا جائے یا کسی اور طریقے سے جذب شدہ پانی کو باہر نکالا جائے۔

سوالات؟

۱۔ آب کر کیسے نجس ہوتا ہے؟

۲۔ کیا بارش کا پانی جو ایک جگہ جمع ہوا ہو اور بارش تھم گئی ہو، بارش کے پانی کا حکم رکھتا ہے؟

۳۔ اگر پانی کا ایک منبع جو کر سے زیادہ تھا، شک کیا جائے کہ اس میں موجود پانی کر ہے یا نہ؟ تو اس کا کیا حکم ہے؟

۴۔ خون سے نجس شدہ لباس کو آب قلیل اور نہر کے پانی سے کیسے دھویا جائے؟

سبق نمبر ٦

نجس زمین کو پاک کرنے کا طریقہ

مسئلہ ا: نجس دیوار بھی، نجس زمین کی طرح پاک کی جا سکتی ہے[1]

مسئلہ ۲: زمین کو پاک کرتے وقت اگر پانی جاری ہوکر کنویں میں جائے یا اس جگہ سے باہر جائے تو وہ تمام جگہیں پاک ہوجاتی ہیں جہاں سے پانی جاری ہوا ہے۔ز۔ (اراکی) زمین کا اوپر والا حصہ پاک ہوگا،(مسئلہ ۱۷۸)(خوئی) پاک ہوجائے گی (مسئلہ ۱۸۰)

زمین

ا۔ اگر پاؤں کے تلوے یا جوتے کا تلا راہ چلتے نجس ہوجائیں اور زمین کے ساتھ چھونے کی وجہ سے نجاست دور ہوجائے، تو پاک ہوجاتے ہیں۔پس زمین صرف پاؤں کے تلوے اور جوتے کے تلے کو پاک کرنے والی ہے، وہ بھی حسب ذیل شرائط کی بنا پر: زمین پاک ہو۔زمین خشک ہو۔

زمین اس صورت میں پاک کرنے والی ہے جب مٹی، ریت، پتھر، اینٹ اور ان جیسی چیز کی ہو[2]

مسئلہ: اگر زمین سے چھونے کی وجہ سے پاؤں کے تلوے یا جوتے کی تہ میں موجود نجاست زائل ہوجائے تو یہ پاک ہوجاتے ہیں، لیکن بہتر ہے کم از کم پندرہ قدم راہ چلیں[3]

---

[1] توضیح المسائل، م ۱۷۹۔ ۱۸۰.

[2] توضیح المسائل، مسئلہ ۱۸۳، ۱۹۲.(۲) العروۃ الوثقیٰ، ج ا، ۲ص ۱۲۵.

[3] العروۃ الوثقیٰ، ج ا، ص ۱۲۹، و تحریر الوسیلہ، ج ا، ص ۱۳۰.

آفتاب

آفتاب بھی آئندہ بیان ہونے والی شرائط کے ساتھ درج ذیل چیزوں کو پاک کرتا ہے:

زمین

عمارت اور وہ چیزیں جو عمارت میں نصب کی جاتی ہیں، جیسے دروازہ اور کھڑکی وغیرہ.درخت اور نباتات.

آفتاب کے مطہر ہونے کی شرائط

نجس چیز اتنی تر ہوکہ کسی چیز کے اس سے چھونے کی صورت میں وہ چیز بھی تر ہوجائے۔ نجس چیز آفتاب کی گرمی سے خشک ہوجائے، اگر رطوبت باقی رہے تو پاک نہیں ہوگی۔ بادل یا پردہ جیسی کوئی چیز آفتاب کی گرمی کے لئے مانع نہ ہو، البتہ اگر یہ چیز رقیق اور اتنی نازک ہوکہ آفتاب کی گرمی کو نہ روک سکے تو کوئی حرج نہیں ۔ صرف آفتاب اسے خشک کرے، مثال کے طور پر ہوا کی مدد سے خشک نہ ہوجائے۔ آفتاب پڑنے کے وقت عین نجاست زاس میں موجود نہ ہو، پس اگر عین نجاست موجود ہوتو آفتاب پڑنے سے پہلے اسے برطرف کیا جائے۔

دیوار یازمین کے باہر اور اندر والے حصہ ایک ہی دفعہ خشک کرے پس اگر اس کے باہر والے حصہ کو آج خشک کرے اور اس کے اندر والے حصہ کو کل تو اس صورت میں صرف اس کا باہر والا حصہ پاک ہوگا۔

مسئلہ: اگر زمین اور اس کے مانند کوئی اور چیز نجس ہو، لیکن تر نہ ہوتو اس پر تھوڑا سا پانی یا کوئی اور چیز ڈال کر اسے تر کیا جائے اور اس کے بعد آفتاب پڑنے سے وہ پاک ہوسکتا ہے[1]

---

[1] العروۃ الوثقیٰ، ج۱، ص ۱۲۹ تا ۱۳۱ [2] تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۱۳۰.

[2] تحریر الوسیلہ، ج۱، ص۱۳۱، توضیح المسائل، م ۲۰۷.

اسلام

کافر، شہادتین پڑھنے کے بعد مسلمان ہوجاتاہے اور اسلام لانے سے، اس کا تمام بدن پاک ہوجاتاہے، یعنی کہے: ''اشھدان لاالہ الا اللہ واشھدان محمداً رسول اللہ ''[۱]

عین نجاست کا برطرف ہونا

دو مواقع پر عین نجاست کے برطرف ہونے سے نجس چیز پاک ہوجاتی ہے اور پانی ڈالنے کی ضرورت نہیں.

الف: حیوان کا بدن، مثلا ایک پرندہ کی چونچ نجاست کھانے کی وجہ سے نجس ہوگئی ہوتو نجاست برطرف ہونے پر پاک ہوجاتی ہے۔ز ۔ جیسے خون عین نجاست ہے۔

ب۔ انسان کے بدن کا اندرونی حصہ، جیسے منہ، ناک اور کان کا اندرونی حصہ ۔ مثلاً اگر مسواک کرتے وقت مسوڑوں سے خون آئے، جب آب دہن میں خون کا رنگ نہ ہوتو پاک ہے اور منہ کے اندر پانی ڈالنے کی ضروت نہیں

اسبق نمبر ۶ کا خلاصہ

۱۔ جس زمین پر پانی جاری نہ ہوتا ہو، وہ آب قلیل سے پاک نہیں ہوتی ۔

۲۔ اگر کسی زمین کو آب قلیل سے پاک کیا جائے، جہاں سے پانی جاری ہوجائے وہ جگہ پاک ہوگی اور وہ جگہ جہاں پانی جمع ہوجائے، نجس ہے۔

۳۔ اگر پاؤں کے تلوے اور جوتے کی تہ نجس ہوں اور زمین پر چلنے سے، نجاست برطرف ہوجائے، توپاک ہوتے ہیں۔

۴۔ آفتاب چند شرائط کے ساتھ، زمین، عمارت، درخت اور نباتات کو پاک کرتا ہے۔

۵۔ اگر کافر، مسلمان ہوجائے، تو پاک ہوجاتا ہے۔

۶۔ منہ اور ناک کے اندر نجاست برطرف ہونے سے یہ دونوں پاک ہوجاتے ہیں اور پانی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔

سوالات؟

۱۔ دیوار کا ایک حصہ نجس ہوا ہے، وضاحت کیجئے کہ اسے کس طرح پاک کیا جائے؟

۲۔ جوتے کی تہ اگر نجس کیچڑ سے ناپاک ہوئی ہو تو راہ چلنے سے کب پاک ہوگی؟

۳۔ کیا آفتاب، لکڑی، گندم اور چاول کو پاک کرتا ہے؟

۴۔ کافر اگر شہادتین کو انگریزی یا اردو میں پڑھے تو کیا وہ پاک ہوگا؟

ا توضیح المسائل، م ۲۱۶، ۲۱۷

سبق نمبر۷

وضو

نماز کے پہلے مقدمہ، یعنی بدن اور لباس نجاست سے پاک کرنے کے بعد ہم دوسرے مقدمہ یعنی ''وضو'' کو بیان کرتے ہیں۔

نماز گزار کے لئے نماز پڑھنے سے پہلے، وضو کرنا چاہئے اور اپنے آپ کو اس عظیم عبادت کو انجام دینے کے لئے آمادہ کرنا چاہئے۔ بعض مواقع پر ''غسل'' بھی کرنا چاہئے، یعنی پورے بدن کو دھونا اور اگر وضو یا غسل کرنے سے معذور ہو تو، ان کی جگہ پر ایک دوسرا کام بنام ''تیمم'' بجالائے کہ اس سبق اور آئندہ چند درسوں میں ان میں سے ہر ایک کے احکام بیان کئے جائیں گے.

وضو کا طریقہ

وضو میں سب سے پہلے چہرے کو دھونا چاہئے اور اس کے بعد دائیں ہاتھ کو پھر بائیں ہاتھ کو، ان اعضاء کو دھونے کے بعد، ہتھیلی میں بچی رطوبت سے سر کا مسح کریں یعنی بائیں ہاتھ کو سر پر کھینچ لیں اور اس کے بعد دائیں پاؤں اور پھر بائیں پاؤں کا مسح کریں۔ اب وضو کے اعمال کے بارے میں بیشتر آشنائی حاصل کرنے کے لئے درج ذیل خاکہ ملاحظہ فرمائیں

اعمال وضو کی وضاحت

دھونا ۱۔ چہرے اور ہاتھ دھونے کی واجب مقدار وہی ہے جو بیان ہوئی لیکن یہ یقین حاصل کرنے کے لئے کہ واجب مقدار کو دھولیا ہے، تھوڑا سا چہرے کے اطراف کو بھی دھونے میں شامل کرلیں[1]۔ (تمام مراجع) احتیاط واجب اس میں ہے کہ جوڑ تک بھی مسح کریں (مسئلہ ۲۵۸)

---

[1] تحریر الوسیلہ، ج۱، ص۲۱، م۲، ۱.

۲۔ احتیاط واجب کی بنا پر ز چہرے اور ہاتھوں کو ،اوپر سے نیچے کی طرف دھویا جائے،اور اگر نیچے سے اوپر کی طرف دھویا جائے ،تو وضو باطل ہے[1]

سر کا مسح

۱۔ مسح کی جگہ: سر کا اگلا ایک چوتھائی حصہ جو پیشانی کے اوپر واقع ہے۔

۲۔ مسح کی واجب مقدار: جس قدر بھی ہو کافی ہے (اس قدر کہ دیکھنے والا یہ کہے کہ مسح کیا ہے)۔

۳۔ مسح کی مستحب مقدار: چوڑائی میں جڑی ہوئی تین انگلیوں کے برابر اور لمبائی میں ایک انگلی کی لمبائی کے برابر۔

۴۔ مسح بائیں ہاتھ سے بھی جائز ہے۔ زز

۵۔ ضروری نہیں ہے کہ مسح، سر کی کھال پر کیا جائے بلکہ سر کے اگلے حصے کے بالوں پر بھی صحیح ہے۔ اگر سر کے بال اتنے لمبے ہوں کہ کنگھی کرنے سے بال چہرے پر گر جائیں تو سر کی کھال پر یا بالوں کی جڑ پر مسح کیا جائے گا ۔

۶۔ سر کے دیگر حصوں کے بالوں پر مسح جائز نہیں ہے اگرچہ وہ بال سر کے اگلے حصے یعنی مسح کی جگہ پر ہی کیوں نہ جمے ہوئے ہوں[2]

---

[1] توضیح المسائل م۲۴۳.

[2] توضیح المسائل ۔ م ۲۴۹و ۲۵۰ و ۲۵۱و ۲۵۷ و تحریر الوسیلہ ج ۱ص ۲۳ م۱۴.

پاؤں کا مسح

۱۔ مسح کی جگہ: پاؤں کا اوپر والا حصہ[1]

ز ۔ (تمام مراجع) اوپر سے نیچے کی طرف دھویا جائے۔ (مسئلہ ۲۴۹)

زز ۔ (تمام مراجع) احتیاط واجب کی بنا پر دائیں ہاتھ سے مسح کرنا چاہئے (مسئلہ ۲۵۵)

۲۔ مسح کی واجب مقدار: لمبائی میں انگلیوں کے سرے سے پاؤں کے اوپر والے حصے کی ابھار تک زاور چوڑائی میں جس قدر بھی ہو کافی ہے اگر چہ ایک انگلی کے برابر ہو۔

۳۔ مسح کی مستحب مقدار: پاؤں کا اوپر والا پورا حصہ۔

۴۔دائیں پاؤں کا بائیں پاؤں سے پہلے مسح کرنا چاہئے۔ زز لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ دائیں پاؤں کو دائیں ہاتھ سے اور بائیں پاؤں کو بائیں ہاتھ سے مسح کریں۔

سر اور پاؤں کے مسح کے مشترک مسائل

۱۔ مسح میں ہاتھ کو سر اور پاؤں پر کھینچنا چاہئے اور اگر ہاتھ کو ایک جگہ قرار دے کر سر یا پاؤں کو اس پر کھینچ لیا جائے تو وضو باطل ہے، لیکن اگر ہاتھ کو کھینچتے وقت سر یا پاؤں میں تھوڑی سی حرکت پیدا ہوجائے تو کوئی حرج نہیں ہے[2]

---

[1] توضیح المسائل م،۲۵۲، ۲۵۳ والعروۃ الوثقی، ج۱،ص۲۰۹

[2] توضیح المسائل م ۲۵۵

۲۔ اگر مسح کے لئے ہتھیلی میں کوئی رطوبت باقی نہ رہی ہو تو ہاتھ کو باہر کے کسی پانی سے تر نہیں کر سکتے بلکہ وضو کے دیگر اعضاء سے رطوبت کو لے کر اس سے مسح کیا جائے گا[1]

۳۔ ہاتھ کی رطوبت اس قدر ہونا چاہئے کہ سر اور پاؤں پر اثر کرے[2]

۴۔ مسح کی جگہ (سر اور پاؤں کا اوپر والا حصہ) خشک ہونا چاہئے،اس لحاظ سے اگر مسح کی جگہ تر ہو تو اسے پہلے خشک کر لینا چاہئے، لیکن اگر رطوبت اتنی کم ہو کہ ہاتھ کی رطوبت کے اثر کے لئے مانع نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے[3]

ز۔ (تمام مراجع) احتیاط واجب یہ ہے کہ جوڑ تک بھی مسح کیا جائے.(مسئلہ ۳۴۹)

زز۔ گلپائیگانی، اراکی،) بائیں پاؤں کا دائیں پاؤں سے پہلے مسح نہ کرے (خوئی) احتیاط کی بنا پر بائیں پاؤں پر دائیں پاؤں کے بعد مسح کرے۔ (شرائط وضو شرط ۹)

۵۔ ہاتھ اور سر یا پاؤں کے درمیان کپڑا یا ٹوپی یا موزہ اور جوتا جیسی کسی چیز کا فاصلہ نہیں ہونا چاہئے،اگر چہ یہ چیزیں رقیق اور نازک ہی کیوں نہ ہوں،اور رطوبت کھال تک پہنچ بھی جائے، مگر یہ کہ مجبوری ہو[4]

۶۔ مسح کی جگہ پاک ہونی چاہئے پس اگر نجس ہو اور اس پر پانی نہ ڈال سکتا ہو تو تیمم کرنا چاہئے[5]

---

[1] توضیح المسائل م،۲۵۷

[2] العروۃ الوثقیٰ ج ا ص ۲۱۲،م ۲۶.

[3] العروۃ الوثقیٰ ج،ا ص، ۲۱۲،م ۲۶.

[4] العروۃ الوثقیٰ ج ا ص ۲۱۲،م ۲۷

[5] توضیح المسائل ۔م۔ ۲۶۰.

سبق:۷ کا خلاصہ

۱۔ وضو یعنی چہرے اور دونوں ہاتھوں کو دھونا اور سر اور پاؤں کا (آئندہ بیان ہونے والے شرائط کے ساتھ) مسح کرنا۔

۲۔ احتیاط واجب کی بنا پر چہرے اور ہاتھوں کو اوپر سے نیچے کی طرف دھونا چاہئے۔

۳۔ وضو میں چہرے اور ہاتھوں کو دھونے کے بعد سر کے اگلے حصے اور پاؤں کے اوپر والے حصہ پر مسح کرنا چاہئے۔

۴۔ سر کے مسح کی واجب مقدار اس قدر ہے کہ دیکھنے والا کہے کہ مسح کیا۔

۵۔ سر کا مسح سر کے اگلے حصے پر کرنا چاہئے جو پیشانی کے اوپر واقع ہوتا ہے۔

۶۔ پاؤں کا مسح جس قدر ہو کافی ہے، اگرچہ ایک انگلی کے برابر بھی ہو، لیکن لمبائی میں انگلی کے سرے سے پاؤں کے اوپر والے حصے کے ابھار تک ہونا چاہئے۔

۷۔ مسح میں: ہاتھ کو مسح کی جگہ پر کھینچنا چاہئے۔ مسح کی جگہ پاک ہو۔ مسح کی جگہ اور ہاتھ کے درمیان کوئی فاصلہ نہ ہو۔

سوالات؟

: ا۔ وضو کے احکام بیان کیجئے؟

۲۔ جس شخص نے اپنے سر کے ایک طرف کے بال کو کنگھی سے آگے کرلیا ہو تو مسح کے وقت اس کا کیا فریضہ ہے؟

۳۔ ایسے چار مسائل بیان کیجئے جو سر اور پاؤں کے مسح میں مشترک ہوں؟

۴۔ کیا راہ چلتے ہوئے سر کا مسح کیا جاسکتا ہے؟

۵۔ کیا سخت سردیوں میں موزہ پر مسح کیا جاسکتا ہے؟

٦۔ سر اور پاؤں کے مسح کی واجب اور مستحب مقدار کو بیان کیجئے؟

سبق نمبر ۸

وضو کے شرائط

بیان ہونے والے شرائط کے ساتھ وضو صحیح ہے،اور ان میں سے کسی ایک کے نہ ہونے پر وضو باطل ہے۔

ز۔ (تمام مراجع)وضو کا پانی اور وہ فضا جس میں وضو کیا جاتا ہے، وہ بھی مباح ہو (مسئلہ ۲۷۲،کے بعد ،تیسری شرط

وضو کے پانی اور اس کے برتن کے شرائط:

۱۔ نجس اور مضاف پانی سے وضو کرنا باطل ہے،خواہ جانتا ہو کہ پانی نجس یا مضاف ہے یا نہ جانتا ہو،یا بھول گیا ہو[1]

۲۔وضو کا پانی مباح ہونا چاہیئے،اس لحاظ سے درج ذیل مواقع پر وضو باطل ہے:اس پانی سے وضو کرنا،جس کا مالک راضی نہ ہو (اس کا راضی نہ ہونا معلوم ہو)اس پانی سے وضو کرنا،جس کے مالک کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ راضی ہے یا نہیں۔

اس پانی سے وضو کرنا جو خاص افراد کے لئے وقف کیا گیا ہو،جیسے:بعض مدرسوں کے حوض اور بعض ہوٹلوں اور مسافر خانوں کے وضو خانے[2]

۳۔بڑی نہروں کے پانی سے وضو کرنا،اگرچہ انسان نہ جانتا ہو کہ اس کا مالک راضی ہے یا نہیں،کوئی حرج نہیں ،اگر اس کا مالک وضو کرنے سے منع کرے،تو احتیاط واجب یہ ہے کہ وضو نہ کیا جائے[1]

---

[1] توضیح المسائل ۲۶۵.

[2] العروۃ الوثقیٰ ج ۱ ص ۲۲۵، م ۸،۷،۶، توضیح المسائل م ۲۶۷ تا ۲۷۲

۴۔اگر وضو کا پانی غصبی برتن میں ہو اور اس سے وضو کر لیا جائے تو وضو باطل ہے[2]

اعضائے وضو کے شرائط.

۱۔دھونے اور مسح کرنے کے وقت،اعضاء وضو کا پاک ہونا ضروری ہے[3]

۲اگر اعضائے وضو پر کوئی چیز ہو جو پانی کے اعضاء تک پہنچنے میں مانع ہو یا مسح کے اعضاء پر ہو،اگر چہ پانی پہنچنے میں مانع بھی نہ ہو،وضو کے لئے اس چیز کو پہلے ہٹانا چاہئے[4]

۳۔ بال پین کی لکیریں،رنگ ،چربی اور کریم کے دھبے،جب رنگ جسم کے بغیر ہوں،تو وضوء کے لئے مانع نہیں ہیں،لیکن اگر جسم رکھتا ہو تو (کھال پر جسم حائل ہونے کی صورت میں)اول اسے رطرف کرنا چاہئے[5]

کیفیت وضو کے شرائط

ترتیب[6].

وضو کے اعمال اس ترتیب سے انجام دئے جائیں:چہرہ کا دھونا دائیں ہاتھ کا دھونا بائیں ہاتھ کا دھونا سر کا مسح دائیں پیر کا مسح بائیں پیر کا مسح اگر اعمال وضو میں ترتیب کی رعایت نہ کی جائے تو وضو باطل ہے،حتیٰ اگر بائیں اور دائیں پاؤں کا ایک ساتھ مسح کیا جائے۔ز

---

[1]توضیح المسائل مسئلہ۲۷۱

[2]توضیح المسائل ۔ شرائط وضو۔ شرط چہارم.

[3]توضیح المسائل ص۳۵،شرط ششم

[4]توضیح المسائل ص۳۷،شرط ۱۳،و مسئلہ ۲۵۹

[5]استفتا آت ۔ج۱،ص۳۶و ۳۷،س ۴۰تا ۴۵

[6]تحریر الوسیلہ ج۱،ص۲۸.

ز۔ (گلپائیگانی ۔اراکی۔)بائیں پیر کو دائیں پیر سے پہلے مسح نہ کیا جائے۔ (خوئی)احتیاط کی بناء پر بائیں پاؤں پر دائیں پاؤں کے بعد مسح کرنا چاہئے۔ (شرائط وضو،شرط نہم)

موالات:

ا۔موالات یعنی اعمال وضو کا پے در پے بجالانا تا کہ ایک دیگر اعمال میں فاصلہ نہ ہو ۔

۲۔اگر وضو کے اعمال کے درمیان اتنا وقفہ کیا جائے کہ جب کسی عضو کو دھونا یا مسح کرنا چاہے تو اس سے پہلے والے وضو یا مسح کئے ہوئے عضو کی رطوبت خشک ہو چکی ہو،تو وضو باطل ہے[1]

دوسروں سے مدد حاصل نہ کرنا

ا۔جو شخص وضو کو خود انجام دے سکتا ہو،اسے دوسروں سے مدد حاصل نہیں کرنی چاہئے، لہٰذا اگر کوئی دوسرا شخص اس کے ہاتھ اور منہ دھوئے یا اس کا مسح انجام دے، تو وضو باطل ہے[2]

۲۔جو خود وضو نہ کر سکتا ہو،اسے نائب مقرر کرنا چاہئے جو اس کا وضو انجام دے سکے،اگر چہ اس طرح اجرت بھی طلب کرے،تو استطاعت کی صورت میں دینا چاہئے، لیکن وضو کی نیت کو خود انجام دے[3]

---

[1] تحریر الوسیلہ۔ج ا ص ۲۸،و توضیح المسائل م ۲۸۳

[2] العروۃ الوثقیٰ۔ج ا ص ۲۳۴

[3] توضیح المسائل۔م ۲۸۶

وضو کرنے والے کے شرائط

ا۔ جو جانتا ہو کہ وضو کرنے کی صورت میں بیمار ہو جائے گا یا بیمار ہونے کا خوف ہو،اسے تیمم کرنا چاہئے اور اگر وضو کرے،اس کا وضو باطل ہے، لیکن یہ نہ جانتا ہو کہ پانی اس کے لئے مضر ہے اور وضو کرنے کے بعد پتہ چلے کہ پانی مضر تھا تو اس کا وضو صحیح ہے[۱]

ز۔ (خوئی)اگر وضو کے بعد پتہ چلے کہ پانی مضر تھا اور ضرر اس حد میں ہو کہ شرعاً حرام نہیں ہے تو اس کا وضو صحیح ہے.

(گلپائیگانی)اگر وضو کے بعد معلوم ہوجائے کہ پانی مضر تھا تو احتیاط واجب ہے کہ وضو کے علاوہ تیمم بھی کرے (مسئلہ۲۹۴)

۲۔ وضو کو قصد قربت کے ساتھ انجام دینا چاہئے یعنی خدائے تعالیٰ کے حکم کو بجالانے کے لئے وضو انجام دے[۲]

۳۔ ضروری نہیں کہ نیت کو زبان پر لائے یا اپنے دل ہی دل میں (کلمات نیت) دہرائے،بلکہ اسی قدر کافی ہے کہ جانتا ہو کہ وضو انجام دے رہا ہے، اس طرح کہ اگر اس سے پوچھا جائے کہ کیا کر رہا ہے؟ تو جواب میں کہے کہ وضو کر رہا ہوں[۳]

مسئلہ: اگر نماز کا وقت اتنا تنگ ہوچکا ہو کہ وضو کرنے کی صورت میں پوری نماز یا نماز کا ایک حصہ وقت گزرنے کے بعد پڑھا جائے گا تو اس صورت میں تیمم کرنا چاہئے[۴]

---

[۱] العروۃ الوثقیٰ۔ج۱ص۲۳۲۔توضیح المسائل ۔م ۲۸۸ و ۲۶۷.

[۲] توضیح المسائل،ص ۳۱،شرط ہشتم

[۳] توضیح المسائل،م ۲۸۲.

[۴] توضیح المسائل،م ۲۸۰،۷۔

سبق: ۸ کا خلاصہ

۱۔ وضو کا پانی پاک، مطلق اور مباح ہونا چاہئے، لہذا نجس ومضاف پانی سے وضو کرنا ہر حالت میں باطل ہے، چاہے پانی کے مضاف یا نجس ہونے کے بارے میں علم رکھتا ہو یا نہیں۔

۲۔ غصبی پانی سے وضو کرنا باطل ہے، البتہ اگر جانتا ہو کہ پانی غصبی ہے۔

۳۔ اگر وضو کے اعضا نجس ہوں تو وضو باطل ہے، اسی طرح اگر وضو کے اعضا پر کوئی مانع ہو کہ پانی اعضا تک نہ پہنچ پائے تو وضو باطل ہے۔

۴۔ اگر وضو میں ترتیب وموالات کا لحاظ نہ رکھا جائے تو وضو باطل ہے۔

۵۔ جو خود وضو کر سکتا ہو اسے دھونے یا مسح کرنے میں کسی دوسرے کی مدد نہیں لینی چاہئے

۶۔ وضو کو خدائے تعالی کا حکم بجالانے کی نیت سے انجام دینا چاہئے۔

(۳) اگر انسان وضو کرنے کی صورت میں اسکی پوری نماز یا نماز کا ایک حصہ وقت گزرنے کے بعد پڑھا جائے گا تو اس صورت میں تیمم کرنا چاہئے۔

سوالات؟

۱۔ مختلف اداروں کے وضوخانوں میں وہاں کے ملازموں کے علاوہ دوسرے لوگوں کا وضو کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

۲۔ پانی کے ان منابع یا پانی سرد کرنے کی مشینوں سے جو پینے کے پانی کے لئے مخصوص ہوں، وضو کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

۳۔ جو خود وضو انجام دینے سے معذور ہو، اس کا فرض کیا ہے؟

۴۔ وضو میں قصد قربت کی وضاحت کیجئے۔

۵۔ وضو کی ترتیب و موالات میں کیا فرق ہے؟

سبق نمبر۹

وضوء جبیرہ

جبیرہ کی تعریف: جو دوائی زخم پر لگائی جاتی ہے یا جو چیز مرہم پٹی کے عنوان سے زخم پر باندھی جاتی ہے، اسے ''جبیرہ'' کہتے ہیں

۔

۱۔ اگر کسی کے اعضائے وضو پر زخم یا شکستگی ہو اور معمول کے مطابق وضو کر سکتا ہو، تو اسے معمول کے مطابق وضو کرنا چاہئے[۱]

مثلاً: الف۔ زخم کھلا ہے اور پانی اس کے لئے مضر نہیں ہے۔

ب۔ زخم پر مرہم پٹی لگی ہے لیکن کھولنا ممکن ہے اور پانی مضر نہیں ہے۔

۲۔ زخم چہرے پر یا ہاتھوں میں ہو اور کھلا ہو تو اس پر پانی ڈالنا مضر ہو، اگر اس کے اطراف کو دھویا جائے تو کافی ہے[۲]

ز۔ (اراکی) اگر تر ہاتھ اس پر کھینچنا مضر نہ ہو تو ہاتھ اس پر کھینچ لیں اور اگر ممکن نہ ہو تو ایک پاک کپڑا اس پر رکھ کر تر ہاتھ اس پر کھینچ لیں اور اگر اس قدر بھی مضر ہو یا زخم نجس ہو اور پانی نہیں ڈال سکتا ہو تو اس صورت میں زخم کے اطراف کو اوپر سے نیچے کی طرف دھولیں اور احتیاط کے طور پر ایک تیمم بھی انجام دے (گلپائیگانی) تر ہاتھ کو اس پر کھینچ لے اور اگر یہ بھی مضر ہو تو یا زخم نجس ہو اور پانی ڈال نہ سکتے ہوں تو اس صورت میں زخم کے اطراف کو اوپر سے نیچے کی طرف دھولیں تو کافی ہے. (مسئلہ ۳۳۱)

---

[۱] توضیح المسائل م ۳۲۴۔ ۳۲۵

[۲] توضیح المسائل م ۳۲۴۔ ۳۲۵.

۳۔ اگر زخم یا شکستگی سر کے اگلے حصے یا پاؤں کے اوپر والے حصہ (مسح کی جگہ) میں ہو، اور زخم کھلا ہو، اگر مسح نہ کر سکے، تو ایک کپڑا اس پر رکھ کر ہاتھ میں موجود وضو کی باقی ماندہ رطوبت سے کپڑے پر مسح کریں[1]

وضوء جبیرہ انجام دینے کا طریقہ

وضوء جبیرہ میں وضو کی وہ جگہیں جن کو دھونا یا مسح کرنا ممکن ہو، معمول کے مطابق دھویا یا مسح کیا جائے، اور جن مواقع پر یہ ممکن نہ ہو، تو ترہاتھ کو جبیرہ پر کھینچ لیں۔

چند مسائل

۱۔ اگر جبیرہ نے حد معمول سے بیشتر زخم کے اطراف کو ڈھانپ لیا ہو اور اسے ہٹانا ممکن نہ ہوزز تو وضو جبیرہ کرنے کے بعد ایک تیمم بھی انجام دینا چاہئے[2]

۲۔ جو شخص یہ نہ جانتا ہوکہ اس کا فریضہ وضوء جبیرہ ہے یا تیمم احتیاط واجب کی بنا پر اسے دونوں (یعنی وضوء جبیرہ و تیمم) انجام دینا چاہئے[3]

۳۔ اگر جبیرہ نے پورے چہرے یا ایک ہاتھ کو پورے طور پر ڈھانپ لیا ہو تو وضوء جبیرہ کافی ہے۔ززز

---

[1] توضیح المسائل، م ۳۲۶

[2] توضیح المسائل۔ م ۳۳۵.

[3] توضیح المسائل۔ م ۳۴۳

ز۔ (گلپائیگانی) احتیاط کی بناپر لازم ہے کہ تیمم بھی کریں (خوئی) تیمم کرنا چاہئے، اور احتیاط کے طور پر وضوجبیرہ بھی کرے. (مسئلہ ۳۳۲)زز۔ (خوئی) تیمم کرنا چاہئے، مگر یہ کہ جبیرہ تیمم کے مواقع پر ہو تو اس صورت میں ضروری ہے کہ وضو کرے اور پھر تیمم بھی کرے

(مسئلہ ۳۴۱،)ززز (خوئی) احتیاط کی بناء پر تیمم کرے اور وضوء جبیرہ بھی کرے، (گلپائیگانی) وضوء جبیرہ کرے اور احتیاط واجب کی بناء پر اگر تمام یا بعض تیمم کے مواقع پوشیدہ نہ ہوں تو تیمم بھی کرے.(مسئلہ ۳۳۶)

۴۔ جس شخص کی ہتھیلی اور انگلیوں پر جبیرہ (مرہم پٹی)ہو اور وضو کے وقت اس پر ترہاتھ کھینچاہو، تو سر اور پاؤں کو بھی اسی رطوبت سے مسح کرسکتا ہے (ز)یا وضو کی دوسری جگہوں سے رطوبت لے سکتا ہے[1]

۵۔اگر چہرہ اور ہاتھ پر چند جبیرہ ہوں،تو ان کی درمیان والی جگہ کو دھونا چاہئے، یا اگر (چند)جبیرہ سر اور پاؤں کے اوپر والے حصے میں ہوں تو ان کے درمیان والی جگہوں پر مسح کرنا چاہئے، اور جن جگہوں پر جبیرہ ہے ان پر جبیرہ کے حکم پر عمل کرے[2]

جن چیزوں کے لئے وضو کرنا ضروری ہے

۱۔ نماز پڑھنے کے لئے (نماز میت کے علاوہ)

۲۔ طواف خانہ کعبہ کے لئے۔

۳۔بدن کے کسی بھی حصے کی کسی جگہ سے قرآن مجید کی لکھائی اور خدا کے نام کو مس کرنے کے لئے زز

---

[1] توضیح المسائل م۳۳۲.

[2] توضیح المسائل م۳۳۴.

چند مسائل

۱۔اگر نماز اور طواف وضو کے بغیر انجام دے جائیں تو باطل ہیں۔

۲۔ بے وضو شخص،اپنے بدن کے کسی حصے کو درج ذیل تحریروں سے مس نہیں کر سکتا ہے

ز ۔قرآن مجید کی تحریر،لیکن اس کے ترجمہ کے بارے میں کوئی حرج نہیں ۔

ز۔خدا کا نام، جس زبان میں بھی لکھا گیا، جیسے: اللہ، '' خدا'' God'' ''۔ز۔پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ آلہ و سلم کا اسم گرامی(احتیاط واجب کی بناء پر)

ز۔ائمہ اطہار علیہم السلام کے اسماء گرامی (احتیاط واجب کی بناء پر)

(ز۔(خوئی ، پائیگانی) سر اور پاؤں کو اسی رطوبت سے مسح کرے (مسئلہ ۳۳۸)زز۔اس مسئلہ کی تفصیل ۴۴ویں سبق میں آئے گی۔حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا اسم گرامی[۲]

(احتیاط واجب کی بناء پر)درج ذیل کاموں کے لئے وضو کرنا مستحب ہے:مسجد اور ائمہ (ع) کے حرم جانے کے لئے۔قرآن پڑھنے کے لئے۔قرآن مجید کو اپنے ساتھ رکھنے کے لئے۔قرآن مجید کی جلد یا حاشیہ کو بدن کے کسی حصے سے مس کرنے کے لئے۔اہل قبور کی زیارت کے لئے[۳]

---

[۱] توضیح المسائل م۳۱۶.

[۲] توضیح المسائل م۳۱۷،۳۱۹.

[۳] توضیح المسائل م۳۲۲.

وضو کیسے باطل ہوتا ہے؟ا۔انسان سے پیشاب،یا پاخانہ یا ریح خارج ہونا۔

۲۔نیند،جب کان نہ سن سکیں اور آنکھیں نہ دیکھ سکیں۔

۳۔وہ چیزیں جو عقل کو ختم کردیتی ہیں،جیسے:دیوانگی،مستی اور بیہوشی۔۴۔عورتوں کا استحاضہ وغیرہ۔ز۵۔جوچیز غسل کا سبب بن جاتی ہے،جیسے جنابت،حیض،مس میت وغیرہ[ا]

سبق ۹ کا خلاصہ

ا۔جس شخص کے اعضائے وضو پر زخم،پھوڑا یا شکستگی ہو لیکن معمول کے مطابق وضو کرسکتا ہے تو اسے معمول کے مطابق وضو کرنا چاہئے۔

۲۔جو شخص اعضائے وضو کو نہ دھو سکے یا پانی کو ان پر نہ ڈال سکتا ہو تو اس کے لئے زخم کے اطراف کو دھونا ہی کافی ہے،اور تیمم ضروری نہیں ہے۔

ز۔یہ مسئلہ خواتین سے مربوط ہے،اس کی تفصیلات کے لئے توضیح المسائل مسئلہ ۳۳۹تا ۵۲۰ دیکھئے۔

۳۔اگر زخم یا چوٹ پرپٹی بندھی ہو،لیکن اس کو کھولنا ممکن ہو(مشکل نہ ہو)تو جبیرہ کو کھول کر معمول کے مطابق وضو کرے۔

۴۔جب زخم بندھا ہو اور پانی اس کے لئے مضر ہو تو اسے کھولنے کی ضرورت نہیں اگرچہ کھولنا ممکن بھی ہو۔

۵۔نماز،طواف کعبہ،بدن کے کسی حصہ کو قرآن مجید کے خطوط اور خدا کے نام سے مس کرنے کے لئے وضو کرنا ضروری ہے۔

اتوضیح المسائل م۲۲۳

۶۔بدن کے کسی حصے کو وضو کے بغیر پیغمبر اکرمؐ، ائمہ اطہارؑ اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی سے مس کرنا احتیاط واجب کی بناء پر جائز نہیں ہے۔

۷۔پیشاب اور پاخانہ کا نکلنا وضو کو باطل کردیتا ہے۔

۸ ۔نیند،دیوانگی،بیہوشی، مستی،جنابت، حیض اور مس میت وضو کو باطل کردیتے ہیں۔

سوالات؟

۱۔جس شخص کے پاؤں کی تین انگلیوں پر جبیرہ (مرہم پٹی)ہو تو وضو کے سلسلے میں اس کا کیا فریضہ ہے؟

۲۔وضوء جبیرہ انجام دینے کا طریقہ مثال کے ساتھ بیان کیجئے؟

۳۔کیا جبیرہ پر موجود رطوبت سے مسح کیا جا سکتا ہے؟

۴۔اگر جبیرہ نجس ہو اور اسے ہٹانا بھی ممکن نہ ہو تو فریضہ کیا ہے؟

۵۔کیا اونگھنا وضو کو باطل کردیتا ہے؟

۶۔ایک شخص نے میت کو ہاتھ لگادیا تو کیا اس کا وضو باطل ہوجائے گا؟

سبق نمبر۱۰

غسل

بعض اوقات نماز (اور ہر وہ کام،جس کے لئے وضو لازمی ہے) کے لئے غسل کرنا چاہئے،یعنی حکم خدا کو بجالانے کے لئے تمام بدن کو دھونا،

اب ہم غسل کے مواقع اور اس کے طریقے کو بیان کرتے ہیں: غسل کی تعریف و تقسیم کے بعد ذیل میں واجب غسل کے مسائل بیان کریں گے:

غسل جنابت

۱۔انسان کیسے مجنب ہوتا ہے؟[۱]

۲۔اگر منی اپنی جگہ سے حرکت کرے لیکن باہر نہ آئے تو جنابت کا سبب نہیں ہوتا [۲]

۳۔جو شخص یہ جانتا ہو کہ منی اس سے نکلی ہے یا یہ جانتا ہو کہ جو چیز باہر آئی ہے وہ منی ہے، تو وہ مجنب سمجھا جائے گا اور اسے ایسی صورت میں غسل کرنا چاہئے[۳]

---

[۱] تحریر الوسیلہ،ج۱،ص۳۶.

[۲] تحریر الوسیلہ،ج۱،ص۳۶، م۱

[۳] تحریر الوسیلہ،ج۱،ص۳۶،۱۔العروۃ الوثقیٰ،ج۱،ص۲۷۸.

۴۔ جو شخص یہ نہیں جانتا کہ جو چیز اس سے نکلی ہے،وہ منی ہے یا نہیں، تو منی کی علامت ہونے کی صورت میں مجنب ہے ورنہ حکم جنابت نہیں ہے[1]

۵۔ منی کی علامتیں[2]: شہوت کے ساتھ نکلے ۔ دباؤ اور اچھل کر نکلے،باہر آنے کے بعد بدن سست پڑے ۔ زاس لحاظ سے اگر کسی سے کوئی رطوبت نکلے اور نہ جانتا ہو کہ یہ منی ہے یا نہ،تو مذکورہ تمام علامتوں کے موجود ہونے کی صورت میں وہ مجنب مانا جائے گا، ورنہ مجنب نہیں ہے، چنانچہ اگر ان علامتوں میں سے کوئی ایک علامت نہ پائی جاتی ہو اور بقیہ تمام علامتیں موجود ہوں تب بھی وہ مجنب نہیں مانا جائے گا،غیر از عورت اور بیمار کے،ان کے لئے صرف شہوت کے ساتھ منی کا نکلنا کافی ہے ۔ زز

٦۔ مستحب ہے انسان منی کے نکلنے کے بعد پیشاب کرے اگر پیشاب نہ کرے اور غسل کے بعد کوئی رطوبت اس سے نکلے،اور نہ جانتا ہو کہ منی ہے یا نہیں تو وہ منی کے حکم میں ہے[3]وہ کام جو مجنب پر حرام ہیں[4]

قرآن مجید کی لکھائی،خداوند عالم کے نام،احتیاط واجب کے طور پر پیغمبروں،ائمہ اطہار اور حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی کو بدن کے کسی حصہ سے چھونا ۔ زززمسجد الحرام اور مسجد النبیؐ میں داخل ہونا،اگر چہ ایک دروازہ سے داخل ہوکر دوسرے سے نکل بھی جائے۔ مسجد میں ٹھہرنا ۔ مسجد میں کسی چیز کو رکھنا اگر چہ باہر سے ہی ہو۔ ززززز۔ گلپائیگانی:اگر شہوت کے ساتھ اچھل کر باہر آئے یا اچھل کر باہر آنے کے بعد بدن سست پڑے،تو یہ رطوبت حکم منی میں ہے۔

---

[1] تحریر الوسیلہ،ج۱،ص۱۳٦۔

[2] تحریر الوسیلہ،ج۱،ص۱۳٦۔ العروۃ الوثقیٰ،ج۱،ص

[3] توضیح المسائل م۳۴۸

[4] تحریر الوسیلہ،ج۱،ص۳۸،۳۹.

ززخوئی اگر شہوت کے ساتھ باہر آئے اور بدن سست پڑے، تو منی کے حکم میں ہے

(مسئلہ ۳۵۲)ززز(خوئی)پیغمبروں اور ائمہ علیہم السلام کے نام کو چھونا بھی حرام ہے۔ززز۔(اراکی)اگر توقف نہ ہو تو کوئی چیز مسجد میں رکھنے میں حرج نہیں ہے۔(خوئی)کسی چیز کو اٹھانے کے لئے داخل ہونا بھی حرام ہے۔(مسئلہ ۳۵۲)۔

قرآن مجید کے ان سوروں کا پڑھنا،جن میں واجب سجدہ ہے،حتی ایک کلمہ بھی پڑھنا حرام ہے۔ زائمہ علیہم السلام کے حرم میں توقف کرنا۔(احتیاط واجب کی بنا پر)۔ ززقرآن مجید کے وہ سورے جن میں واجب سجدہ ہیں:ا(۳۲واں سورہ۔سجدہ۔)۲(۴۱واں سورہ۔فصلت۔۳(۵۳واں سورہ۔نجم۔) ۴(۹۶واں سورہ۔علق۔

چند مسائل

اگر شخص مجنب مسجد کے ایک دروازہ سے داخل ہوکر دوسرے سے خارج ہوجائے(عبور توقف کے بغیر)تو کوئی حرج نہیں ہے،البتہ مسجد الحرام اور مسجد النبیؐ کے علاوہ کیونکہ ان کے درمیان سے گزرنا بھی جائز نہیں[1]

اگر کسی کے گھر میں نماز کے لئے ایک کمرہ یا جگہ معین ہو(اسی طرح دفتروں اور اداروں میں)تو وہ جگہ حکم مسجد میں شمار نہیں ہوگی[2]

سبق ۱۰کا خلاصہ

۱۔ واجب غسل دو قسم کے ہیں:الف:مرد اور عورتوں میں مشترک ۔ب:عورتوں سے مخصوص

۲۔اگر انسان کی منی نکل آئے یا ہمبستری کرے تو مجنب ہوجاتا ہے۔

---

[1] تحریر الوسیلہ،ج ا،ص ۳۸،۳۹.

[2] العروۃ الوثقیٰ،ج ا،ص ۲۸۸،م ۳.

ز ۔ (گلپائیگانی،خوئی)صرف آیات سجدہ کا پڑھنا حرام ہے (مسئلہ۳۶۱)زز ۔ (اراکی)اماموں کے حرم میں بھی جنابت کی حالت میں توقف کرنا حرام ہے. (مسئلہ ۳۵۲)

۳ ۔جو شخص جانتا ہوکہ مجنب ہوگیا ہے تو اس کو چاہئے کہ غسل بجالائے ،اور جو نہیں جانتا کہ مجنب ہوا ہے یا نہیں؟تواس پر غسل واجب نہیں ہے۔

۴ ۔منی کے علامتیں حسب ذیل ہیں:شہوت کے ساتھ نکلتی ہے۔دباؤ اور اچھل کر نکلتی ہے۔اس کے بعد بدن سست پڑجاتا ہے ۔

۵ ۔مجنب پر حسب ذیل امور حرام ہیں:قرآن کی لکھائی،خدا،پیغمبروں،اور ائمہ اور حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہم اجمعین کے ناموں کو مس کرنا ۔مسجد الحرام اور مسجد النبیؐ میں داخل ہونا نیز دیگر مساجد میں توقف۔کوئی چیز مسجد میں رکھنا ۔قرآن مجید کے ان سوروں کا پڑھنا جن میں واجب سجدے ہیں ۔

۶ ۔مساجد سے عبور کرنا،اگر توقف نہ کریں بلکہ ایک دروازے سے داخل ہوکر دوسرے سے نکل آئیں تو کوئی حرج نہیں،صرف مسجد الحرام اور مسجد النبیؐ میں عبور بھی جائز نہیں ہے۔

سوالات؟

۱۔ مرد اور عورتوں کے درمیان مشترک غسلوں کو بیان کیجئے؟

۲۔ایک شخص نیند سے بیدار ہونے کے بعد اپنے لباس میں ایک رطوبت مشاہدہ کرتا ہے لیکن جتنی بھی فکر کی، منی کی علامتیں نہیں پاتا ہے، تو اس کا فریضہ کیا ہے؟

۳۔ شخص مجنب کا امام زادوں کے حرم میں داخل ہونے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

۴۔کیا شخص مجنب،فوجی چھاؤنیوں، دفتروں اور اداروں کے نماز خانوں میں توقف کر سکتا ہے؟

سبق نمبر۱۱

غسل کرنے کا طریقہ

غسل میں پورا بدن اور سروگردن دھونا چاہئے،خواہ غسل واجب ہو مثل جنابت یا مستحب مثل غسل جمعہ،دوسرے لفظوں میں تمام غسل کرنے میں آپس میں کسی قسم کا فرق نہیں رکھتے، صرف نیت میں فرق ہے

وضاحت:غسل دوطریقوں سے انجام دیا جاسکتا ھے"ترتیبی"اور "ارتماسی"۔غسل ترتیبی میں پہلے سروگردن کو دھویاجاتا ہے،پھربدن کا دایاں نصف حصہ اور اس کے بعد بدن کا بایاں نصف صہ دھویا جاتا ہے۔

ارتماسی غسل میں پورے بدن کو ایک دفعہ پانی میں ڈبو دیا جاتا ہے، لہٰذا غسل ارتماسی اسی صورت میں ممکن ہے جب اتنا پانی موجود ہو جس میں پورا بدن پانی کے نیچے ڈوب سکے۔

غسل صحیح ہونے کے شرائط

۱۔موالات کے علاوہ تمام شرائط جو وضو کے صحیح ہونے کے بارے میں بیان ہوئے،غسل کے صحیح ہونے میں بھی شرط ہیں،اور ضروری نہیں ہے کہ بدن کو اوپر سے نیچے کی طرف دھویا جائے[۱]

۲۔جس شخص پر کئی غسل واجب ہوں تو وہ تمام غسلوں کی نیت سے صرف ایک غسل بجالاسکتا ہے[۲]

---

[۱] توضیح المسائل،م۳۸۰

[۲] توضیح المسائل،م۳۸۹

۳۔جو شخص غسل جنابت بجالائے،اسے نماز کے لئے وضو نہیں کرنا چاہئے، لیکن دوسرے غسلوں سے نماز نہیں پڑھی جا سکتی،بلکہ وضو کرنا ضروری ہے[۱]ز۔ (خوئی) غسل استحاضۂ متوسطہ اور مستحب غسلوں کے علاوہ دوسرے واجب غسلوں کے بعد بھی وضو کے بغیر نماز پڑھی جا سکتی ہے،اگر چہ احتیاط مستحب ہے کہ وضو بھی کیا جائے (مسئلہ ۳۹۷)۔

۴۔غسل ارتماسی میں پورا بدن پاک ہونا چاہئے،لیکن غسل ترتیبی میں پورے بدن کا پاک ہونا ضروری نہیں ہے،اور اگر ہر حصہ کو غسل سے پہلے پاک کیا جائے تو کافی ہے[۲]ز

۵۔غسل جبیرہ،وضوء جبیرہ کی مانند ہے،لیکن احتیاط واجب کی بناء پر اسے ترتیبی صورت میں بجالانا چاہئے[۳]ز

۶۔واجب روزے رکھنے والے،روزے کی حالت میں غسل ارتماسی نہیں کرسکتا،کیونکہ روزہ دار کو پورا سر پانی کے نیچے نہیں ڈبونا چاہئے،لیکن بھولے سے غسل ارتماسی انجام دیدے تو صحیح ہے[۴]

۷۔غسل میں ضروری نہیں کہ پورے بدن کو ہاتھ سے دھویا جائے،بلکہ غسل کی نیت سے پورے بدن تک پانی پہنچ جائے تو کافی ہے[۵]

---

[۱]توضیح المسائل،م۳۹۱.

[۲]توضیح المسائل،م۳۷۲

[۳]توضیح المسائل،م۳۳۹

[۴]توضیح المسائل،م۳۷۱.

[۵]استفتاآت ج۱،ص۵۶،س۱۱۷

غسل مس میت

۱۔اگر کوئی شخص اپنے بدن کے کسی ایکحصہ کو ایسے مردہ انسان سے مس کرے جو سرد ہوچکا ہو اور اسے ابھی غسل نہ دیا گیا ہو،تو اسے غسل مس میت کرنا چاہئے[1]

۲۔درج ذیل مواقع پر مردہ انسان کے بدن کو مس کرنا غسل مس میت کا سبب نہیں بنتا :انسان میدان جہاد میں درجہ شہادت پر فائز ہوچکاہو اور میدان جہاد میں ہی جان دے چکا ہو۔ز ز ز

ز ۔ (خوئی)غسل ارتماسی یا ترتیبی میں قبل از غسل تمام بدن کا پاک ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اگر پانی میں ڈبکی لگانے یا غسل کی نیت سے پانی ڈالنے سے بدن پاک ہوجائے تو غسل انجام پاجائے گا۔

۔ (اراکیؒ)احتیاط مستحب ہے کہ ترتیبی بجالائیں نہ ارتماسی، (خوئیؒ)اسے ترتیبی بجالائیں (مسئلہ ۳۷) (گلپائیگانیؒ)ترتیبی انجام دیں تو بہتر ہے،اگر چہ ارتماسی بھی صحیح ہے۔ (مسئلہ ۳۴۵)ز ز ز۔ (خوئی)شہید کے بدن سے مس کرنے کی صورت میں احتیاط واجب کی بنا پر غسل لازم ہے

(العروۃ الوثقیٰ ج۱،ص۳۹۰،م۱۱)وہ مردہ انسان جس کا بدن گرم ہو اور ابھی سرد نہ ہوا ہو۔وہ مردہ انسان جسے غسل دیا گیا ہو[2]

۳۔غسل مس میت کو غسل جنابت کی طرح انجام دینا چاہئے،لیکن جس نے غسل مس میت کیا ہو،اور نماز پڑھنا چاہے تو اسے وضو بھی کرنا چاہئے[1]

---

[1] توضیح المسائل،م۵۲۱.

[2] تحریر الوسیلہ،ج۱،ص۶۳۔ توضیح المسائل،م۵۲۲ و ۵۲۶۔ استفتاآت،ص۷۹.العروۃ الوثقیٰ،ج۱ص۳۹۰،م۱۱.

غسل میت

۱۔اگر کوئی مومن زا س دنیا سے چلا جائے،تو تمام مکلفین پر واجب ہے کہ اسے غسل دیں،کفن دیں،اس پر نماز پڑھیں اور پھر اسے دفن کریں، لیکن اگر اس کام کو بعض افراد انجام دے دیں تو دوسروں سے ساقط ہوجاتا ہے[۲]

۲۔میت کو درج ذیل تین غسل دینا واجب ہیں:

اول:سدر (بیری) کے پانی سے۔

دوم:کافور کے پانی سے۔

سوم:خالص پانی سے[۳]

۳۔غسل میت، غسل جنابت کی طرح ہے،احتیاط واجب ہے کہ جب تک غسل ترتیبی ممکن ہو،میت کو غسل ارتماسی نہ دیں[۴]ز۔(تمام مراجع)کوئی مسلمان (مسئلہ،۵۴۸)

عورتوں کے مخصوص غسل: (حیض،نفاس و استحاضہ)

۱۔عورت،بچے کی پیدائش پر جو خون دیکھتی ہے،اسے خون نفاس کہتے ہیں[۵]

---

[۱]توضیح المسائل،م۵۳۰.

[۲]توضیح المسائل،م۵۴۲

[۳]توضیح المسائل،م۵۵۰

[۴]توضیح المسائل،م۵۶۵.

[۵]توضیح المسائل،م۵۰۸.

۲۔ عورت،اپنی ماہانہ عادت کے دنوں میں جو خون دیکھتی ہے،اسے خون حیض کہتے ہیں[۱]

۳۔ جب عورت خون حیض اور نفاس سے پاک ہوجائے تو نماز اور جن امور میں طہارت شرط ہے ان کے لئے غسل کرے[۲]

۴۔ ایک اور خون جسے عورتیں دیکھتی ہیں،استحاضہ ہے اور بعض مواقع پر اس کے لئے بھی نماز اور جن امور میں طہارت شرط ہے اُن کے لئے غسل کرنا چاہئے[۳]

سبق ۱۱ کا خلاصہ

۱۔ غسل میں ترتیبی یا ارتماسی طریقے سے،پورے بدن کو دھونا چاہئے۔

۲۔ موالات اور اوپر سے نیچے کی طرف دھونے کے بغیر غسل کے صحیح ہونے کے شرائط وہی ہیں جو وضو کے صحیح ہونے کے شرائط ہیں۔

۳۔ جس شخص نے غسل جنابت کیا ہو،اسے نماز کے لئے وضو نہیں کرنا چاہئے۔البتہ اگر غسل کرنے کے دوران یا اس کے بعد اس سے کوئی ایسی چیز سرزد ہوجائے جو وضو کو باطل کرتی ہے تو وضو کرنا ضروری ہے۔

---

[۱] توضیح المسائل،م۵۵.

[۲] توضیح المسائل،م۵۱۵،۴۴۶.

[۳] توضیح المسائل،م۳۹۵،۳۹۶.

۴۔جس شخص پر کئی غسل واجب ہوں،وہ تمام غسلوں کی نیت سے ایک ہی غسل انجام دے سکتا ہے،بلکہ ان غسلوں کے ساتھ مستحبی غسل کی نیت بھی کرسکتا ہے۔(جیسے: غسل جمعہ)

۵۔بدن کے کسی حصہ کو مردہ انسان کے بدن سے مس کرنا غسل مس میت کا سبب بن جاتا ہے۔

٦۔اگر بدن کا کوئی حصہ شہید کے بدن یا کسی سرد نہ ہوئے مردہ کے بدن یا غسل دئے گئے مردہ کے بدن سے مس ہوجائے،تو غسل واجب نہیں ہوتا۔

۷۔اگر کوئی مومن مرجائے تو اسے تین غسل دیکر پھر کفن پہنا کر اس پر نماز پڑھ کے دفن کرنا چاہئے۔

۸۔میت کے تین غسل حسب ذیل ہیں:الف:آب سدر (بیری کے پانی) سے غسل۔ب:آب کافور سے غسل۔ ج:آب خالص سے غسل۔

۹۔ غسل حیض،نفاس اور استحاضہ عورتوں پر واجب ہے۔

سوالات؟

۱۔ غسل ترتیبی کیسے انجام پاتا ہے؟

۲۔ کیا اس پانی میں غسل ارتماسی انجام دیا جاسکتا ہے،جو کر سے کم ہو؟

۳۔ شخص مجنب نے جمعہ کے دن جنابت اور جمعہ دونوں کی نیت سے ایک غسل بجالایا ہے،کیا وہ اس غسل سے نماز پڑھ سکتا ہے یا پھر اسے وضو بھی کرنا چاہئے؟

۴۔ نیت غسل کی وضاحت کیجئے؟

۵۔ کیا ایک جگہ (مثلاً محاذ جنگ میں) پر پینے کے لئے رکھے گئے پانی کے ٹینکر سے غسل کیا جا سکتا ہے؟

۶۔ غسل میت اور غسل مس میت میں کیا فرق ہے؟

۷۔ کس صورت میں شہید کو غسل دینے کی ضرورت نہیں؟

سبق نمبر ۱۲

تیمم

(وضو اور غسل کا بدل ہے) درج ذیل مواقع پر وضو و غسل بجائے تیمم کرنا چاہئے:

۱۔پانی مہیا نہ ہو یا پانی تک رسائی نہ ہو۔

۲۔پانی اس کے لئے مضر ہو (مثال کے طور پر پانی کے استعمال سے کسی بیماری میں مبتلا ہو جائے)

۳۔اگر پانی کو وضو یا غسل کے لئے استعمال کرے تو خود یا اس کے بیوی بچے یا دوست یا اس سے مربوط افراد تشنگی کی وجہ سے مر جائیں یا بیمار ہو جائیں (حتی ایسا حیوان بھی جو اس کے پاس ہو)

۴۔بدن یا لباس نجس ہو اور پانی اتنا ہو کہ صرف ان کو پاک کر سکے اور دوسرا لباس بھی نہ ہو۔

۵۔وضو یا غسل کرنے کے لئے وقت نہ ہو۔ تیمم کیسے کیا جائے؟

تیمم کے اعمال

۱۔دونوں ہاتھوں کی، ہتھیلیوں کو ایک ساتھ ایسی چیز پر مارنا، جس پر تیمم صحیح ہو۔

۲۔دونوں ہاتھوں کو سر کے بال اگنے کی جگہ سے بھوؤں کے سمیت پیشانی کے دونوں طرف کھینچ کر ناک کے اوپر تک لے آنا۔

۳۔بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو دائیں ہاتھ کی پشت پر کھینچنا۔

۴۔دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر کھینچنا۔

تیمم کے تمام اعمال کو تیمم کی نیت اور حکم الٰہی کی اطاعت کے قصد سے انجام دینا او راس امر کا بھی خیال رکھنا کہ تیمم وضو کے بدلے ہے یا غسل کے بدلے[۱]

وہ چیزیں جن پر تیمم کرنا جائز ہے

مٹی۔ریت۔پتھروں کی مختلف قسمیں جیسے:سنگ مر ر،سنگ گچ (چونے کا پتھر پختہ ہونے سے پہلے)پختہ مٹی جیسے اینٹ،مٹی کا برتن[۲]

کچھ مسائل

۱۔وضو کے بدلے کئے جانے والے تیمم اور غسل کے بدلے کئے جانے والے تیمم میں نیت کے علاوہ کسی چیز میں فرق نہیں ہے[۳]

۲۔جس شخص نے وضو کے بدلے تیمم کیا ہو،اگر وضو کو باطل کرنے والی چیزوں سے کوئی چیز اس سے سرزد ہوجائے تو اس کا تیمم باطل ہوگا[۴]

۳۔اگر کوئی شخص غسل کے بدلے تیمم کرے تو غسل کو باطل کرنے والے اسباب میں سے کسی کے

(اراکی۔گلپائیگانی)پختہ مٹی پر تیمم صحیح نہیں ہے۔

(خوئی)احتیاط کے طور پر پختہ مٹی پر تیمم حیح نہیں ہے۔(العروۃالوثقیٰ،ج۱،ص۴۸۵سرزد ہونے پر اس کا تیمم باطل ہوگا[۱]

---

[۱]توضیح المسائل،م۷۰۰.

[۲]توضیح المسائل،م۶۸۴و۶۸۵۔العروۃالوثقیٰ،ج۱،ص۴۸۵

[۳]توضیح المسائل،م۷۰۱.

[۴]توضیح المسائل،م۷۰۲،ز۔

۴۔تیمم اس صورت میں صحیح ہے کہ وضو یا غسل کرنا ممکن نہ ہو۔ اس لئے اگر کسی عذر کے بغیر تیمم کرے تو صحیح نہیں ہے اور اگر عذر بر طرف ہوجائے،مثلاًپانی نہ تھا اور اب پانی موجود ہے تو اس صورت میں تیمم باطل ہے[۲]

۵۔اگر غسل جنابت کے لئے تیمم کیا گیا ہو تو ضروری نہیں ز نماز کے لئے وضو کیا جائے لیکن اگر دوسرے غسلوں کے بدلے میں تیمم کیا گیا ہو تو اس تیمم سے نماز نہیں پڑھی جا سکتی ہے بلکہ نماز کے لئے الگ سے وضو کرنا چاہئے اور اگر وضو کرنا اس کے لئے مشکل ہو تو وضو کے بدلے ایک اور تیمم انجام دے[۳]

تیمم کے صحیح ہونے کے شرائط

اعضائے تیمم یعنی پیشانی اور ہاتھ پاک ہوں۔پیشانی اور ہاتھوں کی پشت پر اوپر سے نیچے کی طرف مسح کیا جائے۔وہ چیز، جس پر تیمم کیا جارہا ہے وہ پاک اور مباح ہونا چاہئے۔ترتیب کی رعایت کریں۔

موالات کی رعایت کریں۔مسح کرتے وقت ہاتھ اور پیشانی کے درمیان نیز اسی طرح ہاتھ اور ہاتھ کی پشت کے درمیان فاصلہ نہ ہو)وضو نہیں کرنا چاہئے (مسئلہ۱۳۱)

---

[۱]توضیح المسائل،م۲۰،

[۲]توضیح المسائل،م۲۲،

[۳]توضیح المسائل،م۲۳،

سبق: ۱۲کا خلاصہ

۱۔اگر پانی نہ ہو یا پانی تک رسائی نہ ہو یا پانی استعمال کرنے میں کوئی رکاوٹ ہو تو وضو ور غسل کے بدلے میں تیمم کرنا چاہئے۔

۲۔تیمم میں پیشانی اور ہاتھوں کی پشت کو ہتھیلی سے مسح کرنا چاہئے۔۳۔مٹی،ریت،پتھر اور پختہ مٹی پر مسح صحیح ہے۔

۴۔تیمم،بجائے غسل ہو یا بجائے وضو ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے(صرف نیت میں فرق ہے)

۵۔اگر بجائے وضو تیمم کیا گیا ہو تو مبطلات وضو تیمم کو بھی باطل کرتے ہیں،اور اگر بجائے غسل تیمم کیا گیا ہو تو غسل کو باطل کرنے والے اسباب تیمم کو بھی باطل کر دیتے ہیں۔

۶۔عذر کے بغیر تیمم کرنا صحیح نہیں ہے۔

۷۔تیمم میں ترتیب اور موالات کی رعایت کرنا ضروری ہے اور تیمم کے اعضاء اور وہ چیز جس پر تیمم کیا جاتا ہو،پاک ہونے چاہئے۔

سوالات؟

۱۔کن مواقع پر وضو اور غسل کے بدلے میں تیمم کیا جا سکتا ہے؟

۲۔کیا درندوں کے خوف سے وضو کے بدلے میں تیمم کیا جا سکتا ہے؟

۳۔اینٹ اور ٹیلے پر تیمم کرنے کا کیا حکم ہے؟

۴۔لکڑی اور درختوں کے پتوں پر تیمم کا کیا حکم ہے؟

۵۔مجنب (ناپاک) شخص اگر غسل کرنے سے شرماتا ہو تو،کیا وہ غسل کے بدلے میں تیمم کر سکتا ہے؟

سبق نمبر ۱۳

نماز کا وقت

طہارت کے مسائل سے آشنائی پیدا کرنے کے بعد رفتہ رفتہ نماز بجالانے کے لئے آمادہ ہوجاتے ہیں، نماز کے مسائل و احکام سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے یاددہانی کرنا ضروری ہے کہ نماز یا واجب ہے یا مستحب،واجب نمازیں بھی دو قسم کی ہیں:ان میں سے بعض،روزانہ،ہر شب و روز،یا خاص اوقات میں بجالائی جانی چاہئے،اور بعض دیگر ایسی نمازیں ہیں کہ خاص وجوہات کی بناء پر واجب ہوجاتی ہیں اور ہمیشہ روزانہ نہیں ہیں،واجب نمازوں کے بارے میں آشنائی اور آگاہی حاصل کرنے کے لئے،درج ذیل خاکہ ملاحظہ ہو:

واجب نمازیں

وضاحت:فجر کی اذان کا وقت:اذان صبح کے نزدیک،مشرق کی طرف سے ایک سفیدی بلند ہوتی ہے،اسے ''فجر اول'' کہتے ہیں۔جب یہ سفیدی پھیلتی ہے تو اسے ''فجر ثانی'' کہتے ہیں اور یہی صبح کی نماز کا وقت ہے[1]

ظہر:اگر ایک لکڑی یا اس کے مانند کسی چیز کو زمین پر سیدھا گاڑ دیا جائے تو جب اس کا سایہ گھٹنے کے بعد پھر سے بڑھنا شروع ہوجائے تو یہ ''ظہر شرعی''یعنی نماز ظہر کا اول وقت ہے[2]

مغرب:اس وقت کو کہتے ہیں جب سورج کے ڈوبنے کے بعد مشرق کی طرف پیدا ہونے والی سرخی زائل ہوجائے[1]

---

[1]توضیح المسائل،م م۴۴،

[2]توضیح المسائل،م م۲۹،

ز نصف شب:اگر غروب آفتاب سے اذان صبح ززتک کے فاصلے کو دو حصوں میں تقسم کریں تو اس کا درمیانی وقت ''نصف شب''اور نماز عشاکا آخری وقت ہے

احتیاط واجب یہ ہے کہ نماز عشاکے لئے جس طرح متن میں ذکر ہوا ہے حساب کیا جائے او رنماز شب کے لئے سورج چڑھنے تک حساب کیا جائےز ۔(تمام مراجع) سر کے اوپر سے گزر جائے۔(مسئلہ ۷۴۳)زز ۔(خوئی)اول غروب سے سورج چڑھنے تک حساب کیا جائے(مسئلہ ۷۴۷)ززز ظہر شرعی کے بعد تقریباً سوا گیارہ گھنٹےآخر وقت نماز مغرب و عشا ہے۔

وقت نماز کے احکام

ا۔یومیہ نمازوں کے علاوہ نمازوں کا وقت معین نہیں ہوتا بلکہ ان کے انجام کا وقت اس زمانے سے مربوط ہوتا ہے جس کے سبب و ہ نماز واجب ہوجاتی ہے۔مثلاً:نماز آیات کا تعلق زلزلہ،سورج گرہن،چاند گرہن یا حادثہ کے وجود میں آنے سے ہوتا ہے،او رنماز میت،اس وقت واجب ہوتی ہے جب کوئی مسلمان اس دنیا سے چلا جائے ان میں سے ہر نماز کی تفصیل اپنی جگہ پر بیان ہوگی۔

۲۔اگر پوری نماز کو وقت سے پہلے پڑھا جائے یا نماز کو عمداً وقت سے پہلے شروع کیا جائے تو نماز باطل ہے[۲]

اگر نماز کو اپنے وقت کے اندر پڑھا جائے تو اسے احکام کی اصطلاح میں ''ادا'' کہتے ہیں۔

اگر نماز کو وقت کے بعد پڑھا جاے تو اسے احکام کی اصطلاح میں ''قضا'' کہتے ہیں۔

---

[۱]توضیح المسائل،م ۷۳۵
[۲]توضیح المسائل،م ۷۴۴.

۳۔ مستحب ہے کہ انسان نماز کو اول وقت میں پڑھے،اور جتنا اول وقت کے نزدیک تر ہو بہتر ہے،مگر یہ کہ نماز میں تاخیر کرنا کسی وجہ سے بہتر ہو،مثلاً انتظار کرے تا کہ نماز کو با جماعت پڑھے[1]

۴۔اگر نماز کا وقت اتنا تنگ ہو کہ نماز گزار اگر مستحبات کو بجالائے تو نماز کا کچھ حصہ بعد از وقت پڑھا جائے گا،تو مستحبات کو نہ بجا لایا جائے،مثلاً اگر قنوت پڑھنا چاہے تو نماز کا وقت گزر جائے گا، تو اس صورت میں قنوت کو نہ پڑھے[2]

سبق:۱۳ کا خلاصہ

۱۔واجب نمازیں دو قسم کی ہیں:الف:دائمی نمازیں ۔ب:وہ نمازیں جو بعض اوقات واجب ہوتی ہیں۔

۲۔ ومیہ نمازیں یہ ہیں:نماز صبح،نماز ظہر،نماز عصر،نماز مغرب و عشاء۔

۳۔جو نمازیں بعض اوقات واجب ہوتی ہیں وہ یہ ہیں:نماز آیات،نماز طواف، نماز میت، بڑے بیٹے پر باپ کی قضا نمازیں اور نذر کی گئی نمازیں۔

۴۔یومیہ نمازوں کے اوقات حسب ذیل ہیں:صبح کی نماز کا وقت :اذان صبح سے سورج نکلنے تک ظہر و عصر کی نماز کا وقت :ظہر شرعی سے مغرب تک نماز مغرب و عشاء کا وقت :مغرب سے نصف شب تک.

۵۔فجر دوم کے شروع ہونے کا وقت صبح کی اذان اور نماز کا وقت ہے۔

---

[1] توضیح المسائل،م ۷۵۱،

[2] توضیح المسائل،م ۷۴۷،

۶۔جب زمین پر سیدھی گاڑی ہوئی چیزوں کا سایہ کمترین حد تک پہنچ جائے او رپھر بڑھنا شروع ہوجائے تو وہ ظہر شرعی کا وقت ہے۔

۷۔سورج کے ڈوبنے کے بعد جب مشرق کی سرخی زائل ہوجاتی ہے تو مغرب کا وقت ہے۔

۸۔اگر سورج کے ڈوبنے سے صبح کی اذان تک کے زمانی فاصلہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے تو اس کا درمیانی وقت نصف شب اور نماز عشا کا آخری وقت ہے۔

۹۔اگر پوری نماز،وقت سے پہلے پڑھی جائے تو باطل ہے۔

۱۰۔اپنے وقت کے اندر پڑھی جانے والی نماز کو ''ادا'' اور وقت کے بعد پڑھی جانے والی نماز کو ''قضا'' کہتے ہیں۔

سوالات؟

۱۔ واجب اور مستحب نماز کے درمیان فرق کو بیان کیجئے؟

۲۔ان نمازوں کا نام لیجئے جو ہمیشہ شب میں پڑھی جاتی ہیں؟

۳۔نماز آیات کے واجب ہونے کے دو سبب بیان کیجئے؟

۴۔آج ہی ایک لکڑی کو زمین پر سیدھا نصب کرکے ظہر کو معین کیجئے؟

۵۔اگر سورج ڈوبنے کا وقت ۱۵،۶: بجے بعد از ظہر ہو اور اذان صبح ۵۱،۴: بجے ہو تو حساب کر کے بتائیے کہ ایسی شب میں، نصف شب کتنے بجے ہوگی؟

۶۔مغرب (نماز مغرب کا ابتدائی وقت)کو تشخیص دینے کے لئے ہمیں مشرق کی طرف توجہ کرنا چاہئے یا مغرب کی طرف؟

سبق نمبر۱۴

قبلہ اور لباس

۱۔ خانہ کعبہ، جو شہر مکہ اور مسجد الحرام میں واقع ہے، مسلمانوں کا قبلہ ہے اور نماز گزار کو اسی کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنی چاہئے۔

۲۔ جو شہر مکہ سے باہر یا اس سے دور رہتے ہیں، اگر ایسے کھڑے ہوجائیں کہ کہا جائے یہ رو بہ قبلہ نماز پڑھ رہے ہیں تو یہ کافی ہے[1]

نماز میں بدن کو ڈھانپنا: ا۔ ایک مسئلہ، جس کی طرف نماز شروع کرنے سے پہلے توجہ کرنا ضروری ہے، مسئلۂ لباس ہے، یہاں پر ہم نماز میں لباس اور اس کے شرائط کے بارے میں تھوڑی روشنی ڈالیں گے:

نماز گزار کے لباس کی مقدار: (چھپانے کی حد)

۱۔ مردوں کو اپنی شرمگاہ کو ڈھانپنا چاہئے اور بہتر ہے ناف سے زانو تک ڈھانپا جائے۔

۲۔ عورتوں کو درج ذیل اعضاء کے علاوہ اپنا پورا بدن ڈھانپنا چاہئے: ہاتھوں کو کلائی تک۔ پاؤں کو ٹخنوں تک۔ چہرے کو وضو میں دھوئی جانے والی مقدار تک[2]

۳۔ عورتوں کے لئے ہاتھوں پاؤں اور چہرے کی مذکورہ مقدار کو نماز میں ڈھانپنا واجب نہیں ہے، لیکن ان کو ڈھانپنا ممنوع بھی نہیں ہے[3]

---

[1] توضیح المسائل، م۷۷۶.

[2] توضیح المسائل، م۷۸۸، ۷۸۹

[3] توضیح المسائل، م۷۸۹

۴۔نماز گزار کے لباس میں درج ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے:پاک ہو(نجس نہ ہو)مباح ہو(غصبی نہ ہو)مردار کے اجزاء کا بنا ہوا نہ ہو۔ مثلاً ایسے حیوان کی کھال کا بنا ہوا نہ ہو،جسے اسلامی دستورات کے مطابق ذبح نہ کیا گیا ہو،حتی اگر کمر بند اور ٹوپی بھی اس کی بنی ہوئی نہ ہو۔

مردوں کا لباس سونے یا خالص ابریشم کا بنا ہوا نہ ہو۔مذکورہ شرائط میں سے جو ممکن ہے ہر ایک شخص کے لئے پیش آئے،پہلی شرط ہے،چونکہ بہت کم ایسے لوگ ہیں جو غصبی لباس یا مردار کے اجزاء سے بنے ہوئے لباس میں نماز پڑھیں، لہذا پہلی شرط کے سلسلے میں وضاحت کرتے ہیں۔ قابل ذکر یہ ہے کہ لباس کے علاوہ نماز گزار کا بدن بھی پاک ہونا چاہئے[1]۔

وہ مواقع،جن میں نجس بدن یا لباس کے ساتھ نماز پڑھنا باطل ہے

نجس بدن یا لباس کے ساتھ عمداً نماز پڑھے،یعنی یہ جانتے ہوئے کہ اس کا بدن یا لباس نجس ہے پھر بھی اسی کے ساتھ نماز پڑھے مسئلہ کو سیکھنے میں کوتاہی کی ہو۔زاور مسئلہ کو نہ جاننے کی وجہ سے نجس بدن یا لباس کے ساتھ نماز پڑھی ہو۔

بدن یا لباس کے نجس ہونے کے بارے میں علم رکھتا ہو،لیکن نماز کے وقت فراموش کرکے اسی حالت میں نماز پڑھی ہو

وہ مواقع جن میں نجس بدن یا لباس کے ساتھ نماز پڑھنا باطل نہیں ہے

نہیں جانتا کہ بدن یا لباس نجس ہے اور نماز پڑھنے کے بعد متوجہ ہو جائے[2]۔

بدن میں موجودہ زخم کی وجہ سے بدن یا لباس نجس ہوا ہے اور دھونا یا تبدیل کرنا دشوار ہو۔

---

[1] تیسرا سبق ملاحظہ ہو

[2] توضیح المسائل،م ۸۰۲

نماز گزار کا لباس یا بدن خون سے نجس ہوا ہو لیکن خون کی مقدار ''ایک درہم'' ز ز سے کم ہو[1]۔

نجس بدن یا لباس کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے ناچار ہو،مثلاً تطہیر کے لئے پانی نہ ہو[2]۔

چند مسائل

۱۔اگر نماز گزار کے چھوٹے لباس،جیسے:دستانہ اور موزہ نجس ہوں یا ایک چھوٹا نجس رومال جیب میں ہو،اگر یہ چیزیں حرام گوشت مردار کے اجزاء سے بنی ہوئی نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں ز۔ (گلپائیگانی)جو یہ نہیں جانتا ہوکہ نجس بدن یا لباس کے ساتھ نماز پڑھنا باطل ہے،اگر نجس بدن یا لباس کے ساتھ نماز پڑھے،احتیاط لازم کی بناء پر اس کی نماز باطل ہے (مسئلہ۸۰۸۹) (اراکی)جو یہ نہیں جانتا کہ نجس بدن یالباس کے ساتھ نماز باطل ہے،اور نجس بدن یا لباس کے ساتھ نماز پڑھے،نماز باطل ہے(مسئلہ۹۴۷)ز ز۔ایک درہم تقریباً ۷۱ملی میٹر قطر والے دائرہ کے برابر ہوتا ہے ''مترجم.''

۲۔نماز میں عبا،سفید اور پاکیزہ لباس پہننا،خوشبو کا استعمال کرنا اور عقیق کی انگوٹھی پہننا مستحب ہے[3]۔

۳۔کالے،گندے،تنگ اور نقش ونگار والے کپڑے پہننا اور نماز میں لباس کے بٹن کھلے رکھنا مکروہ ہے[4]۔

---

[1] توضیح المسائل،م۸۴۸

[2] توضیح المسائل،م۸۴۸

[3] توضیح المسائل،م۸۴۸

[4] توضیح المسائل،م۸۶۵

سبق: ۱۴ کا خلاصہ

۱۔خانہ کعبہ جو مسجد الحرام اور شہر مکہ میں واقع ہے، قبلہ ہے اور نماز گزار کو اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنی چاہیئے۔

۲۔اگر نماز گزار اس طرح کھڑا ہو جائے کہ دیکھنے والے کہیں کہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہے تو کافی ہے۔

۳۔مردوں کو نماز میں اپنی شرمگاہ کو ڈھانپنا چاہیئے اور بہتر ہے ناف سے زانو تک ڈھانپ لیں۔

۴۔عورتوں کو نماز میں تمام بدن کو ڈھانپنا چاہیئے، سوائے ہاتھوں کو کلائی تک اور پاؤں کو ٹخنوں تک۔

۵۔نماز گزار کا بدن پاک ہونا چاہیئے۔

۶۔نماز گزار کا لباس مباح ہونا چاہیئے نیز مردار اور حرام گوشت حیوان کے اجزاء کا بنا ہوا نہ ہو۔

۷۔اگر نماز گزار نماز سے پہلے نہ جانتا ہو کہ اس کا بدن یا لباس نجس ہے اور اسے نماز کے بعد اس کا پتہ چلے تو اس کی نماز صحیح ہے۔

۸۔اگر نماز گزار کو پہلے سے علم تھا کہ اس کا بدن یا لباس نجس ہے اور نماز کے وقت بھول گیا اور نماز کے بعد یاد آئے تو اس کی نماز باطل ہے۔

سوالات؟

۱۔نماز گزار کے لباس کے شرائط کیا ہیں؟

۲۔اگر نماز پڑھنے کے بعد متوجہ ہوجائے کہ اس کا لباس نجس تھا تو اس کا کیا حکم ہے؟

۳۔کس حالت میں نماز گزار یہ جانتے ہوئے کہ اس کا لباس نجس ہے، نماز پڑھ سکتا ہے؟

۴۔اگرنماز کے دوران متوجہ ہوجائے کہ اس کا لباس نجس ہے تو تکلیف کیا ہے؟

۵ ۔ مجبوری کی صورت میں نجس بدن یا لباس کے ساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں اس کی تین مثالیں بیان کیجئے؟

سبق نمبر ۱۵

نماز گزار کی جگہ،اذان و اقامت

نماز گزار کی جگہ کے شرائط: جس جگہ پر نماز گزار نماز پڑھتا ہے،اس کے درج ذیل شرائط ہونے چاہئے:

مباح ہو (غصبی نہ ہو) بے حرکت ہو (گاڑی کی طرح حرکت کی حالت میں نہ ہو) تنگ اور اس کی چھت اتنی نیچی نہ ہو کہ نماز گزار آسانی کے ساتھ قیام،رکوع اور سجود کو صحیح طور پر نہ بجا لا سکے۔ (سجدہ کی حالت میں) پیشانی رکھنے کی جگہ پاک ہو۔

نماز گزار کی جگہ اگر نجس ہو تو اس قدر تر نہ ہو کہ نجاست بدن یا لباس میں سرایت کر جائے۔

سجدہ کی حالت میں)پیشانی رکھنے کی جگہ زانو سے اور احتیاط واجب کی بناء پر پاؤں کی انگلیوں سے،ملی ہوئی چار انگلیوں سے پست تر یا بلند تر نہ ہو۔

نماز گزار کی جگہ کے احکام

۱۔ غصبی جگہ پر (مثلاً ایک ایسے گھر میں،جس میں مالک مکان کی اجازت کے بغیر داخل ہوا ہے) نماز پڑھنا باطل ہے۔[۱]

۲۔ مجبوری کی حالت میں متحرک چیز جیسے ہوائی جہاز اور ریل گاڑی میں،یا اس جگہ پر جس کی چھت پست ہو یا خود جگہ تنگ ہو،جیسے خندق اور ناہموار جگہ پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[۲]

۳۔انسان کو ادب و احترام کی رعایت کرتے ہوئے پیغمبرؐ اور امامؑ کی قبر کے آگے نماز نہیں پڑھنی چاہئے[۱]۔ ز

---

[۱] توضیح المسائل،م۸٦٦.

[۲] توضیح المسائل،م ۸۸۰

۴۔ مستحب ہے انسان نماز کو مسجد میں پڑھے اور اسلام میں اس مسئلہ کی بہت تاکید ہوئی ہے[۲]۔

۵۔آئندہ ذکر ہونے والے مسائل کے پیش نظر، مسجد میں جانے اور وہاں پر نماز پڑھنے کی اہمیت کو حسب ذیل بیان کرتے ہیں:

مسجد میں زیادہ جانا مستحب ہے۔ جس مسجد میں نماز گزار نہ ہوں،وہاں پر جانا مستحب ہے۔ مسجد کا ہمسایہ اگر معذور نہ ہوتو اس کے لئے مسجد سے باہر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

مستحب ہے انسان مسجد میں نہ جانے والے شخص کے ساتھ:کھانا نہ کھائے،اس سے صلاح و مشورہ نہ کرے،اس کا ہمسایہ نہ بنے،اس سے بیٹی نہ لے اور اسے بیٹی نہ دے[۳]۔ ز ۔ز۔ (گلپائیگانی)احتیاط واجب کی بناء پر پیغمبرؑ اور امامؑ کی قبر کے برابر یا آگے نماز نہ پڑھے۔ (مسئلہ ۸۹۸)

نماز کے لئے تیاری:نماز گزار وضو،غسل،تیمم،وقت نماز ، لباس اور مکان کے بارے میں مسائل بیان کرنے کے بعد اب ہم نماز شروع کرنے کے لئے آمادہ ہوتے ہیں۔

---

[۱]توضیح المسائل،م۸۸۴

[۲]توضیح المسائل،م۸۹۳.

[۳]توضیح المسائل،م۸۹۶و ۸۹۷

اذان و اقامت

۱۔نماز گزار پر مستحب ہے کہ یومیہ نماز سے پہلے،ابتداء میں اذان کہے،اس کے بعد اقامت اور پھر نماز کو شروع کرے[1]۔

اذان:اَللّٰہ اَکْبَر ۴ مرتبہ اَشْہَدُ اَن لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ۲مرتبہ اَشْہَدُ اَن مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللّٰہ ۲مرتبہ اَشْہَدُ اَن عَلِیّاً وَلِیُ اللّٰہ زز ۲مرتبہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ۲مرتبہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح ۲مرتبہ حَیَّ عَلیٰ خَیْرِ الْعَمَلِ ۲مرتبہ. اَللّٰہ اَکْبَر ۲مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ۲مرتبہ.

ز۔احکام مسجد،تفصیل سے سبق ۲۴،میں آئیں گے۔زز۔ جملۂ ''اشہد ان علیا ولی اللہ'' اذان و اقامت کا جزو نہیں ہے۔ لیکن بہتر ہے ''اشہد ان محمدا رسول اللہ'' کے بعد قصد قربت سے پڑھا جائے۔ (توضیح المسائل،م۹۱۹)

اقامت:اَللّٰہ اَکْبَر ۲مرتبہ اَشْہَدُ اَن لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ۲مرتبہ اَشْہَدُ اَن مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللّٰہ ۲مرتبہ اَشْہَدُ اَن عَلِیّاً وَلِیُ اللّٰہ ۲مرتبہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ۲مرتبہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح ۲مرتبہ حَیَّ عَلیٰ خَیْرِ الْعَمَلِ ۲مرتبہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ ۲مرتبہ اَللّٰہ اَکْبَر ۲مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ایک مرتبہ.

اذان و اقامت کے احکام

۱۔اذان و اقامت،نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد کہنی چاہئیں اور اگر قبل از وقت کہی جائیں تو باطل ہے[2]۔

۲.اقامت،اذان کے بعد کہی جانی چاہئے اگر اذان سے پہلے کہی جائے تو صحیح نہیں ہے[3]۔

۳۔اذان اور اقامت کے جملوں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہونا چاہئے،اگر ان کے درمیان معمول سے زیادہ فاصلہ ڈالا جائے تو وہ جملے پھر سے پڑھنے چاہئے[1]۔

---

[1] توضیح المسائل،م۹۲۶و ۹۱۸

[2] توضیح المسائل،م۹۳۵

[3] توضیح المسائل،م۹۳۱

۴۔اگر نماز جماعت کے لئے اذان اور اقامت کہی گئی ہوتو اس جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والے کو اپنی نماز کے لئے الگ اذان و اقامت کہنی نہیں چاہئے[۲]۔

۵۔ مستحبی نمازوں کے لئے اذان و اقامت نہیں ہے[۳]۔

٦۔جب بچہ پیدا ہو،تو مستحب ہے پہلے دن اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے[۴]۔

۷.جس شخص کو اذان کہنے کے لئے معین کیا جائے، مستحب ہے وہ عادل،وقت شناس اور بلند آواز ہو[۵]۔

سبق:۱۵کا خلاصہ

۱۔نماز گزار کی جگہ کے لئے درج ذیل شرائط ضروری ہیں:مباح ہو۔بے حرکت ہو۔جگہ تنگ اور اس کی چھت نیچی نہ ہو۔(سجدہ میں)پیشانی رکھنے کی جگہ پاک ہو۔جگہ پست و بلند نہ ہو۔اگر نماز کی جگہ نجس ہو تو،نجاست نماز گزار کے بدن یالباس میں سرایت نہ کرے۔

۲۔ غصبی جگہ پر نماز پڑھنا باطل ہے۔

۳۔ مجبوری کی حالت میں متحرک،پست چھت والی اور پست و بلند جگہ پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

---

[۱] توضیح المسائل،م،۹۲۰

[۲] توضیح المسائل،م،۹۲۳.

[۳] العروۃ الوثقیٰ،ج۱ص۶۰۱.

[۴] توضیح المسائل،م،۹۱۷.

[۵] توضیح المسائل،م،۹۴۱.

۴۔ مستحب ہے انسان مسجد میں نماز پڑھے۔

۵۔ مستحب ہے انسان، مسجد میں نہ جانے والے شخص کے ساتھ کھانا نہ کھائے، اس کا ہمسایہ نہ بنے، کاموں میں اس سے صلاح و مشورہ نہ کرے، اسے بیٹی نہ دے اور اس سے بیٹی نہ لے۔

٦۔ مستحب ہے نماز شروع کرنے سے پہلے اذان کہے پھر اقامت کہے اور اس کے بعد نماز شروع کرے۔

۷۔ اقامت کو اذان کے بعد کہنا چاہئے۔

۸۔ جو شخص نماز جماعت میں شرکت کرتا ہے، اگر اس نماز کے لئے اذان و اقامت کہی گئی ہو تو اسے اپنی نماز کے لئے الگ سے اذان و اقامت کہنے کی ضرورت نہیں۔

۹۔ مستحب ہے پیدائش کے دن بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔

سوالات؟

۱۔ نجس فرش پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

۲۔ کیا اس جانماز پر نماز پڑھی جا سکتی ہے جسے کسی اور نے اپنے لئے کھول کے رکھا ہو؟ اور کیوں؟

۳۔ اذان اور اقامت میں کیا فرق ہے؟

۴۔ مسجد میں حاضری نہ دینے والے شخص کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کرنا مستحب ہے؟

۵۔ ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

۶۔ دو ایسے مواقع بیان کیجئے جہاں پر اذان و اقامت پڑھنا نہیں چاہئے۔

سبق نمبر ۱۶

واجبات نماز

۱۔ ''اللہ اکبر''، کہنے سے نماز شروع ہوتی ہے اور سلام پھیرنے سے اختتام کو پہنچتی ہے۔

۲۔ جو کچھ نماز میں انجام پاتا ہے واجب ہے، یا مستحب ہے۔

۳۔ واجبات نماز گیارہ ہیں، ان میں سے بعض رکن و بعض غیر رکن ہیں۔

رکن وغیر رکن میں فرق

ارکان نماز، نماز کے بنیادی اجزاء میں شمار ہوتے ہیں، چنانچہ ان میں سے کسی ایک کو اگر نہ بجالایا گیا یا اس میں اضافہ کیا گیا، اگر چہ فراموشی کی وجہ سے ایسا ہوا ہو، تو نماز باطل ہے۔

دوسرے واجبات کو اگرچہ انجام دینا لازم اور ضروری ہے لیکن اگر فراموشی سے ان میں کم یا زیادہ ہو جائے تو نماز باطل نہیں ہے[۱]۔

واجبات نماز کے احکام

نیت

۱۔ نماز گزار کو نماز کی ابتداء سے انتہا تک یہ جاننا چاہئے کہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے اور اسے خدائے تعالیٰ کے حکم کو بجالانے کے لئے پڑھنا چاہئے[۱]۔

---

[۱] توضیح المسائل، م ۹۴۲

۲۔ نیت کو زبان پر لانے کی ضرورت نہیں، لیکن اگر زبان پر لائی بھی جائے تو کوئی مشکل نہیں[2]۔

۳۔ نماز، ہر قسم کی ریا کاری اور ظاہرداری سے دور ہونی چاہئے یعنی نماز کو صرف خدا کے حکم کو بجالانے کی نیت سے پڑھنا چاہئے۔ اگر پوری نماز یا اس کا ایک حصہ غیر خدا کے لئے ہو تو باطل ہے[3] ز۔ (گلپائیگانی) اگر نماز کاری کے مستحبات میں ریا کریں، احتیاط لازم یہ ہے کہ نماز کو تمام کر کے دوبارہ پڑھے۔ (مسئلہ ۹۵۶)

تکبیرۃ الاحرام

جیسا کہ بیان ہوا ہے ''اللہ اکبر'' کہنے سے نماز شروع ہوتی ہے اور اسے ''تکبیرۃ الاحرام'' کہتے ہیں، کیونکہ اسی تکبیر کے کہنے سے بہت سے وہ کام جو نماز سے پہلے جائز تھے، نماز گزار پر حرام ہو جاتے ہیں: جیسے: کھانا، پینا، ہنسنا اور رونا۔

تکبیرۃ الاحرام کے واجبات

۱۔ صحیح عربی تلفظ میں کہی جائے۔ ۲۔ ''اللہ اکبر'' کہتے وقت بدن سکون میں ہو۔

۳۔ تکبیرۃ الاحرام کو ایسے کہنا چاہئے کہ اگر کوئی رکاوٹ نہ ہو تو خود سن سکے یعنی بہت آہستہ نہیں کہنا چاہئے۔

۴۔ احتیاط واجب کی بناء پر اسے ایسی چیز سے وصل نہ کریں جو اس سے پہلے پڑھی جاتی ہو[4]۔

---

[1] توضیح المسائل، م ۹۴۲

[2] توضیح المسائل، م ۹۴۳

[3] توضیح المسائل، م ۹۴۶

[4] توضیح المسائل، م ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۱، ۹۵۲

مستحب ہے تکبیرۃ الاحرام یا نماز کے درمیان پڑھی جانے والی دوسری تکبیروں کو کہتے وقت دونوں ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر بلند کریں[۱]۔

قیام

قیام یعنی کھڑا رہنا،بعض مواقع پر قیام ارکان نماز میں سے ہے اور اس کا ترک نماز کو باطل کرتا ہے،لیکن جو افراد کھڑے ہوکر نماز پڑھنے سے معذور ہوں ان کا حکم جدا ہے،اسکے مسائل آئندہ بیان کئے جائیں گے۔

احکام قیام

۱۔واجب ہے نماز گزار تکبیرۃ الاحرام کہنے سے پہلے اور اس کے بعد قدرے کھڑا رہے تا کہ اطمینان پیدا ہوجائے کہ تکبیرۃ الاحرام قیام کی حالت میں کہی ہے[۲]۔

۲۔قیام،قبل از رکوع کا مفہوم یہ ہے کہ کھڑے رہنے کی حالت کے بعد رکوع میں جائے،اس بناء پر اگر قرأت کے بعد رکوع کو فراموش کرکے سیدھے سجدہ میں جائے اور سجدہ کرنے سے پہلے یاد آئے،تو پھر سے مکمل طور پر کھڑے ہو کر چند لمحے رکنے کے بعد رکوع کو بجالائے اور اس کے بعد سجدہ میں جائے[۳]۔

۳۔وہ امور جن سے قیام کی حالت میں پرہیز کرنا چاہئے:بدن کو حرکت دینا ۔کسی طرف جھکنا ۔

کسی جگہ یا چیز سے ٹیک لگانا ۔پاؤں کو زیادہ کھول کے رکھنا ۔پاؤں کو زمین سے بلند کرنا[۱]۔

---

[۱] توضیح المسائل،م۹۵۵

[۲] توضیح المسائل،م۹۵۹

[۳] توضیح المسائل،م۹۶۰

۴۔نماز گزار کو چاہئے کہ کھڑے رہنے کی حالت میں دونوں پاؤں کو زمین پر رکھے۔ زلیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ بدن کا وزن دونوں پاؤں پر برابر پڑے بلکہ اگر بدن کا وزن ایک پیر پر ہو تو کوئی حرج نہیں[۲]۔

۵۔جو شخص کسی بھی صورت میں کھڑے ہوکر نماز نہیں پڑھ سکتا ،تو اسے چاہئے بیٹھ کر قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھے،اور اگر بیٹھ کر بھی نماز نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر نماز پڑھے۔ز۔(خوئی)احتیاط مستحب ہے کہ دونوں دوپاؤں کو زمین پر رکھا جائے۔(مسئلہ ۹۷۲)

۶۔واجب ہے رکوع کے بعد مکمل طور پر کھڑے ہوکر رکے (قیام) اور پھر سجدہ میں جائے،اگر اس قیام کو عمداً ترک کرے تو نماز باطل ہے۔

درس:۱۶کا خلاصہ

۱۔واجبات نماز ،گیارہ چیزیں ہیں اور ان میں پانچ رکن اور باقی غیر رکن ہیں۔

۲۔رکن اور غیر رکن میں فرق یہ ہے کہ اگر ارکان نماز میں سے کوئی ایک چیز،حتی بھولے سے بھی کم یا زیادہ ہوجائے،نماز باطل ہے، لیکن اگر غیر رکن بھولے سے کم یا زیادہ ہوجائے تو نماز باطل نہیں ہوتی۔

۳۔نماز کی نیت ہر قسم کی ریاکاری اور ظاہرداری سے مبرا ہونی چاہئے۔

۴۔تکبیرۃ الاحرام کو صحیح عربی زبان میں کہنا چاہئے۔

---

[۱] توضیح المسائل،م۹۶۱،۹۶۳ و ۹۶۴

[۲] توضیح المسائل،م۹۶۳

۵۔تکبیرۃ الاحرام کے وقت قیام اور رکوع سے متصل قیام،رکن ہیں، لیکن قرأت اور رکوع کے بعد والے قیام رکن نہیں ہیں ۔البتہ واجب ہیں اور اگر عمداًترک ہوجائے تو نماز باطل ہے۔

سوالات؟

۱۔ارکان نماز کو بیان کیجئے اور رکن وغیر رکن میں کیا فرق ہے؟

۲۔نماز کے پہلے ''اللہ اکبر''کو کیوں تکبیرۃ الاحرام کہتے ہیں؟

۳۔نیت کی وضاحت کیجئے؟

۴۔قیام کی وضاحت کرکے اس کی قسمیں بیان کیجئے؟

۵۔رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے قیام کی وضاحت کرکے ان کے فرق کو بیان کیجئے؟

سبق نمبر ۱۷

واجبات نماز

قرأت پہلی اور دوسری رکعت میں سورۂ حمد اور کسی دوسرے سورے کے پڑھنے اور تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۂ حمد یا تسبیحات اربعہ کے پڑھنے کو قرأت'' کہتے ہیں۔

سورۂ حمد :بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ * الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ * مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ * اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ * اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ *صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ (*) پہلی اور دوسری رکعت میں سورہ حمد کے بعد قرآن مجید سے کوئی دوسرا سورہ پڑھا جانا چاہئے، مثلاً سورہ توحید :بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ *اَللّٰہُ الصَّمَدُ *لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ * وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ (*).اور تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ حمد یا تین مرتبہ تسبیحات اربعہ پڑھنا چاہے، تسبیحات اربعہ کو ایک مرتبہ پڑھنا بھی کافی ہے[1]۔ تسبیحات اربعہ '': سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ.''

قرأت کے احکام

۱۔ تیسری اور چوتھی رکعت کی قرأت کو آہستہ (اخفات کے طور پر) پڑھنا چاہئے، لیکن پہلی اور دوسری رکعت میں سورہ حمد اور دوسرے سورہ کے بارے میں حکم حسب ذیل ہے[2]:

---

[1] توضیح المسائل، م ۱۰۰۵

[2] توضیح المسائل، م ۹۹۲ تا ۹۹۴ و ۱۰۰۷

نمازنماز گزار حکم ظہر و عصر مرداور عورت آہستہ پڑھنا چاہئے۔ مغرب، عشا و صبح مردبلند پڑھنا چاہئے عورت اگرنامحرم اس کی آواز کو نہ سنتا ہوتو بلند آواز میں پڑھ سکتی ہے اور اگر کوئی نامحرم سنتا ہوتو احتیاط واجب کی بناء پر آہستہ پڑھے۔

۲۔ اگر نماز بلند پڑھنے کی جگہ عمداً آہستہ پڑھی جائے یاآہستہ پڑھی جانے کی جگہ عمداً بلند پڑھی جائے تو نماز باطل ہے، لیکن بھولے سے یا مسئلہ کو نہ جاننے کی وجہ سے ایسا کیا جائے تو نماز صحیح ہے۔

۳۔ اگر سورۂ حمد پڑھتے ہوئے سمجھے کہ غلطی کی ہے (مثلاً بلند پڑھنے کے بجائے آہستہ پڑھا ہو) تو ضروری نہیں ہے پڑھے ہوئے حصہ کو دوبارہ پڑھے[1]۔

۴۔ انسان کو چاہئے نماز کو سیکھ لے تاکہ غلط نہ پڑھے، اگر کوئی کسی صورت میں بھی نماز کو صحیح طور پر یاد نہیں کرسکتا ہو تو اسے جس طرح بھی پڑھ سکتا ہے پڑھنا چاہئے اور احتیاط مستحب ہے کہ نماز کو باجماعت پڑھے[2]۔

۵۔ اگر انسان ایک لفظ کو صحیح جانتے ہوئے پڑھتا ہو، مثلاً لفظ ''عبدُہ'' کو تشہد میں ''عبدَہ'' جان کر پڑھتا ہو اور بعد میں پتہ چلے کہ غلط تھا تو ضروری نہیں ہے، نماز کو دوبارہ پڑھے۔زز۔

٦۔ درج ذیل مواقع پر نماز گزار کو پہلی اور دوسری رکعت میں سورہ نہیں پڑھنا چاہئے اور صرف حمد پڑھنا کافی ہے:الف: نماز کا وقت تنگ ہو۔ب: سورہ نہ پڑھنے پر مجبور ہو، مثلاً ڈر ہوکہ اگر سورہ پڑھے تو چور، درندہ یا کوئی اور چیز اسے نقصان پہنچائے[3]۔

---

[1] توضیح المسائل،م ۹۹۵

[2] توضیح المسائل،م ۹۹۷

[3] توضیح المسائل،م ۹۷۹.

ز۔ (گلپائیگانی) احتیاط لازم یہ ہے کہ نماز کو با جماعت پڑھے (مسئلہ ۱۰۰۶) زز۔ (گلپائیگانی) (اراکی) دوبارہ پڑھنا چاہئے۔ (مسئلہ ۱۰۱۰)

۷۔ وقت کی تنگی کے موقع پر تسبیحات اربعہ کو ایک مرتبہ پڑھیں۔

قرأت کے بعض مستحبات

۱۔ پہلی رکعت میں حمد سے پہلے ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' پڑھنا۔

۲۔ ظہر و عصر کی نماز کی پہلی اور دوسری رکعت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کو بلند آواز میں پڑھنا۔

۳۔ حمد اور سورہ کو رک رک کر پڑھنا اور آیت کے آخر پر وقف کرنا، یعنی اسے بعد والی آیت سے ملا کر نہ پڑھنا۔

۴۔ حمد اور سورہ کو پڑھتے وقت ان کے معنی کی طرف توجہ رکھنا۔

۵۔ تمام نمازوں میں پہلی رکعت میں سورۂ ''انا انزلناہ'' اور دوسری رکعت میں سورہ ''قل ھواللہ احد'' پڑھنا۔

ذکر: واجبات رکوع اور سجدہ میں ایک ذکر ہے، یعنی ''سبحان اللہ'' یا ''اللہ اکبر'' یا ان جیسا کوئی اور ذکر پڑھنا، ان کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔

سبق ۱۷ کا خلاصہ

۱۔ قرأت، سے مراد ہے نماز کی پہلی اور دوسری رکعت میں ''حمد'' اور قرآن مجید کا کوئی دوسرا سورہ اور نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورہ حمد یا تسبیحات اربعہ پڑھنا۔

۲۔ نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت کی قرأت کو آہستہ پڑھنا چاہئے۔

۳۔ مردوں کو نماز صبح اور مغرب و عشا کی پہلی اور دوسری رکعت میں حمد و سورہ کو بلند آواز سے پڑھنا چاہئے ۔

۴۔ نماز ظہر و عصر میں حمد و سورہ کو آہستہ پڑھنا چاہئے۔

۵۔ وقت کی تنگی اور مجبوری کی حالت میں سورہ نہ پڑھے اور تسبیحات اربعہ کو بھی ایک ہی بار پڑھے۔

۶۔ اگر انسان کسی لفظ کو صحیح جان کر نماز کو اسی طرح پڑھے اور بعد میں پتہ چلے کہ وہ لفظ غلط تھا تو ضروری نہیں کہ نماز کو دوبارہ پڑھے۔

۷۔ انسان کو چاہئے نماز کو صحیح طور پر سیکھ لے تاکہ غلط نہ پڑھے۔

سوالات؟

۱۔ قرأت کیا ہے؟وضاحت کیجئے۔؟

۲۔ کیا آپ نے اب تک کسی کے پاس قرأت کی ہے؟اگر جواب منفی ہے تو قرأت کو کسی استاد کے پاس جا کر اس کی اصلاح کیجئے۔؟

۳۔ کیا تسبیحات اربعہ کو بلند آواز میں پڑھا جا سکتا ہے؟

۴۔ کیا حمد اور سورہ کو نماز میں بلند آواز سے پڑھنا واجب ہے؟

۵۔ ایک مرد نے صبح، مغرب اور عشا کی نماز میں اب تک حمد اور سورہ کو آہستہ پڑھا ہے گزشتہ نمازوں کے بارے میں اس کی تکلیف کیا ہے؟

۶۔ کیا آپ کی نماز میں اب تک کوئی غلطی تھی جس کے بارے میں آپ اب متوجہ ہوئے ہیں؟

۷۔ کس موقع پر نماز گزار کو سورہ نہیں پڑھنا چاہئے اور تسبیحات اربعہ کو بھی ایک ہی مرتبہ پڑھنا چاہئے؟

سبق نمبر۱۸

واجبات نماز

رکوع

۱نماز گزار کو ہر رکعت میں قرأت کے بعد اس قدر خم ہونا چاہئے کہ اس کے ہاتھ زانو تک پہنچ جئیں اور اس عمل کو ''رکوع'' کہتے ہیں

ذکر رکوع: رکوع میں، جو بھی ذکر پڑھا جائے کافی ہے، لیکن احتیاط واجب ہے کہ تین مرتبہ ''سبحان اللہ'' یا ایک مرتبہ ''سبحان ربیّ العظیم و بحمدہ'' سے کم تر نہ ہو[۱]۔

رکوع میں بدن کا سکون میں ہونا۔۱۔ رکوع میں واجب ذکر پڑھنے کی مقدار میں بدن سکون میں ہونا چاہئے[۲]۔

۲۔ اگر رکوع کی مقدار میں خم ہوکر بدن کے سکون پانے سے پہلے عمداً ذکر رکوع پڑھا جائے۔ زتونماز باطل ہے[۳]۔

۳۔ اگر واجب ذکر تمام ہونے سے پہلے، رکوع سے عمداً سر اٹھایا جائے تو نماز باطل ہے[۴]۔

---

[۱] توضیح المسائل، م ۱۰۲۸

[۲] توضیح المسائل م ۱۰۳۰

[۳] توضیح المسائل م ۱۰۳۲

[۴] توضیح المسائل م۱۰۳۳۔

رکوع کے بعد بلند ہونا او رآرام پاناذکر رکوع ختم ہونے کے بعد بلند ہونا چاہئے اور اس کے بعد بدن آرام پائے اور پھر سجدہ میں جانا چاہئےاور اگر بلند ہونے سے پہلے یا بلند ہوکر آرام پانے سے پہلے عمدا سجدہ میں جائے تو نماز باطل ہے

(اراکی) شرط ہے کہ اسی قدر ہو (مسئلہ ۱۲۰) (گلپائیگانی): تین بار سبحان اللہ کے برابر ہونا چاہئے۔ (مسئلہ ۱۰۳۷)

ز۔ (گلپائیگانی) بدن آرام پانے کے بعد دوبارہ ذکر رکوع پڑھا جائے،اور احتیاط لازم کے طور پر نماز کو تمام کرے دوبارہ پڑھے،اگر پہلے ذکر پر اکتفاء کرے تو نماز باطل ہے۔ (م۱۰۴۱)

معمول کے مطابق رکوع انجام دینے میں معذور شخص کا فریضہ:

۱۔جو شخص رکوع میں خم نہیں ہوسکتا ،اسے اسی قدر خم ہونا چاہئے جتنا ممکن ہو۔ز

۲۔جو بالکل خم نہیں ہوسکتا ززاسے بیٹھ کر رکوع کرنا چاہئے۔

۳۔ جو بیٹھ کر بھی رکوع نہ بجا لاسکتا ہو اسے نماز کھڑے ہو کر پڑھنا چاہئےاور رکوع کے لئے سر سے اشارہ کرے۔

رکوع کے بعض مستحبات

۱۔ مستحب ہے ذکر رکوع کو تین یا پانچ یا سات مرتبہ یا اس سے زیادہ پڑھے۔

۲۔ مستحب ہے رکوع میں جانے سے پہلے سیدھا کھڑے ہوکر تکبیر کہے۔

۳۔ مستحب ہے رکوع کی حالت میں اپنے دوپاؤں کے درمیان زمین پر نگاہ کرے۔

۴۔ مستحب ہے ذکر رکوع سے پہلے اور اس کے بعد درود بھیجے۔

۵۔ مستحب ہے رکوع کے بعد جب کھڑا ہو اور بدن سکون میں آجائے تو ''سمع اللہ لمن حمدہ''

ہے[۱]۔

سجود

۱۔ نماز گزار کو واجب اور مستحب نمازوں کی ہر رکعت میں، رکوع کے بعد دو سجدے بجالانے چاہئیں[۲]۔

(ز۔ (گلپائیگانیؒ) اس صورت میں احتیاط لازم ہے کہ نماز کو دوبارہ پڑھے اور رکوع بیٹھے ہوئے انجام دے، اگر بالکل خم نہ ہو سکے تو بیٹھ جائے اور رکوع بجالائے احتیاط لازم یہ ہے کہ ایک اور نماز پڑھے اور رکوع کو اشارہ سے بجالائے۔ (م ۱۰۴۵)

زز۔ (خوئی) رکوع کے لئے سر سے اشارہ کرے۔(م ۱۰۴۵)

۲۔پیشانی، دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور پاؤں کے دونوں انگوٹھوں کے سرے زمین پر رکھنے کو سجدہ کہتے ہیں۔ واجبات سجدہ کی تفصیلات آئندہ سبق میں بیان ہوں گی۔

---

[۱] توضیح المسائل م ۱۰۴۳

[۲] توضیح المسائل م ۱۰۴۵۔

سبق: ۱۸کا خلاصہ

۱۔ نماز کی ہر رکعت میں،قرأت کے بعد لازم ہے کہ ایک رکوع بجالایا جائے۔

۲۔رکوع کا مطلب یہ ہے کہ اس قدر خم ہونا کہ اس کے دونوں ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

۳۔واجبات رکوع مندرجہ ذیل ہیں:۔

مذکورہ بالاحد تک خم ہونا۔

ذکر پڑھتے وقت بدن کا سکون کی حالت میں ہونا۔۔

رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا۔

۴۔احتیاط مستحب ہے کہ ذکر رکوع تین مرتبہ ''سبحان اللہ'' یا ایک مرتبہ ''سبحان ربی العظیم و بحمدہ'' سے کم نہ ہو۔

۵۔ ذکر رکوع کو بدن کے سکون کی حالت میں پڑھنا چاہئے، رکوع میں جاتے یا رکوع سے بلند ہوتے ہوئے نہیں پڑھنا چاہئے۔

۶۔جو شخص کھڑے ہو کر رکوع بجالانے سے معذور ہو، اسے بیٹھ کر رکوع کرنا چاہئے اور اگر بیٹھ کر بھی رکوع نہ کر سکے تو، سر کے اشارہ سے رکوع بجالائے۔

۷۔نماز گزار کو رکوع کے بعد دو سجدے بجالانے چاہئیں۔

۸۔ سجدہ میں پیشانی، ہاتھوں کی ہتھیلیاں، گھٹنے اور پاؤں کے انگوٹھوں کے سرے زمین پر ہونے چاہئیں۔

سوالات؟

۱۔ رکوع اور ذکر رکوع میں کیا فرق ہے؟

۲۔حالت رکوع میں ٹھہرنے کی مقدار کتنی ہے؟

۳۔کیا رکوع کے بعد کھڑا ہونا واجب ہے؟

۴۔ سجدہ کی تعریف کیجئے، سجدہ واجبات نماز کا کونسا حصہ ہے؟

۵۔واجبات سجدہ کے چار مواقع بیان کیجئے۔؟

سبق نمبر ۱۹

واجبات سجدہ

ذکر:ذکر سجدہ میں جو بھی ذکرپڑھا جائے کافی ہے لیکن احتیاط واجب زیہ ہے کہ تین مرتبہ سجان اللہ یا ایک مرتبہ '' سجان ربی الاعلی وبحمدہ '' سے کم تر نہ ہو[1]۔قرار:

۱۔ سجدہ میں ذکر سجدہ پڑھنے کے بقدر بدن کا سکون میں ہونا ضروری ہے[2]۔

۲۔اگر پیشانی زمین پر پہنچنے سے پہلے عمداًذکر پڑھاجائے تو نماز باطل ہے۔ززاور اگر بھولے سے ایسا کیا ہوتو دوبارہ سکون کی کی حالت میں ذکر پڑھے[3]۔

ز۔(اراکی) شرط ہے کہ اس سے کمتر نہ ہو (مسئلہ ۱۰۴۱)

زز۔پیشانی کے زمین پر پہنچنے اوربدن کے آرام پانے کے بعد دوبارہ ذکر پڑھیں اور احتیاط لازم کی بناپر نماز کو تمام کرکے اسے دوبارہ پڑھے (م۱۰۶۰)

---

[1]توضیح المسائل م ۱۰۴۹

[2]توضیح المسائل،م ۱۰۵۰

[3]توضیح المسائل م ۱۰۱۵و ۱۰۵۲

سجدہ سے سر کو اٹھانا

۱۔ پہلے سجدہ کا ذکر تمام ہونے کے بعد سجدہ سے سر اٹھا کر ایسے بیٹھنا چاہئے کہ بدن آرام و قرار پائے او پھر دوسرے سجدہ میں جائے[۱]۔

۲۔ اگر ذکر تمام ہونے سے پہلے عمداً سر کو سجدہ سے اٹھائے تو نماز باطل ہے[۲]۔

سات عضو کا زمین پر ہونا

۱۔ اگر ذکر سجدہ پڑھتے وقت سات اعضا میں سے کسی ایک کو عمداً زمین سے بلند کرے تو نماز باطل ہوگی زلیکن ذکر میں مشغول نہ ہونے کی صورت میں اگر پیشانی کے علاوہ کسی ایک عضو کو زمین سے اٹھا کر پھر زمین پر رکھے تو کوئی حرج نہیں[۳]۔

۲۔ اگر پاؤں کے انگوٹھوں کے علاوہ دوسری انگلیاں بھی زمین پر ہوں تو کوئی حرج نہیں[۴]۔

---

[۱] توضیح المسائل م ۱۰۵۶

[۲] توضیح المسائل، م ۱۰۵۲

[۳] توضیح المسائل م ۱۰۵۴

[۴] تحریر الوسیلہ ج ۱، م ۲، والعروۃ الوثقی، ج ۱، ص ۶۷۶، م ۷

سجدہ کی جگہ کا ہموار ہونا

۱۔ نماز گزار کی پیشانی کی جگہ اس کے گھٹنوں کی جگہ سے چار انگلیوں کے برابر بلند یا پست نہیں ہونی چاہئے

ز۔ گلپائیگانی) احتیاط لازم یہ ہے کہ تمام اعضاء کے آرام پانے کے بعد ذکر واجب کو دوبارہ پڑھے اور نماز کو تمام کرکے پھر سے پڑھے (مسئلہ ۱۰٦۳)

۲۔ احتیاط واجب ہے کہ نماز گزار کی پیشانی کی جگہ پاؤں کی انگلیوں کی جگہ سے بھی چار انگلیوں کے برابر بلند اور پست نہ ہونی چاہئے[1]۔

پیشانی کو ایسی چیز پر رکھنا جس پر سجدہ جائز ہے

۱۔ سجدہ میں پیشانی کو زمین پر یا زمین سے اگنے والی ہر اس چیز پر رکھنا چاہئے جو کھانے پینے یا پہننے میں استعمال نہ ہوتی ہو[2]۔

۲۔ جن چیزوں پر سجدہ جائز ہے، ان کے نمونے حسب ذیل ہیں:۔ مٹی ۔پتھر۔ پختہ ٹیرز۔ چونا۔ لکڑی۔ گھاس

سجدہ کے احکام

۱۔ معدن سے حاصل ہونے والی چیزوں، جیسے سونا ، چاندی، عقیق اور فیروزہ وغیرہ پر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے[3]۔

ز۔ (خوئی ۔اراکی) پست تر یا بلند تر نہ ہونی چاہئے۔ (مسئلہ ۱۰٦٦)

زز۔ (اراکی۔ گلپائیگانی) چونا،گچ اور پختہ مٹی پر سجدہ جائز نہیں ہے (مسئلہ ۱۰۹۰)

---

[1] توضیح المسائل م ۱۰۵۷

[2] توضیح المسائل م ۱۰۷٦

[3] توضیح المسائل م ۱۰۷٦

۲۔ خدا کے علاوہ کسی اور کے لئے سجدہ کرنا حرام ہے[1]۔

۳۔ زمین سے اگنے والی ان چیزوں پر سجدہ صحیح ہے جو حیوانوں کی خوراک ہو جیسے گھاس پھوس[2]۔

۴۔ کاغذ پر سجدہ صحیح ہے اگرچہ وہ کپاس اور اس جیسی چیزوں سے بنا ہو[3]۔

۵۔ سجدہ کے لئے سب سے بہتر چیز تربت حضرت سید الشہدا علیہ السلام ہے اور اس کے بعد ترتیب کے ساتھ مندرجہ ذیل چیزیں ہیں: ۔ مٹی ۔ پتھر ۔ گھاس[4]

۶۔ اگر پہلے سجدہ میں سجدہ گاہ پیشانی سے چپک جائے اور سجدہ گاہ کو الگ کئے بغیر دوسرے سجدہ میں جائے تو نماز باطل ہے[5]۔

معمول کے مطابق سجدہ انجام دینے میں معذور شخص کا فریضہ

۱۔ جو شخص اپنی پیشانی کو زمین پر رکھنے سے معذور ہو، اسے اس قدر خم ہونا چاہئے جتنا وہ ہو سکے اور سجدہ گاہ کو ایک بلند جگہ، جیسے تکیہ وغیرہ پر رکھ کر سجدہ کرے، لیکن ہاتھوں کی ہتھیلیوں، گھٹنوں اور پاؤں کے

ز۔ (گلپائیگانی) کپاس سے بنے کاغذ یا اس کے مانند نیز کاغذ پر بھی سجدہ کرنے میں اشکال ہے جس کے بارے معلوم نہ ہوکہ سجدہ کے صحیح ہونے کی چیز سے بنا ہے یا نہ۔ انگوٹھوں کو معمول کے مطابق زمین پر رکھنا چاہئے[1]۔

---

[1] توضیح المسائل، م ۱۰۹۰

[2] توضیح المسائل، م ۱۰۷۸۔

[3] توضیح المسائل، م ۱۰۸۲

[4] توضیح المسائل، م ۱۰۸۳

[5] توضیح المسائل، م ۱۰۸۶۔

۲۔ اگر خم نہ ہوسکتا ہو تو سجدہ کے لئے بیٹھ جائے اور سر سے اشارہ کرے[۲]،

لیکن احتیاط واجب ہے کہ سجدہ گاہ کو اوپر اٹھا کر پیشانی کو اس پر رکھے۔

بعض مستحبات سجدہ

۱۔ درج ذیل مواقع پر مستحب ہے تکبیر کہی جائے:۔رکوع کے بعد اور سجدۂ اول سے پہلے۔

۔ پہلے سجدہ کے بعد بیٹھ کر جب بدن سکون کی حالت میں ہو۔ دوسرے سجدے کے پہلے، جبکہ بیٹھا ہو اور بدن سکون میں ہو۔ دوسرے سجدے کے بعد۔

۲۔ طولانی سجدے بجالانا مستحب ہے۔

۳۔ پہلے سجدہ کے بعد بیٹھ کر بدن کے سکون میںآنے کے بعد ''استغفر اللہ ربی واتوب الیہ'' پڑھنا مستحب ہے۔

۴۔ سجدوں میں درود بھیجنا مستحب ہے[۳]۔

---

[۱] توضیح المسائل،م ۱۰۶۸۔

[۲] توضیح المسائل،م ۱۰۶۹

[۳] توضیح المسائل،م ۱۰۹۱،۳۔

سبق:۱۹کا خلاصہ

۱۔ احتیاط واجب کی بنا پر، ذکر رکوع ''سبحان ربی الاعلی و بحمدہ ''ایک مرتبہ یا تین ''سبحان اللہ ''تین مرتبہ سے کم نہ ہو۔

۲۔ پورے ذکر رکوع کو اس حالت میں پڑھنا چاہئے جب بدن سکون میں ہو سجدہ میں پیشانی، دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے، دونوں پاؤں کے انگوٹھوں کے سرے زمین پر ہونا ضروری ہے۔

۴۔ سجدہ کی جگہ مسطح اور ہموار ہونا ضروری ہے اور ملی ہوئی چار انگلیوں سے بلند یا پست نہیں ہونی چاہئے۔

۵۔ لکڑی، مٹی،پتھر،ڈھیلے اور پختہ مٹی پر سجدہ صحیح ہے۔

٦۔ زمین سے اگنے والی ان چیزوں پر، جنھیں انسان،خوراک اور پوشاک میں استعمال کرتا ہے سجدہ کرنا صحیح نہیں ہے۔

۷۔ سجدہ کے لئے سب سے بہتر چیز تربت حضرت سید الشھداء علیہ السلام ہے۔

سوالات؟

۱۔ سجدہ کی وضاحت کیجئے اور بتائیے کہ یہ کن واجبات نماز میں سے ہے؟

۲۔ ذکر سجدہ کی واجب مقدار بیان کیجئے؟

۳۔ دو سجدوں کے درمیان موالات کیا ہے؟ وضاحت کیجئے۔

۴۔ لکڑی، بادام کے چھلکے، سیب کے جھلکے اور سنگترے کے چھلکے پر سجدہ کا کیا حکم ہے؟

۵۔ کاغذ اور ماچس کی ڈبی پر سجدہ کا کیا حکم ہے؟

٦۔ جو شخص معمول کے مطابق سجدہ انجام نہ دے سکتا ہو، اس کا کیا فریضہ ہے؟

سبق نمبر ۲۰

واجبات نماز کے احکام

قرآن مجید کا واجب سجدہ

۱۔ قرآن مجید کے چار سوروں میں آیۂ سجدہ ہے۔ اگر انسان اس آیت کی تلاوت کرے یا کوئی اور اس کی تلاوت کرتا ہو، اس کو سنے، تو اس آیت کے تمام ہونے کے فوراً بعد سجدہ انجام دینا چاہئے[1]!

۲۔ اگر سجدہ کرنا بھول جائے تو جب یاد آئے سجدہ کرنا چاہئے ۔ اگر آیہ سجدہ کو ٹیپ ریکارڈ سے سنیں تو سجدہ کرنا لازم نہیں ہے[2]۔ ز

۳۔ اگر آیۂ سجدہ کو لاؤڈ اسپیکر یا ریڈیو یا ٹیلی ویژن سے، چنانچہ خود انسان کی آواز ہو اور ٹیپ سے استفادہ نہ ہو رہا ہو، یعنی آواز نشر ہونے کے وقت کوئی شخص اس آیت کو پڑھ رہا ہو اور یہ وسیلہ صرف اس کی آواز کو پہنچاتا ہو تو سجدہ کرنا واجب ہے[3]۔

۴۔ ان آیات کے لئے سجدہ کرتے وقت اپنی پیشانی کو ایسی چیز پر رکھنا چاہئے جس پر سجدہ کرنا جائز ہے، البتہ سجدہ کے دیگر شرائط کی رعایت کرنا ضروری نہیں ہے[4]۔ ۔ زز

۷۔ اس سجدہ میں ذکر پڑھنا واجب نہیں ہے، لیکن مستحب ہے[1]۔

---

[1] توضیح المسائل، م ۱۰۹۳

[2] توضیح المسائل، م ۱۰۹۶

[3] توضیح المسائل، م ۱۰۹۶

[4] توضیح المسائل ۱۰۹۹

تشہد

دوسری رکعت اور واجب نمازوں کی آخری رکعت میں، نماز گزار کو دوسرے سجدے کے بعد بیٹھنا چاہیئے اور بدن کے سکون میں آنے کے بعد تشہد پڑھنا چاہیئے، یعنی کہے '':أَشْهَدُ أَن لَاإِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ ''.(۵)

ز۔ (گلپائیگانی) اگر آیہ سجدہ ریڈیو یا لاؤڈ اسپیکر سے پڑھی جائے اور اسے سنے تو سجدہ کرنا چاہیئے۔ (مسئلہ ۱۱۰۲)

(اراکی) اگر ٹیپ رکارڈ جیسی چیز سے آیت کو سنے، تو احتیاط واجب کی بنا پر سجدہ کرنا چاہیئے۔ لیکن اگر لاوڈ اسپیکر جس سے انسان کی آواز پہنچائی جاتی ہے، سنے تو واجب ہے سجدہ بجالائے۔ (مسئلہ ۱۰۸۸)

زز (تمام مراجع) سجدہ کے بعض شرائط کی رعایت کرنا لازم ہے، تفصیلات کے لئے مسئلہ ۱۰۸۹ ملاحظہ فرمائیں۔

سلام

۱۔ ہر نماز کی آخری رکعت میں تشہد کے بعد سلام پڑھنا چاہیئے اور نماز کو تمام کرنا چاہیئے۔

۲۔ سلام کی واجب مقدار ان دو میں سے ایک سلام ہے:

السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین زالسلام علیکم ورحمتاللہ وبرکاتہ[2] (۱)

۳۔ ان دو سلاموں سے پہلے یہ کہنا مستحب ہے: السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنی تینوں سلاموں کو پڑھے[1] (۲)

---

[1] توضیح المسائل، م ۱۱۰۰

[2] توضیح المسائل، م ۱۱۰۵

ترتیب

:نماز کو اس ترتیب کے ساتھ پڑھنا چاہئے: تکبیرۃ الاحرام، قرأت، رکوع، سجود اور دوسری رکعت میں سجدوں کے بعد، تشہد پڑھے اور آخری رکعت میں سجدوں کے بعد، تشہد پڑھے اور آخری رکعت میں، تشہد کے بعد، سلام پھیرنا۔

موالات

۱۔ موالات، یعنی نماز کے اجزاء کو یکے بعد دیگرے انجام دینا اور ان کے درمیان فاصلہ نہ ڈالنا۔

۲۔ اگر اجزائے نماز کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ کہا جائے یہ شخص نماز نہیں پڑھتا ہے، تو اس کی نماز باطل ہے[۲]۔

(ز۔ (گلپائیگانی) اگر اس سلام کو کہے، تو احتیاط واجب یہ ہے کہ اس سلام کے بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کو بھی پڑھے۔ (مسئلہ ۱۱۱۴) ۳۔ رکوع و سجود میں طول دینا اور لمبے سورے پڑھنا موالات کو نہیں توڑتا[۳]۔

قنوت

۱۔ نماز کی دوسری رکعت میں حمد و سورہ پڑھنے کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے، قنوت پڑھنا مستحب ہے۔ یعنی ہاتھوں کو بلند کرکے اپنے چہرہ کے مقابل لائے اور کوئی دعا یا ذکر پڑھے[۴]۔

---

[۱] توضیح المسائل، م ۱۱۰۵

[۲] توضیح المسائل، م ۱۱۱۴

[۳] توضیح المسائل، م ۱۱۱۶

[۴] توضیح المسائل، م ۱۱۱۸

۲۔ قنوت میں کوئی بھی ذکر پڑھ سکتے ہیں، حتی ایک بار ''سبحان اللہ ''کہنا کافی ہے اور درج ذیل دعا بھی پڑھ سکتا ہے: رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَفِی الْآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ[1]

تعقیب نماز

۱۔ نماز کی بحث میں تعقیب کے معنی نماز کے اختتام پر سلام پھیرنے کے بعد ذکر، دعا اور قرآن مجید پڑھنے میں مشغول ہونا ہے۔

۲۔ ضروری نہیں ہے تعقیب عربی میں ہو، لیکن بہتر ہے دعا کی کتابوں میں ذکر شدہ چیزوں کو پڑھا جائے۔

۳۔ تسبیح حضرت زہرا سلام اللہ علیہا یعنی: ۳۴ ''مرتبہ اللہ اکبر''، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ'' اور ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ'' پڑھنا مستحب ہے[2]۔

سبق: ۲۰ کا خلاصہ

۱۔ سورۂ حمٓ سجدہ، فصّلت، نجم اور علق میں سجدے کی آیات ہیں، ان آیات کو پڑھنے یا سننے پر سجدہ واجب ہوتا ہے۔

۲۔ ٹیپ ریکارڈ سے سجدہ کی آیت سننے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا ہے۔ لیکن اگر لاؤڈ اسپیکر، ریڈیو یا ٹیلی ویژن سے براہ راست (ریکارڈ شدہ آواز کے بغیر) کسی انسان کی آواز نشر ہوتی ہو تو سجدہ واجب ہے۔

۳۔ دوسری رکعت اور نماز کے اختتام پر تشہد پڑھنا واجب ہے۔

۴۔ سلام، نماز کا خاتمہ ہے اور آخری رکعت میں تشہد کے بعد پڑھا جاتا ہے۔

---

[1] توضیح المسائل، م ۱۱۱۷

[2] توضیح المسائل، م ۱۱۲۲۔

۵۔اجزائے نماز کی ترتیب کی رعایت کرنا واجب ہے۔

٦۔نماز کے بنیادی اجزاء کی ترتیب درج ذیل ہے: تکبیرۃ الاحرام،قرأت، رکوع، سجود اور دوسری رکعت میں دوسجدوں کے بعد تشہد پڑھنا اور نماز کی آخری رکعت میں تشہد کے بعد سلام پھیرنا۔

۷۔اجزائے نماز کو یکے بعد دیگرے انجام دینا چاہئے اگر ان کے درمیان زیادہ فاصلہ ہوجائے تو نماز باطل ہے.

سوالات؟

۱۔قرآن مجید سے واجب سجدہ والی آیات کو لکھئے؟

۲۔نماز میں تشہد کی جگہ کو بیان کیجئے؟

۳۔نماز کی واجب اور مستحب مقدار کو بیان کیجئے؟

۴۔ترتیب وموالات کے درمیان فرق کو بیان کیجئے؟

۵۔قنوت کے بارے میں سبق میں ذکر شدہ دعا کے علاوہ کسی اور دعا کو لکھئے؟

سبق نمبر۲۱

مبطلات نماز

جب نماز گزار تکبیرۃ الاحرام کہتا ہے اور نماز کو شروع کرتا ہے تو اس کے خاتمہ تک بعض کام اس پر حرام ہوجاتے ہیں، چنانچہ اگر نماز میں ان میں سے کوئی کام انجام دے تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی،ان میں سے اہم امور حسب ذیل ہیں:۔کھانا اور پینا۔۔بات کرنا۔۔ہنسنا۔ ۔رونا۔۔قبلہ کی طرف سے رخ موڑنا۔۔ارکان نماز میں کمی وبیشی کرنا۔۔نماز کی حالت کو توڑنا۔(۱)(۱)توضیح المسائل،م ۱۱۲۶.

مبطلات نماز کے احکام

بات کرنا :۱۔اگر نماز گزار عمداً کوئی لفظ کہیز اور اس کے ذریعہ کسی معنی کو پہنچانا چاہے تو اس کی نماز باطل ہے[1]۔

۲۔اگر نماز گزار عمداً کوئی لفظ کہے اور یہ لفظ دو یا دو سے زائد حروف پر مشتمل ہو،اگرچہ اس کے ذریعہ کسی معنی کو پہنچانا مقصد نہ ہو،احتیاط واجب کی بنا پر اسے نماز دوبارہ پڑھنی چاہئے[2]۔۔زز

۳۔نماز میں کسی کو سلام نہیں کرنا چاہئے لیکن اگر کسی نے نماز گزار کو سلام کیا تو واجب ہے اس کا جواب دیدے اور چاہئے کہ سلام کو مقدم قرار دے.مثلاً کہے ''؛السلام علیک''یا ''السلام علیکم'' ,''علیکم السلام''نہ کہے!(۳)۔ززز

---

[1]توضیح المسائل،ص۱۵۴

[2]توضیح المسائل،م ۱۵۴.

ہنسا اور رونا: ا۔اگر نماز گزار عمداً قہقہہ لگا کر ہنسے، تو اس کی نماز باطل ہے۔ ۲۔ مسکرانے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

(۳) ز۔ (گلپائیگانی، اراکی) اگر وہ لفظ دو حرف یا اس سے زیادہ ہو تو (توضیح المسائل ص ۱۹۹) زز۔ (خوئی) اس کی نماز باطل نہیں ہے لیکن نماز کے بعد سجدہ سہو بجالانا لازم ہے (مسئلہ ۱۱۴۱) ززز۔

(اراکی۔ گلپائیگانی) اسی صورت میں جواب دینا چاہئے جیسے اس نے سلام کیا ہو لیکن ''علیکم السلام'' کے جواب میں ''سلام علیکم'' کہنا چاہئے (مسئلہ ۱۱۴۶)۔

(خوئی) احتیاط واجب کی بناء پر اسی صورت میں جواب دینا چاہئے کہ جیسے اس نے سلام کیا ہو لیکن ''علیکم السلام'' کے جواب میں جس طرح چاہے جواب دے سکتا ہے۔

۳۔اگر نماز گزار کسی دنیوی کام کے لئے عمداً آواز کے ساتھ، روئے تو اس کی نماز باطل ہے۔

۴۔آواز کے بغیر رونے، خوف خدا یا آخرت کے لئے رونے سے، اگرچہ آواز کے ساتھ ہو، نماز باطل نہیں ہوتی۔ز

توضیح المسائل، م۱۱۳۷۔

قبلہ کی طرف سے رخ موڑنا

۱۔اگر عمداًاس درجہ قبلہ سے رخ موڑ لے کہ کہا ائے وہ قبلہ رخ ہیں ہے، تو نماز باطل ہے۔

۲۔ اگر بھولے سے پورے رخ کو قبلہ کے دائیں یا بائیں طرف موڑلے زز، تو احتیاط واجب ہے کہ نماز کو دوبارہ پڑھے، لیکن اگر پوری طرح قبلہ کے دائیں یا بائیں طرف منحرف نہ ہوا ہو تو نماز صحیح ہے[1]۔

نماز کی حالت کو توڑنا

۱۔اگر نماز گزار نماز کے دوران کوئی ایسا کام انجام دے جس سے نماز کی اتصالی حالت (ہیئت) ٹوٹ جائے ،مثلاًمبطلات نماز کا ساتواں اور آٹھواں نمبر،تالی بجانا اور اچھل کود کرنا وغیرہ،اگرچہ سہواً بھی ایسا کام انجام دے تو نماز باطل ہے[2]۔

۲۔اگر نماز کے دوران اس قدر خاموش ہوجائے کہ دیکھنے والے یہ کہیں کہ نماز نہیں پڑھ رہا ہے تو نماز باطل ہے۔ مبطلات نماز کا ساتواں اور آٹھواں نمبر (.توضیح المسائل،م ۱۱۵٦.نویں مبطلات نماز (۳)توضیح المسائل،م ۱۱۵۲.

ز۔(تمام مراجع)احتیاط واجب ہے کہ دنیوی کام کے لئے آواز کے بغیر بھی نہ روئے، (توضیح المسائل ص ۲۰۹)

زز۔(گلپائیگانی) اگر سر کو قبلہ کے دائیں یا بائیں طرف موڑلے اور عمدا ہویا سہواًنماز باطل نہیں ہوگی۔ لیکن مکروہ ہے.(م ۱۱۴۰)

۳۔واجب نماز کو توڑنا حرام ہے،مگر مجبوری کے عالم میں،جیسے درج ذیل مواقع پر:۔حفظ جان۔حفظ مال۔۔مالی اور جانی ضرر کو روکنے کے لئے۔

---

[1] توضیح المسائل،م ۱۱۵٦

[2] توضیح المسائل،م ۱۱۳۱

۴۔ قرض کو ادا کرنے کے لئے نماز کو درج ذیل شرائط میں توڑ دے تو کوئی حرج نہیں: ۔قرضدار، قرض کو لینا چاہتا ہو۔ ۔نماز کا وقت تنگ نہ ہو،یعنی قرض ادا کرنے کے بعد نماز کو بصورت ادا پڑھ سکے۔ ۔نماز کی حالت میں قرض کو ادا نہ کرسکتا ہو[۱]۔

۵۔ بے اہمیت مال کے لئے نماز کو توڑنا مکروہ ہے[۲]۔

وہ چیزیں جو نماز میں مکروہ ہیں

۱۔ آنکھیں بند کرنا۔

۲۔ انگلیوں اور ہاتھوں سے کھیلنا۔

۳۔ حمد یا سورہ یا ذکر پڑھتے ہوئے، کسی کی بات سننے کے لئے خاموش رہنا.

۴۔ ہر وہ کام انجام دینا جو خضوع و خشوع کو توڑنے کا سبب بنے۔

۵۔ رخ کو تھوڑا سا دائیں یا بائیں پھیرنا (چونکہ زیادہ پھیرنا نماز کو باطل کرتا ہے[۳]

---

[۱] توضیح المسائل، م ۱۱۵۹تا ۱۱۶۱

[۲] ۲)توضیح المسائل، م ۱۱۶۰

[۳] توضیح المسائل، م ۱۱۵۷

سبق ۲۱: کا خلاصہ

۱۔درج ذیل امور نماز کو باطل کردیتے ہیں:۔کھانا اور پینا۔بات کرنا۔ہنسنا۔رونا۔قبلہ سے رخ موڑنا۔ارکان نماز میں کمی و بیشی کرنا۔نماز کی حالت کو توڑنا۔

۲۔نماز میں بات کرنا،اگرچہ دو حرف والا ایک لفظ بھی ہو،نماز کو باطل کردیتا ہے.

۳۔قہقہہ لگا کر ہنسنا نماز کو باطل کردیتا ہے۔

۴۔بلند آواز میں دنیوی امور کے لئے رونا نماز کو باطل کردیتا ہے۔

۵۔اگر نماز گزار اپنے رخ کو پوری طرح دائیں یا بائیں طرف موڑلے یا پشت بہ قبلہ کرے تو نماز باطل ہوجائے گی۔

۶۔اگر نماز گزار ایسا کام کرے جس سے نماز کی حالت (ہیئت) ٹوٹ جائے تو،نماز باطل ہے۔

۷۔حفظ جان ومال اور قرض کو ادا کرنے کے لئے، جب قرضدار قرض کا تقاضا کرے اور وقت نماز میں وسعت ہو اور نماز کی حالت میں قرض ادا نہ کرسکتا ہو،نماز کو توڑنا اشکال نہیں ہے۔

سوالات؟

۱۔ کن امور سے نماز باطل ہو جاتی ہے؟

۲۔ اگر کوئی شخص نماز گزار کو نماز کی حالت میں سلام کرے تو اس کا فریضہ کیا ہے؟

۳۔ کس طرح کا ہنسنا اور رونا نماز کو باطل کر دیتا ہے؟

۴۔اگر نماز گزار متوجہ ہوجائے کہ ایک بچہ بخاری (ہیٹر سے مشابہ ایک چیز ہے) کے نزدیک جا رہا ہے اور ممکن ہے اس کا بدن جل جائے،کیا نماز کو توڑ سکتا ہے؟

۵۔ایک مسافر نماز کی حالت میں متوجہ ہوتا ہے کہ ریل گاڑی حرکت کرنے کے لئے تیار ہے کیا وہ ریل کو پکڑنے کے لئے نماز کو توڑ سکتا ہے؟

سبق نمبر ۲۲

اذان،اقامت اور نماز کا ترجمہ

اذان واقامت کا ترجمہ

اَللّٰہُ اَکْبَر خدا سب سے بڑا ہے۔ ۔اَشْہَدُ اَن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں گواہی دیتا ہوں کہ پروردگار کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔ ۔اَشْہَدُ اَن مُحَمَّداً رَسُولُ اللّٰہِ ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد خدا کے پیغمبر ہیں

۔اَشْہَدُ اَن عَلِیًا اَمِیرُ الْمُؤمِنِین وَلِیُّ اللّٰہِ ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ علی علیہ السلام مومنوں کے امیر اور لوگوں پر خدا کے ولی ہیں۔ ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلوٰۃ. نماز کی طرف جلدی کرو ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلاح .کامیابی کی طرف جلدی کرو۔ ۔ حَیَّ عَلیٰ خَیْرِ الْعَمَلِ بہترین کام کی طرف جلدی کرو۔ ۔قَدْ قَامَتِ الصَّلوٰۃ نماز قائم ہوگئی۔اَ

للّٰہ اَکْبَر خدا سب سے بڑا ہے۔ ۔لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پروردگار عالم کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔

نماز کا ترجمہ

تکبیرۃ الاحرام: ۔اَللّٰہُ اَکْبَر خدا سب سے بڑا ہے۔ حمد: ۔بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. خداوند رحمن و رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِین * سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو عالمین کا پالنے والا ہے۔ ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ * وہ عظیم اور دائمی رحمتوں والا ہے۔ Uمَالِکِ یَوْمِ الدِّینِ * روز قیامت کا مالک ومختار ہے۔ ۔ إِیَاکَ نَعْبُدُ وَإِیَاکَ نَسْتَعِین * پروردگارا. ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں: ۔اھدنا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیمَ *صِرَاطَ الَّذِینَ أَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ * ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرماتا رہ،جوان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے نعمتیں نازل کی ہیں۔

غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیہِمۡ وَلاَالضَّالّین(*) ان کا راستہ نہیں، جن پر غضب نازل ہوا ہے یا جو بھکے ہوئے ہیں:

سورہ :بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ خداوند رحمن و رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ قُلۡ ہُوَ اللہُ اَحَدٌ * اے رسول:! کہد یجئے کہ اللہ ایک ہے۔۔ اَللہُ الصَّمَدُ *اللہ برحق اور بے نیاز ہے۔۔ لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ *اس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ والد۔۔ وَلَمۡ یَکُنۡ لَہٗ کُفُواً اَحَدٌ۔اور نہ اس کا کوئی کفوو ہمسر ہے۔

ذکر رکوع:۔ سُبۡحَانَ رَبِّیَ العَظِیمِ وَبِحَمۡدِہِ اپنے پروردگار کی ستائس کرتا ہوں اور اسے آراستہ جانتا ہوں۔

ذکر سجود:۔ سُبۡحَانَ رَبِّیَ الاَعۡلٰی وَبِحَمۡدِہِ اپنے پروردگار کی (جو سب سے بلند ہے) ستائش کرتا ہوں اور آراستہ جانتا ہوں

تسبیحات اربعہ:۔ سُبۡحَانَ اللہِ وَالحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکۡبَرُ خداوند عالم پاک اور منزہ ہے، تمام تعریفیں خدا سے مخصوص ہیں پروردگار عالم کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور خدا سب سے بڑا ہے۔

تشہد:۔ ''أَشۡہَدُ أَنۡ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡکَ لَہٗ میں گواہی دیتا ہوں کہ پروردگار کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔۔وَاَشۡہَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ۔اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بندہ اور خدا کا بھیجا ہوا (رسول) ہے۔۔ أَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ.''خداوندا!: محمدؐ اور ان کے خاندان پر درود بھیج۔ سلام:۔اَلسَّلَامُ عَلَیۡکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَرَحۡمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔درود اور خدا کی رحمت و برکات ہو آپ پر اے پیغمبر اکرمؐ!۔ ا

لسَّلَامُ عَلَیۡنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللہِ الصَّالِحِیۡنَ. درود و سلام ہو ہم (نماز زاروں) پر اور خدا کے شائستہ بندوں پر۔۔ اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔سلام اور خدا کی رحمت و برکت آپ پر ہو۔

سوالات؟

۱۔اس جملہ کا ترجمہ کیجئے جو اقامت میں موجود ہے لیکن اذان میں نہیں ہے؟

۲۔ تسبیحات اربعہ کا ترجمہ کیجئے؟

۳۔ سبق میں مذکرہ سورہ کے علاوہ قرآن مجید سے ایک چھوٹے سورہ کو انتخاب کرکے اس کا ترجمہ کیجئے؟

۴۔نماز کے پہلے اور آخری جملہ کا ترجمہ کیا ہے؟

۵۔تکراری جملوں کو حذف کرنے کے بعد نماز کے کل جملوں کی تعداد (اذان واقامت کے علاوہ) کتنی ہے؟

سبق نمبر۲۳،۲۴

شکیات نماز

بعض اوقات ممکن ہے نماز گزار، نماز کے کسی حصے کوانجام دینے کے بارے میں شک کرے، مثلاً نہیں جانتا کہ اس نے تشہد پڑھا ہے یا نہیں، ایک سجدہ بجا لایا ہے یا دو سجدے،بعض اوقات نماز کی رکعتوں میں شک کرتا ہے، مثلاً نہیں جانتا اس وقت تیسری رکعت پڑھ رہاہے یا چوتھی۔

نماز میں شک کے بارے میں کچھ خاص احکام ہیں اور ان سب کا اس مختصر کتاب میں بیان کرنا امکان سے خارج ہے، لیکن خلاصہ کے طور پر اقسام شک اور ان کے احکام بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

نماز میں شک کی قسمیں

ا۔نماز کے اجزاء میں شک:الف: اگر نماز کے اجزاء کو بجالانے میں شک کرے،یعنی نہیں جانتا ہوکہ اس جزء کو بجالایا ہے یا نہیں، اگر اس کے بعد والاجزء ابھی شروع نہ کیا ہو،یعنی ابھی فراموش شدہ جزء کی جگہ سے نہ گزرا ہوتو اسے بجالانا چاہئے۔ لیکن اگر دوسرے جزء میں داخل ہونے کے بعد شک پیش آئے،یعنی محل شک جزء کی جگہ سے گزر گیا ہو، تو ایسے شک پر اعتبار کئے بغیر نماز کو جاری رکھے اور اس کی نماز صحیح ہے۔

ب: اگر نماز کے کسی جزء کے صحیح ہونے میں شک کرے،یعنی نہ جانتا ہوکہ نماز کے جس جزء کو بجالایا ہے، صحیح بجالایاہے،یا نہیں، اس صورت میں شک کے بارے میں اعتنا نہ کرے اور اس جزء کو صحیح مان کر نماز جاری رکھے اور اس کی نماز صحیح ہے۔

۲۔ رکعتوں میں شکوہ شک جو نماز کو باطل کرتے ہیں[1]: (ا)

ا۔ اگر دو رکعتی یا سہ رکعتی نماز جیسے صبح کی نماز یا مغرب کی نماز میں، رکعتوں میں شک پیش آئے تو نماز باطل ہے۔

۲۔ ایک اور ایک سے زیادہ رکعتوں میں شک کرنا، یعنی اگر شک کرے ایک رکعت پڑھی ہے یا زیادہ، نماز باطل ہے۔

۳۔ اگر نماز کے دوران یہ نہ جانتا ہو کہ کتنی رکعتیں پڑھ چکا ہے تو اسکی نماز باطل ہے۔

وہ شک جن کی پروانہ کرنی چاہئے[2]

ا۔ مستحبی نمازوں میں

۲۔ نماز جماعت میں ۔ ان دونوں کی وضاحت بعد میں کی جائے گی۔

۳۔ سلام کے بعد اگر نماز تمام کرنے کے بعد اس کی رکعتوں یا اجزاء میں شک ہوجائے تو ضروری نہیں ہے، نماز کو دوبارہ پڑھیں۔

۴۔ اگر نماز کا وقت گزرنے کے بعد شک کرے کہ نماز پڑھی یا نہیں؟ تو نماز کو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ۲(ز۔نماز کی رکعتوں میں شک کے اور مواقع ہیں چونکہ ان کا اتفاق کم ہوتا ہے لہٰذا ان کے بیان سے چشم پوشی کرتے ہیں مزید وضاحت کے لئے توضیح المسائل ۱۱۶۵تا۱۲۰۰ ملاحظہ کیجئے.

چار رکعتی نماز میں شک[3]: ۔قیام کی حالت میں ۔رکوع میں ۔رکوع کے بعد ۔سجدہ میں ۔ سجدوں کے بعد بیٹھنے کی حالت میں

---

[1] توضیح المسائل،م ۱۱۶۵

[2] توضیح المسائل،م ۱۱۶۸.

[3] توضیح المسائل،م ۱۱۹۹

نماز صحیح ہونے پر نماز گزار کا فریضہ

۲اور ۳ میں شک باطل ۔ز صحیح تین پربنا رکھ کر اور ایک رکعت نماز پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت نماز احتیاط کھڑے ہوکر یا دو رکعت بیٹھ کر بجالائے۔

(زز) ۲اور ۴ میں شک باطل صحیح چار پر بنا رکھ کر نماز تمام کرے اور اس کے بعد دو رکعت نماز احتیاط کھڑے ہو کر پڑھے۔۳اور ۴ میں شک صحیح چار پر بنا رکھ کر نماز تمام کرنے کے بعد ایک رکعت نماز احتیاط کھڑے ہوکر یا دو رکعت بیٹھ کر بجالائے۔

۴اور ۵ میں شک صحیح باطل لصحیح اگر قیام کی حالت میں شک پیش آئے، رکوع کئے بغیر بیٹھ جائے اور نماز تمام کرکے ایک رکعت نماز احتیاط کھڑے ہوکر یا دو رکعت بیٹھ کر پڑھے۔زززاور اگر بیٹھے ہوئے شک پیش آئے تو چار پر بنا رکھ کر نماز تمام کرکے دو سجدہ سہو بجالائے۔

یاددہانی

۱۔ جو کچھ نماز میں پڑھا یا انجام دیا جاتاہے وہ نماز کا حصہ یاایک جزء ہے۔

۲۔ اگر نماز گزار شک کرے کہ نماز کے کسی جزء کو پڑھا ہے یا نہیں، مثلاً شک کرے کہ دوسرا سجدہ بجالایا ہے یا نہیں، اگر دوسرے جزء میں داخل نہ ہوا ہو تو اس جزو کو بجالانا چاہئے، لیکن اگر بعد والے جزو میں داخل ہوا ہو تو شک کی پروانہ کرے، اس لحاظ سے اگر مثلاً، بیٹھے ہوئے، تشہد کو شروع کرنے سے پہلے شک کرے کہ ایک سجدہ بجالایا ہے یا دو، تو ایک اور سجدہ کو بجالانا چاہئے۔ لیکن اگر تشہد کے دوران یا کھڑے ہونے کے بعد شک کرے، تو ضروری نہیں ہے کہ سجدہ کو بجالائے بلکہ نماز کو جاری رکھے اور اس کی نماز صحیح ہے۔

۳۔ نماز کے اجزاء میں سے کسی جزء کو بجالانے کے بعد شک کرے، مثلاً حمد یا اس کے ایک لفظ کو پڑھنے کے بعد شک کرے کہ صحیح بجالایا ہے یا نہیں، اس شک پر توجہ نہ کرے اور ضروری نہیں اس کو دوبارہ بجالائے، بلکہ نماز کو جاری رکھے، صحیح ہے۔

۴۔ اگر مستحبی نمازوں کی رکعتوں میں شک کرے، تو دو پر بنا رکھنا چاہئے چونکہ نماز وتر کے علاوہ تمام مستحبی نمازیں دو رکعتی ہیں، اگر ان میں ایک اور دو یا دو اور بیشتر میں شک پیش آئے تو دو پر بنا رکھے، نماز صحیح ہے۔

۵۔ نماز جماعت میں، اگر امام جماعت شک کرے لیکن ماموم کو شک نہ ہو تو مثلاً اللہ اکبر کہہ کر امام کو مطلع کرے، امام جماعت کو اپنے شک پر اعتنا نہیں کرنا چاہئے، اور اسی طرح اگر ماموم نے شک کیا لیکن امام جماعت شک نہ کرے، تو جس طرح امام جماعت نماز کو انجام دے ماموم کو بھی اسی طرح عمل کرنا چاہئے اور نماز صحیح ہے۔

ز۔ حضرت آیت اللہ خوئی کے فتوی کے مطابق اگر ذکر سجدہ کے بعد شک پیش آئے اور حضرت آیت اللہ گلپائیگانی کے فتوی کے مطابق اگر شک ذکر واجب کے بعد پیش آئے تو شک کا حکم وہی ہے جو بیٹھنے کی حالت میں ہے۔ (مسئلہ ۱۱۹۹)

زز۔ (اراکی ۔ خوئی) احتیاط واجب کی بنا بر پر کھڑے ہو کر پڑھے (م۱۱۹۱) (گلپائیگانی) ایک رکعت کھڑے ہو کر پڑھے۔ (م۱۲۰۸)

ززز۔ (گلپائیگانی) اس صورت میں احتیاط لازم ہے کہ نماز کے بعد احتیاط کے طور پر دو سجدہ سہو بجالائے۔ (مسئلہ ۱۲۰۸)

٦۔ اگر نماز کو باطل کرنے والے شکیات میں سے کوئی شک پیش آئے، تو تھوڑی سی فکر کرنی چائے اور اگر کچھ یاد نہ آیا اور شک باقی رہا تو نماز کو توڑ کر دوبارہ شروع کرنا چاہئے۔

نماز احتیاط

۱۔ جن مواقع پر نماز احتیاط واجب ہوتی ہے، جیسے ۳ اور ۴ میں شک وغیرہ سلام پھیرنے کے بعد نماز کی حالت کو توڑے بغیر اور کسی مبطل نماز کو انجام دئے بغیر اٹھنا چاہئے اور اذان واقامت کہے بغیر تکبیر کہہ کر نماز احتیاط پڑھے۔

نماز احتیاط اور دیگر نمازوں میں فرق

۔اس کی نیت کو زبان پر نہیں لانا چاہئے۔ ۔اس میں سورہ اور قنوت نہیں ہے۔ (گرچہ دو رکعتی بھی ہو)

۔ حمد کو آہستہ پڑھنا چاہئے۔ (احتیاط واجب کی بنا پر) ۔ز

۲۔ اگر نماز احتیاط ایک رکعت واجب ہو، تو دونوں سجدوں کے بعد، تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور اگر دو رکعت واجب ہو تو پہلی رکعت میں تشہد اور سلام نہ پڑھے بلکہ ایک اور رکعت (تکبیرۃ الا حرام کے بغیر) پڑھے اور دوسری رکعت کے اختتام پر تشہد پڑھنے کے بعد سلام پڑھے[1]۔

(۱) ز۔ گلپائیگانی۔ خوئی) سورہ حمد کو آہستہ پڑھنا واجب ہے۔ (مسئلہ ۱۲۲۵)

سجدہ سہو

۱۔ جن مواقع پر سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، جیسے بیٹھنے کی حالت میں ۴ اور ۵ کے درمیان شک کی صورت میں تو نماز کا سلام پھیرنے کے بعد سجدہ میں جائے اور کہے: بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ بلکہ بہتر ہے اس طرح کہے: بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ اَلسَّلاُمُ عَلَیْکَ

---

[1] توضیح المسائل م ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔

اَیُّھا النَّبِیُّ وَرَحمۃُاللہِ وَبَرَکاتُہ.زاس کے بعد بیٹھے اور دوبارہ سجدہ میں جاکر مذکورہ ذکروں میں سے ایک کو پڑھے اس کے بعد بیٹھے اور تشہد پڑھ کے سلام پھیر دے۔ (۲۔ سجدۂ سہو میں تکبیرۃ الاحرام نہیں ہے۔

سبق ۲۳و۲۴کا خلاصہ

۱۔ اگر نماز گزار نماز کے بعد والے جزء میں داخل ہونے سے قبل پہلے والے جزء کے بارے میں شک کرے تو اسے پہلا والا جزء بجالانا ضروری ہے۔

۲۔ اگر محل کے گزرنے کے بعد نماز کے کسی جزء کے بارے میں شک کرے تو اس کی پروانہ کرے۔

۳۔ اگرنماز کے کسی جزء کے صحیح ہونے کے بارے میں شک کرے تو اس پر اعتنا نہ کرے۔

۴۔ اگر دورکعتی یا تین رکعتی نماز کی رکعتوں کی تعداد میں شک ہوجائے تو نماز باطل ہے۔

۵۔ درج ذیل مواقع میں شک پر اعتنا نہیں کیا جاسکتا: ۔ مستحبی نمازوں میں۔ نماز جماعت میں

ز۔ (خوئی) احتیاط واجب ہے دوسرا جملہ پڑھا جائے. (مسئلہ ۱۳۵۹) ۔نماز کا سلام پھیرنے کے بعد۔نماز کا وقت گزرنے کے بعد

۶۔ جن مواقع پر رکعتوں میں شک کرنا نماز کو باطل نہیں کرتا،اگر شک کا بیشتر طرف چار سے زائد نہ ہوتو بیشتر پر بنا رکھا جائے۔

۷۔نماز احتیاط نماز کی احتمالی کمی کی تلافی ہے،پس ۳اور ۴کے درمیان شک کی صورت میں ایک رکعت نماز احتیاط پڑھی جائے اور ۲اور ۴کے درمیان شک کی صورت میں دورکعت نماز احتیاط پڑھی جائے۔

۸۔ نماز احتیاط اور دیگر نمازوں کے درمیان حسب ذیل فرق ہے: ۔نیت کو زبان پر نہ لایا جائے۔ ۔سورہ اور قنوت نہیں ہے۔ ۔حمد کو آہستہ پڑھا جائے۔

۹۔ سجدہ سہو کو نماز کے فوراً بعد بجالانا چاہئے اور دو سجدے ایک ساتھ میں، اس میں تکبیرۃ الا حرام نہیں ہے۔

سوالات؟

۱۔ اگر نماز گزار تسبیحات اربعہ کے پڑھتے وقت شک کرے کہ تشہد کو پڑھا ہے یا نہیں تو اس کا حکم کیا ہے؟

۲۔ اجزائے نماز میں شک کی چار مثالیں بیان کیجئے؟

۳۔ اگر صبح یا مغرب کی نماز میں رکعتوں کی تعداد کے بارے میں شک ہوجائے تو فریضہ کیا ہے؟

۴۔ اگر چار رکعتی نماز کے رکوع میں شک کرے کہ تیسری رکعت ہے یا چوتھی تو حکم کیا ہے؟

۵۔ اگر کوئی شخص ۴ بجے بعد از ظہر شک کرے کہ نماز ظہر و عصر پڑھی ہے یا نہیں تو اس کا فریضہ کیا ہے؟

٦۔ جو شخص تکبیرۃالاحرام کہنے کے بعد شک کرے کہ صحیح کہا ہے یا نہیں تو اس کا فریضہ کیا ہے؟

۷۔ اگر قیام کی حالت میں ۴ اور ۵ کے درمیان شک ہوجائے تو کیا حکم ہے؟

۸۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ نماز احتیاط میں کیوں حمد کو آہستہ پڑھنا چاہئے؟

۹۔ کیا آپ کو آج تک کبھی نماز میں کوئی شک پیش آیا ہے؟ اگر جواب مثبت ہو تو وضاحت کیجئے کہ پھر کیسے عمل کیا ہے؟

۱۰۔ سجدۂ سہو کو بجالانے کی کیفیت بیان کیجئے؟

سبق نمبر ۲۵

مسافر کی نماز

انسان کو سفر میں چار رکعتی نمازوں کو دو رکعتی (قصر) بجالانا اہئے،بشرطیکہ اس کا سفر ۸ فرسخ یعنی تقریباً ۴۵کیلو میٹر سے کم نہ ہو[۱]۔

چند مسائل

۱۔ اگر مسافر ایسی جگہ سے سفر پر نکلے، جہاں پر اس کی نماز تمام ہو، زجیسے وطن اور کم از کم چار فرسخ جاکر چار فرسخ واپس آجائے تو اس سفر میں بھی اس کی نماز قصر ہے[۲]۔

۲۔ مسافرت پر جانے والے شخص کو اس وقت نماز قصر پڑھنی چاہئے جب کم از کم وہ اتنا دور پہنچے کہ اس جگہ کی دیوار کو نہ دیکھ سکے ززاور وہاں کی اذان کو بھی نہ سن سکے۔ززز اگر اتنی مقدار دور ہونے سے پہلے نماز پڑھنا چاہے تو تمام پڑھے[۳]۔

،نماز مسافر۔ز۔ چار رکعتی نماز کو دو رکعتی کے مقابلہ میں نماز کو تمام کہتے ہیں.زز۔اس فاصلہ کو ''حد ترخص'' کہتے ہیں

ززز۔ (خوئی ۔اراکی) اس قدر دور چلاجائے کہ وہاں کی اذان نہ سن سکے اور دہاں کے باشندے اس کو نہ دیکھ سکیں ۔ اس کی علامت یہ ہے کہ وہ وہاں کے باشندوں کو نہ دیکھ سکے۔ (م۱۲۹۲)

---

[۱] توضیح المسائل، ص۱۷۳

[۲] توضیح المسائل، م ۱۲۷۲و ۱۲۷۳

[۳] توضیح المسائل، نماز مسافر آٹھویں شرط

۳۔اگر مسافر ایک جگہ سے سفر شروع کرے،ز جہاں نہ مکان ہو اور نہ کوئی دیوار،جب وہ ایک ایسی جگہ پر پہنچے کہ اگر اس کی دیوار ہوتی تو وہاں سے نہ دیکھی جا سکتی، تو نماز کو قصر پڑھے[1]۔

۴۔ اگر مسافر ایک ایسی جگہ جانا چاہتا ہو، جہاں تک پہنچنے کے دوراستے ہوں، ان میں سے ایک راستہ ۸ فرسخ سے کم اور دوسرا راستہ ۸ فرسخ یا اس سے زیادہ ہو، تو ۸ فرسخ یا اس سے زیادہ والے راستے سے جانے کی صورت میں نماز قصر پڑھے اور اگر اس راستے سے جائے جو ۸ فرسخ سے کم ہے، تو نماز تمام یعنی چار رکعتی پڑھے[2]۔

درج ذیل مواقع پر سفر میں نماز پوری پڑھنی چاہیئے

۱۔آٹھ فرسخ طے کرنے سے پہلے اپنے وطن سے گزرے یا ایک جگہ پر دس دن ٹھہرے ۔

۲۔ پہلے سے قصد وارادہ نہ کیا ہو کہ آٹھ فرسخ تک سفر کرے اور اس سفر کو قصد کے بغیر طے کیا ہو، جیسے کوئی کسی گم شدہ کو ڈھونڈنے نکلتا ہے۔

۳۔ درمیان راہ ،سفر کے قصد کو توڑدے، یعنی چار فرسخ تک پہنچنے سے پہلے آگے بڑھنے سے منصرف ہوجائے اور واپس لوٹے۔

۴۔جس کا مشغلہ مسافرت ہو، جیسے ریل اور شہر سے باہر جانے والی گاڑیوں کے ڈرائیور، ہوائی جہاز کے پائیلٹ اور کشتی کے نا خدا (اگر سفر ان کا مشغلہ ہو)۔

۵۔ جس کا سفر حرام ہو، جیسے، وہ سفر جو ماں باپ کے لئے اذیت وآزار کا باعث بنے۔

---

[1] توضیح المسائل، نماز مسافر.

[2] توضیح المسائل م ۱۲۷۹

ز۔ (اراکی ۔ خوئی) جہاں کوئی سکونت نہیں کرتا، اگر ایسی جگہ پر پہنچے جہاں اگر سکونت کرنے والے ہوتے تو انھیں نہ دیکھ سکتے۔

درج ذیل جگھوں پر نماز تمام ہے

۱۔ وطن میں ۔

۲۔ اس جگہ پر جہاں جانتاہے یا پہلے سے طے ہے کہ دس دن وہاں پر ٹھہرے گا ۔

۳۔ اس جگہ پر جہاں پرتیس دن شک وتذبذب میں گزارے ہوں، یعنی نہیں جانتا تھا کہ ٹھہرے گا یا چلا جائے گا اور اسی حالت میں وہاں پر تیس دن رہا اور کہیں گیا بھی نہیں، اس صورت میں تیس دن گزارنے کے بعد نماز کو تمام پڑھے[۱]۔

وطن کہاں پر ہے؟

۱۔ وطن،وہ جگہ ہے جسے انسان نے اپنی رہائش اور زندگی گزارنے کے لئے انتخاب کیا ہو، خواہ وہ وہاں پر پیدا ہوا ہو اور وہ اس کے ماں باپ کا وطن ہو، یا خود اس نے اس جگہ کو زندگی گزارنے کے لئے اختیار کیا ہو[۲]۔

۲۔ جب تک انسان اپنے وطن کے علاوہ کسی اور جگہ کو ہمیشہ رہنے کی غرض سے قصد نہ کرے، وہ اس کے لئے وطن شمار نہیں ہوگا[۳]۔ ۔ز

---

[۱] توضیح المسائل، شرط چہارم و مسئلہ ۱۳۲۸۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۵۳

[۲] توضیح المسائل م،۱۳۲۹۔

[۳] توضیح المسائل، م ۱۳۳۱

۳۔ اگر کوئی شخص ایک ایسی جگہ پر کچھ مدت رہائش کا قصد کرے، جو اس کا اصل وطن نہیں ہے اور اس کے بعد کسی دوسری جگہ چلاجائے، تو وہ اس کے لئے وطن شمار نہیں ہوگا، جیسے طالب علم، جو تحصیل علم کے

ز۔ (گلپائیگانی۔ خوئی) جس جگہ کو انسان اپنی رہائش قرار دے اور وہاں کے رہنے والوں کی طرح وہا ں پر زندگی بسر کرے، اگر اس کے لئے کوئی مسافرت پیش آئے اور اس کے بعد اسی جگہ واپس لوٹے، اگر چہ وہاں پر ہمیشہ رہنے کا ارادہ بھی نہ رکھتا ہو، اس کے لئے وطن حساب ہوگا. (مسئلہ ۱۳۴۰) لئے کچھ مدت تک کسی شہر میں رہتا ہے!

۴۔ اگر کوئی شخص ہمیشہ رہائش کے قصد کے بغیر ایک جگہ پر اتنی مدت تک سکونت کرے کہ لوگ اسے وہاں کا ساکن سمجھ لیں، تو وہ جگہ اس کے لئے وطن کا حکم رکھتی ہے۔

۵۔ اگر کوئی شخص ایک ایسی جگہ پر پہنچ جائے جو پہلے اس کا وطن تھا لیکن اس وقت اسے نظر انداز کیا ہے، تو وہاں پر نماز کو تمام نہیں پڑھنا چاہئے، اگر چہ کوئی دوسرا وطن بھی اپنے لئے اختیار نہ کیا ہو[۲]۔ (۳)

٦۔ مسافر سفر سے لوٹتے وقت جب اپنے وطن کی دیوار کو دیکھ لے ز اور وہاں کی اذان سن سکے تو نماز پوری پڑھنی چاہئے[۳]۔ (۴)

دس روز کا قصد: ۱۔ اگر کسی مسافر نے کہیں پر دس دن ٹھہرنے کا قصد کیا اور دس دن سے زیادہ وہاں پر ٹھہرا، تو دو بارہ سفر نہ کرنے تک نماز کو تمام پڑھے، ضروری نہیں ہے کہ دس دن ٹھہرنے کا قصد کرے[۴]۔ (۵)

---

[۱] توضیح المسائل، م ۱۳۳۰

[۲] توضیح المسائل م ۱۳۳۴

[۳] توضیح المسائل، م ۱۳۱۹

[۴] توضیح المسائل، ۱۳۴۷

۲۔ اگر مسافر دس دن کے قصد سے منصرف ہو جائے:الف: اگر چار رکعتی نماز کے پڑھنے سے پہلے منصرف ہوگیا ہو تو،اسے نماز قصر پڑھنی چاہئے

ب: اگر ایک چار رکعتی نماز پڑھنے کے بعد اپنے قصد سے منصرف ہوجائے تو جب تک وہاں رہے نماز کو تمام پڑھے[۱]۔

ز۔ (اراکی) جب اہل وطن اسے دیکھیں اور وہ وہاں سے اذان سن سکے (خوئی) جب اپنے اہل وطن کو دیکھ لے اور وہاں کی اذان سن سکے (۱، ۱۳۲۰)

جس مسافر نے نماز تمام پڑھی ہو:الف: اگر نہ جانتا ہو کہ مسافر کو نماز قصر پڑھنی چاہئے، تو جو نمازیں اس نے پڑھی ہیں وہ صحیح ہیں[۲]۔

ب: حکم سفر کو جانتا تھا لیکن اس کے بعض جزئیات کو نہیں جانتا تھا یا نہیں جانتا تھا کہ مسافر ہے تو اسے پڑھی ہوئی نمازوں کو پھر سے پڑھنا چاہئے[۳]۔

ز مسافر نہ ہونے کے باوجود نماز قصر پڑھی ہو تو: جسے نماز تمام پڑھنی چاہئے، اگر قصر پڑھے تو بہر صورت اس کی نماز باطل ہے[۴]۔۔زز

---

[۱] توضیح المسائل، م ۱۳۴۲

[۲] توضیح المسائل، م ۱۳۵۹

[۳] توضیح المسائل، م ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲

[۴] توضیح المسائل، م ۱۳۶۳

سبق : ۲۵ کا خلاصہ

۱۔ انسان کو سفر میں چار رکعتی نمازوں کو دو رکعتی بجالانا چاہئے بشرطیکہ اس کا سفر ۸ فرسخ سے کم نہ ہو۔

۲۔ سفر میں اس وقت نماز کو قصر پڑھنا چاہئے جب مسافر اتنا دور چلائے جائے کہ وہاں سے اس جگہ کی دیوار کو نہ دیکھ سکے اور وہاں کی اذان نہ سن سکے۔

۳۔اگر مسافر ایک ایسے محل سے اپنا سفر شروع کرے کہ اس کی کوئی دیوار نہ ہو، تو اسے فرض کرنا چاہئے کہ اگر دیوار ہوتی تو کس مقام سے قابل دیدنہ ہوتی۔ز۔ (گلپائیگانی۔ خوئی) اگر وقت گزرنے کے بعد جان لے تو قضا نہیں ہے۔ (مسئلہ ۱۳۶۹)

زز۔ (خوئی)مگر یہ کہ مسافر نے کسی جگہ پر دس دن ٹھہرنے کا قصد کیا ہو اور حکم مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے نماز قصر پڑھی ہو۔ (مسئلہ ۱۳۷۲)

۴۔ درج ذیل مواقع پر نماز تمام ہے:۔۸ ، فرسخ کا سفر طے کرنے سے پہلے اپنے وطن میں پہنچ جائے ۔ ۔جس سفر میں آٹھ فرسخ طے کرنے کا قصد نہ ہو۔ ۔جس کا مشغلہ مسافرت ہو،اس سفر میں جو اس کا شغل ہے۔ ۔جو حرام سفر انجام دے۔

۵۔ اپنے وطن اور اس جگہ پر، جہاں دس دن ٹھہرنے کا قصد کیا جائے، نماز تمام ہے۔

۶۔ وطن اس جگہ کو کہتے ہیں جسے انسان نے اپنی رہائش اور زندگی بسر کرنے کے لئے اختیار کیا ہو۔

۷۔ جب تک انسان اپنے اصلی وطن کے علاوہ کسی اور جگہ پر ہمیشہ رہنے کا قصد نہ کرے، وہ جگہ اس کا وطن شمار نہیں ہوگی۔

۸۔ مسافر اپنے وطن لوٹتے وقت جب ایسی جگہ پر پہنچ جائے کہ وہاں سے شہر کی دیوار کو دیکھ لے اور اس جگہ کی اذان کو سن سکے، تو اسے نماز تمام پڑھنی چاہئے۔

۹۔ جو شخص نہیں جانتا کہ مسافر کی نماز قصر ہے اور نماز کو تمام بجالائے تو اس کی نماز صحیح ہے لیکن اگر اصل مسئلہ کو جانتا ہو اور بعض جزئیات کو نہ جاننے کی وجہ سے نماز کو تمام بجالایا ہو، تو نماز کو دوبارہ بجالائے۔

۱۰۔ جسے نماز تمام پڑھنی چاہئے، اگر قصر پڑھے تو ہر حالت میں اس کی نماز باطل ہے۔

سوالات؟

۱۔ سفر کے دوران یومیہ نمازوں میں کم ہونے والی رکعتوں کی کل تعداد کتنی ہے؟

۲۔ ایک شخص اپنے گاؤں کے مشرق میں ۳۲ کلو میٹر کی دوری پر واقع ایک گاؤں کے لئے سفر کرتا ہے پھر وہاں سے ۵۰ کلو میٹر کی دوری پر مغرب میں واقع ایک اور گاؤں کی طرف سفر کرتا ہے اور پھر اپنے وطن کی طرف لوٹتا ہے۔ یہ بتائیے کہ اس کی نماز ان دو گاؤں اور درمیان راہ میں تمام ہے یا قصر؟

۳۔ سرکاری ملازم اور فوجی افسر جو نوکری کی وجہ سے کئی سال ایک جگہ پر رہتے ہیں، کیا وہ جگہ ان کے لئے وطن شمار ہوتی ہے۔؟

۴۔ کسی جگہ کے وطن ہونے کا معیار کیا ہے؟

۵۔ ایک کسان جو اپنے گھر سے تین فرسخ کی دوری پر واقع کھیت پر روزانہ کھیتی باڑی کرنے جاتا ہے اور شام کو واپس گھر آتا ہے، اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

۶۔ ایک شخص کسی کام کے سبب گاؤں سے شہر آیا ہے، واپس اپنے گاؤں جاتے وقت اسے نماز تمام پڑھنی چاہئے یا قصر؟

۷۔ ایک مسافر نے بھولے سے نماز تمام پڑھی ہے، کیا اس کی نماز صحیح ہے یا نہ؟

سبق نمبر۲۶

قضا نماز

تیرھویں سبق میں بیان کیا گیا کہ قضا نماز، اس نماز کو کہتے ہیں جو وقت گزرنے کے بعد پڑھی جائے.واجب نمازیں اپنے وقت پر پڑھنی چاہئے، اگر کسی عذر کے بغیر اس سے کوئی نماز قضا ہوجائے تو وہ گناہگار ہے اور اسے توبہ کرنا چاہئے اور اس کی قضا بھی بجالانا چاہئے ۔

۱۔ دو صورتوں میں نماز کی قضا بجالانا واجب ہے:

الف: واجب نماز وقت کے اندر نہ پڑھی گئی ہو۔ ب: وقت گزرنے کے بعد پتہ چلے کہ پڑھی گئی نماز باطل تھی[۱]۔

۲۔ جس کے ذمہ قضا نماز ہو،اسے اس کے پڑھنے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے، لیکن اس کو فوری بجالانا واجب نہیں ہے[۲]۔

۳۔ قضا نماز کی نسبت انسان کی مختلف حالتیں :۔انسان جانتا ہے کہ اس کی کوئی قضا نماز نہیں ہے، تو کوئی چیز اس پر واجب نہیں ہے۔ ۔انسان شک میں ہے کہ اس کی کوئی نماز قضا ہوئی ہے یا نہیں، تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ ۔احتمال ہو کہ کوئی نماز قضا ہوئی ہے، تو مستحب ہے احتیاط کے طور پر اس نماز کی قضا بجالائے ۔جانتا ہو کہ قضا نماز اس کے ذمہ ہے لیکن ان کی تعداد نہیں جانتا ہو، مثلاً نہیں جانتا ہو کہ چار نمازیں تھیں یا پانچ،اس صورت میں کم تر کو پڑھے تو کافی ہے۔

۔قضا نمازوں کی تعداد کو جانتا ہے، تو ان کو بجالانا چاہئے[۱]۔

---

[۱]توضیح المسائل، م ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱

[۲]توضیح المسائل، م ۱۳۷۲

۴۔ یومیہ نمازوں کی قضا کو ترتیب سے پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ زمثلاً اگر کسی نے ایک دن عصر کی نماز اور دوسرے دن ظہر کی نماز نہ پڑھی ہو تو ضروری نہیں ہے پہلے عصر کی قضا پڑھے پھر ظہر کی[۲]۔

۵۔ قضا نماز جماعت کے ساتھ بھی پڑھی جا سکتی ہے، خواہ امام جماعت کی نماز ادا ہو یا قضا اور ضروری نہیں ہے کہ امام وماموم دونوں ایک ہی نماز پڑھتے ہوں، یعنی اگر صبح کی قضا نماز کو امام کی ظہر یا عصر کی نماز کے ساتھ پڑھیں تو کوئی مشکل نہیں ہے[۳]۔ (۳)

۶۔ اگر کسی مسافر کی ظہر، عصر یا عشا کی نماز (جو اسے قصر پڑھنی تھی) قضا ہوجائے تو اسے اس کی قضا دو رکعتی پڑھنی چاہے، اگرچہ اس قضا کو حضر میں بجالائے[۴]۔

۷۔ سفر میں روزہ نہیں رکھے جا سکتے، حتی قضا روزے بھی، لیکن قضا نماز سفر میں پڑھی جا سکتی ہے[۵]۔

ز۔ (اراکی) ترتیب سے پڑھی جائے (مسئلہ ۱۳۶۸)

۸۔ اگر کوئی شخص سفر میں، حضر میں قضا ہوئی ماز کو بجالانا چاہئے تو وہ ظہر، عصر اور عشا کی قضا نمازوں کو چار رکعتی بجالائے[۶]۔

۹۔ قضا نماز کسی بھی وقت پڑھی جا سکتی ہے، یعنی صبح کی قضا نماز کو ظہر یا رات میں پڑھا جا سکتا ہے[۷]۔

---

[۱] توضیح المسائل، م ۱۳۷۴ و ۱۳۸۳۔

[۲] توضیح المسائل، م ۱۳۷۵

[۳] توضیح المسائل، م ۱۳۸۸

[۴] توضیح المسائل، م ۱۳۶۸

[۵] تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۲۲۴، م ۵ والعروۃ الوثی، ج ۱، ص ۷۳۲، م ۱۰

[۶] توضیح المسائل، م ۱۳۶۸

[۷] تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۲۹۳، م ۱، العروۃ الوثقی، ج ۱، ص ۷۳۴، م ۱۰

باپ کی قضا نماز

۱۔ جب تک انسان زندہ ہے، اگر نماز پڑھنے سے عاجز بھی ہو، کوئی دوسرا شخص اس کی نمازیں قضا کے طور پر نہیں پڑھ سکتا

۲۔ باپ کے مرنے کے بعد اس کی قضا نمازیں اور روزے اس کے بڑے بیٹے پر واجب ہیں، اسے چاہئے اپنے باپ کی قضا نمازیں اور روزے بجالائے اور ماں کی قضا شدہ نمازیں اور روزے بجالانا احتیاط مستحب ہے۔ ز

۳۔ باپ کی قضا نمازوں کے بارے میں بڑے بیٹے کی مختلف حالتیں: الف: جانتا ہے اسکے باپ کی قضا نمازیں ہیں اور: ۔ان کی تعداد بھی جانتا ہے: تو ان کی قضا بجالائے۔ ۔ان کی تعداد کو نہیں جانتا: تو کم تر تعداد کو بجالائے تو کافی ہے۔

ز۔ (اراکی) ماں کی قضا نماز اور روزے بھی بجا لانا چاہئے (مسئلہ ۱۲۸۲) (گلپائیگانی) احتیاط واجب ہے کہ ماں کی قضا نمازیں اور روزے بھی بجالائے مسئلہ ۱۳۹۹)

شک رکھتا ہے کہ بجالایا ہے یا نہیں: تو احتیاط واجب کے طور پر قضا بجالائے[1]۔

ب: شک رکھتا ہے کہ باپ کی کوئی نماز قضا تھی یا نہیں؟: تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے[2]۔

۴۔ اگر بیٹا اپنے ماں باپ کی قضا نمازیں بجالانا چاہتا ہو تو اسے اپنی تکلیف کے مطابق عمل کرنا چاہئے، یعنی صبح، مغرب اور عشا کی نماز کو بلند آوازے سے پڑھے[1]۔

---

[1] توضیح المسائل، م ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۲

[2] توضیح المسائل، م ۱۲۹۱

۵۔ اگر بڑا بیٹا، اپنے باپ کی قضا نماز و روزہ بجالانے سے پہلے فوت ہوا تو دوسرے بیٹے پر کوئی چیز واجب نہیں ہے[۲]۔ز

سبق: ۲۶ کا خلاصہ

۱۔ باطل اور قضا نمازوں کی قضا واجب ہے۔

۲۔ اگر کوئی شخص نہ جانتا ہو کہ اس کی کوئی نماز قضا ہوئی ہے یا نہیں، تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ۔

۳۔ اگر جانتا ہو کہ نماز قضا ہوئی ہے لیکن اس کی مقدار نہ جانتا ہو تو کم تر مقدار کو بجالائے، کافی ہے۔

۴۔ قضا نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔ز۔ (گلپائیگانی) اگر باپ اور بیٹے کی وفات کے درمیان اتنا فاصلہ گزرا ہو کہ بیٹا باپ کی قضا نماز اور روزہ بجالاسکتا تھا، تو دوسرے بیٹے پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، البتہ اگر یہ فاصلہ زیادہ نہ تھا تو احتیاط واجب کے طور پر دوسرے بیٹے کو باپ کی قضا نماز و روزہ بجالانا چاہئے۔ (مسئلہ ۱۴۰۷)

۵۔ قضا نماز کو ہر وقت بجالایا جا سکتا ہے، خواہ شب ہو یا دن، سفر میں ہو یا حضر میں ۔

۶۔ باپ کے مرنے کے بعد اس کے بڑے بیٹے پر اس کی قضا نمازیں اور روزے واجب ہیں ۔

۷۔ اگر بیٹا نہ جانتا ہو کہ باپ کی کوئی نماز قضا ہوئی ہے یا نہیں، تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔

۸۔ اگر کسی کا کوئی بیٹا نہ ہو یا بڑا بیٹا باپ کی قضا نمازیں اور روزے بجالانے سے پہلے مرگیا ہو تو اس کی قضا نمازیں اور روزے کسی دوسرے بیٹے پر واجب نہیں ہیں۔

---

[۱] توضیح المسائل، م ۱۳۹۵۔

[۲] توضیح المسائل، م ۱۳۹۸

سوالات؟

۱۔ ادا اور قضا نماز میں کیا فرق ہے؟

۲۔ جسے یہ معلوم ہوکہ اس کی کچھ نمازیں قضا ہوئی ہیں، لیکن ن کی تعداد نہ جانتا ہوتو اس کا فرض کیا ہے؟

۳۔ اگر کوئی شخص نماز ظہر وعصر کے بعد صبح کی قضا نماز بجالانا چاہے تو کیا اسے قرأت بلند پڑھنی چاہئے یا آہستہ؟

۴۔ ایک بیٹا یہ نہیں جانتا کہ اس کے باپ کی کوئی قضا نماز ہے کہ نہیں اور اس کے باپ نے بھی اسے کچھ نہیں کہا ہے، اس کا فرض کیا ہے؟

سبق نمبر ۲۷

نماز جماعت

ملت اسلامیہ کا اتحاد، ان مسائل میں سے ہے جن کی اسلام میں انتہائی اہمیت ہے اور اس کے تحفظ اور جاری رہنے کے لئے خاص منصوبے مرتب کئے گئے ہیں، انھیں میں سے ایک نماز جماعت ہے۔ نماز جماعت میں خاص شرائط کا حامل ایک شخص، آگے کھڑا ہوتا ہے اور باقی لوگ صفوں میں منظم ہوکر اس کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ہم آہنگ نماز بجالاتے ہیں۔

نماز جماعت کی اہمیت: نماز جماعت کی اہمیت اور اس کے اجرو ثواب کے سلسلے میں بہت سی احادیث اور روایات موجود ہیں۔ یہاں پر ہم اس عبادت کی اہمیت کے پیش نظر چند ایک روایات کی طرف اشارہ کرتے ہیں

۱۔ نماز جماعت میں شرکت کرنا ہر ایک کے لئے مستحب ہے، خاص کر مسجد کے ہمسایوں کے لئے[1]۔

۲۔ مستحب ہے انسان انتظار کرے، تاکہ نماز باجماعت بجالائے[2]۔

۳۔ تاخیر سے پڑھی جانے والی نماز جماعت اول وقت کی فرادیٰ نماز سے بہتر ہے۔

۴۔ طولانی فرادیٰ نماز مختصر نماز جماعت سے بہتر ہے[3]۔

۵۔ کسی عذر کے بغیر نماز جماعت کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔

---

[1] توضیح المسائل، م ۱۳۹۹

[2] توضیح المسائل، م ۱۴۰۲۔

[3] توضیح المسائل، م ۱۴۰۱۔

۶۔ لاپروائی کی وجہ سے نماز جماعت میں شریک نہ ہونا جائز نہیں ہے[1]۔

نماز جماعت کے شرائط

نماز جماعت کے سلسلے میں درج ذیل شرائط کی رعایت ضروری ہے :

۱۔ ماموم کو امام سے آگے کھڑا نہیں ہونا چاہئے بلکہ احتیاط واجب کی بناء پر تھوڑا سا پیچھے کھڑا ہونا چاہئے۔ جماعت کے بغیر انفرادی طور پر پڑھی جانے والی نماز کو فرادیٰ کہتے ہیں ۔

۲۔ امام جماعت کی جگہ ماموین کی جگہ سے اونچی نہیں ہونی چاہئے ۔

۳۔ امام اور ماموین کے درمیان اور خود نمازیوں کی صفوں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہونا چاہئے۔

۴۔ امام ،ماموین اور نمازیوں کی صفوں کے درمیان دیوار یا پردہ جیسی چیز مانع نہیں ہونی چاہئے۔ لیکن مرد اور عورتوں کے درمیان پردہ نصب کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام جماعت کو بالغ وعادل ہونا چاہئے اور نماز کو صحیح طور پر پڑھنا چاہئے[2]

---

[1] العروۃ الوثقی، ج۱، ص ۷۷۷

[2] توضیح المسائل، م ۱۴۵۳

نماز جماعت میں شرکت کرنا (اقتدا کرنا)

ہر رکعت میں قرأت زاور رکوع کے وران امام جماعت کی اقتداء کی جاسکتی ہے،لہٰذا اگر رکوع میں امام جماعت کی اقتداء نہ کر سکے تو دوسری رکعت میں اقتداء کرنا چاہئے اور اگر صرف رکوع میں امام جماعت کی اقتداء کر سکے تو ایک رکعت شمار ہوگی۔

نماز جماعت میں شامل ہونے کی مختلف حالتیں

پہلی رکعت:

۱۔ قرأت کے دوران۔۔۔ ماموم حمد و سورہ کو پڑھے بغیر باقی اعمال کو امام جماعت کے ساتھ انجام دے۔ ۲۔ رکوع میں:۔۔۔ رکوع اور باقی اعمال کو امام جماعت کے ساتھ انجام دے[1]

دوسری رکعت:

۱۔ قرأت کے دوران ۔۔۔۔ماموم حمداور سورہ کو پڑھے بغیر امام کے ساتھ قنوت، رکوع اور سجدہ بجالائے اور جب امام جماعت تشہد پڑھنے لگے تو ماموم احتیاط واجب کے طورپر ذرا جھک کر بیٹھے اور امام کی نمازدو رکعتی ہونے کی صورت میں ایک رکعت کو فرادیٰ انجام دے اور نماز کو مکمل کرے اور اگر امام کی نماز تین یا چار رکعتی ہوتو اس کی دوسری رکعت میں جب کہ امام جماعت کی تیسری رکعت ہے، حمد وسورہ پڑھے (اگر چہ امام جماعت تسبیحات اربعہ پڑھ رہا ہو اور جب امام جماعت تیسری رکعت کو ختم کر کے چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو ماموم کو دو سجدوں کے بعد تشہد پڑھنا چاہئے اور اس کے بعد کھڑا ہو کر تیسری رکعت قنوت کی حالت میں بھی اقتدا کی جاسکتی ہے اور قنوت کو امام کے ساتھ پڑھے اور یہاں پر بھی قرأت کے دوران اقتدا کرنے کی صورت

---

[1] توضیح المسائل م ۱۴۲۷۔

میں اقتدا کرے۔کی قرأت (تسبیحات اربعہ)کو بجالائے اور نمازکی آخری رکعت میں جب امام جماعت تشہد و سلام پھیرنے کے بعد نماز کو ختم کرے تو ماموم مزیدایک رکعت پڑھے.۲۔ رکوع میں۔۔ رکوع امام کے ساتھ بجالائے اور باقی نماز بیان شدہ صورت میں انجام دے۔

تیسری رکعت

۱۔قرأت کے دوران ۔۔۔چنانچہ جانتا ہو کہ اقتدا کرنے کی صورت میں حمد و سورہ یا حمد پڑھنے کاوقت ہے تو اسے حمد و سورہ یا صرف حمد پڑھنا چاہئے اور اگر یہ جانتا ہو کہ اتنی فرصت نہیں ہے کہ حمد وسورہ یا صرف حمد پڑھ سکے تو احتیاط واجب کی بنا پر انتظار کرے تاکہ امام جماعت رکوع میں جائے اور رکوع میں ہی اس کی اقتداء کرے۔ ۲۔ رکوع میں ۔۔۔۔ رکوع میں امام کی اقتدا کرنے کی صورت میں رکوع کو بجالائے اور حمد وسورہ اس رکعت کے لئے معاف ہے اور باقی نماز کو بیان شدہ صورت میں انجام دے[۱]۔

چوتھی رکعت

۱۔ قرأت کے دوران یہاں پر تیسری رکعت میں اقتدا کی صورت کا حکم ہے۔ جب امام جماعت آخری رکعت میں تشہد وسلام کے لئے بیٹھے، ماموم اٹھ کے نماز کو فرادیٰ صورت میں انجام دے سکتا ہے،اور امام جماعت کے تشہد اور سلام پھیرنے تک جھکے رہ سکتا

---

[۱] توضیح المسائل، م ۱۴۳۹۔ ۱۴۴۰ .

ہے اور اس کے بعد اٹھ کر نماز کو جاری رکھ سکتا ہے۔ ۲۔ رکوع ۔۔۔۔۔ رکوع میں اقتدا کرنے والا رکوع و سجدوں کو امام کے ساتھ بجالائے (یہ امام کی چوتھی اور ماموم کی پہلی رکعت ہے) باقی نماز کو بیان شدہ صورت میں انجام دے سکتا ہے[1]۔

سبق ۷۲ کا خلاصہ

۱۔ تمام واجب نمازیں خاص کر نماز پنجگانہ کو با جماعت پڑھنا مستحب ہے۔

۲۔ اولِ وقت میں نماز فرادیٰ پڑھنے سے تاخیر سے باجماعت نماز پڑھنا افضل ہے۔

۳۔ مختصر نماز جماعت، طولانی فرادیٰ نماز سے بہتر ہے۔

۴۔ لاپروائی کی وجہ سے نماز جماعت میں شرکت نہ کرنا جائز نہیں ہے۔

۵۔ کسی عذر کے بغیر نماز جماعت کو ترک کرنا سزاوار نہیں ہے۔

۶۔ امام جماعت کو بالغ و عادل ہونا چاہئے اور نماز کو صحیح طور پر پڑھنا چاہئے۔

۷۔ ماموم کو امام سے آگے کھڑا نہیں ہونا چاہئے اور امام کو ماموم سے بلند تر جگہ پر کھڑا نہ ہونا چاہئے۔

۸۔ امام اور اماموم اور نمازیوں کی صفوں کا درمیانی فاصلہ زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔

۹۔ ہر رکعت میں صرف قرأت اور رکوع میں اقتدا کی جاسکتی ہے، لہٰذا اگر رکوع میں کوئی اقتداء نہ کر سکے تو اسے بعد والی رکعت میں اقتداء کرنا چاہئے۔

---

[1] توضیح المسائل م ۱۴۴۳۔۔ ۱۴۴۲ و تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ م ۵، ۶۔ ۸.

سوالات؟

۱۔ مندرجہ ذیل جملہ کی وضاحت کیجئے'': لاپروائی کی وجہ سے نماز جماعت میں شرکت نہ کرنا جائز نہیں ہے۔''

۲۔ کس صورت میں چار رکعتی نماز میں چار بار تشہد پڑھا جاسکتا ہے؟

۳۔ نماز جماعت میں واجبات نماز میں سے کس واجب کو ماموم نہیں پڑھتا؟

۴۔ نماز مغرب کی دوسری رکعت میں امام کا اقتدا کرنے کی صورت میں ماموم باقی نماز کو کیسے جاری رکھے گا؟

۵۔ عدالت کی وضاحت کیجئے؟

سبق نمبر ۲۸

نماز جماعت کے احکام

۱۔ اگر امام جماعت نماز یومیہ میں سے کسی ایک کے پڑھنے میں مشغول ہو تو ماموم نماز یومیہ کی کسی دوسری نماز کی نیت سے اقتدا کر سکتا ہے، چنانچہ اگر امام، عصر کی نماز پڑھنے میں مشغول ہو تو ماموم ظہر کی نماز کے لئے اقتدا کر سکتا ہے، یا اگر ماموم نے ظہر کی نماز پڑھی ہو اور اس کے بعد جماعت شروع ہو جائے تو امام کی ظہر کے ساتھ ماموم نماز عصر کے لئے اقتداء کر سکتا ہے[1]۔

۲۔ ماموم اپنی قضا نمازوں کو امام کی ادا نمازوں کے ساتھ اقتدا کر سکتا ہے، اگرچہ یہ قضا نمازیں دوسری ہوں، مثلاً امام جماعت ظہر کی نماز میں مشغول ہے تو ماموم اپنی صبح کی قضا نماز کیلئے اقتدا کر سکتا ہے[2]۔

۳۔ نماز جمعہ اور نماز عید فطر و عید قربان کے علاوہ نماز جماعت ایک آدمی کے امام اور دوسرے کے ماموم بننے کی صورت میں کم از کم دو افراد سے قائم ہو سکتی ہے[3]۔

۴۔ نماز استقاء کے علاوہ کوئی بھی مستحب نماز ؛جماعت کے صورت میں نہیں پڑھی جا سکتی[4]۔

---

[1] توضیح المسائل، م ۱۴۰۸

[2] تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۲۶۵، م ۱، العروۃ الوثقیٰ، ج ۱ ص ۷۶۵، م ۳.

[3] العروۃ الوثقیٰ، ص ۷۶۶، م ۸

[4] العرتہ الوثقیٰ، ج ۱، ص ۷۶۴، م ۲

نماز جماعت میں ماموم کا فریضہ

۱۔ ماموم کو امام سے پہلے تکبیرۃ الاحرام نہیں کہنا چاہئے،بلکہ احتیاط واجب ہے کہ جب تک امام تکبیر کو تمام نہ کرے ماموم تکبیر نہ کہے۔

۲۔ ماموم کو حمد و سورہ کے علاوہ نماز کی تمام چیزیں خود پڑھنی چاہئے لیکن اگر ماموم کی پہلی یا دوسری رکعت اور امام کی تیسری یا چوتھی رکعت ہوتو ماموم کو حمد و سورہ پڑھنا چاہئے[1]۔

امام جماعت کی پیروی کرنے کا طریقہ

الف: تکبیرۃ الاحرام کے علاوہ نماز میں پڑھی جانے والی چیزوں، جیسے حمد، سورہ، ذکر اور تشہد کو امام سے آگے یا پیچھے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ب: اعمال، جیسے رکوع، رکوع اور سجدہ سے سر اٹھانے میں امام پر سبقت کرنا جائز نہیں ہے،یعنی امام سے پہلے رکوع یا سجدہ میں نہیں جانا چاہئے یا امام سے پہلے رکوع یا سجدہ سے سر نہیں اٹھانا چاہئے لیکن امام سے پیچھے رہنے میں اگر زیادہ تاخیر نہ ہوتو کوئی حرج نہیں[2]۔

مسئلہ:

امام جماعت کے رکوع میں ہونے کی صورت میں ماموم کے اقتدا کرنے کی درج ذیل صورتیں ممکن ہیں:۔امام کے ذکر رکوع کو ختم کرنے سے پہلے ماموم رکوع میں پہنچتا ہے۔اس کی باجماعت نماز صحیح ہے۔۔امام کے ذکر رکوع کو تمام کرنے لیکن رکوع سے بلند

---

[1] توضیح المسائل، م ۱۴۶۷ ۔ ۱۴۶۹ ۔ ۱۴۷۰ العروۃ الوثقیٰ ج ا ص ۷۸۵.وضیح المسائل، م ۱۴۶۱

[2]

ہونے سے پہلے ماموم رکوع میں پہنچتا ہے۔۔۔اس کی با جماعت نماز صحیح ہے۔۔ماموم رکوع میں جاتا ہے لیکن امام کے ساتھ رکوع نہیں بجا لاسکتا ہے۔۔ اس کی نماز فرادیٰ صحیح ہے، اسے تمام کرے۔زاگر ماموم کی جگہ امام سے بلند ہو البتہ قدیم زمانہ کی متعارف حد میں بلند ہو، مثال کے طور پر امام مسجد کے صحن میں ہواور ماموم مسجد کی چھت پر، تو کوئی حرج نہیں،لیکن اگر آج کل کی چند منزلہ عمارتوں کی چھت پر ہو تو اشکال ہے۔

زززز۔(خوئی اراکی)اس کی نماز باطل ہے(مسئلہ ۱۴۳۶) (گلپائیگانی) جماعت باطل ہے لیکن اس کی نماز صحیح ہے(مسئلہ ۱۴۳۶)

زز(گلپائیگانی)احتیاط کے طور پر کھڑے ہوکر امام جماعت کے ساتھ رکوع میں جائے(العروۃ الوثقیٰ،ج ا،ص ۷۸٦)

ززز(گلپائیگانی وخوئی) اگر ماموم کی جگہ امام سے بلند تر ہوتو حرج نہیں ہے لیکن اگر اس قدر بلند ہوکہ جماعت نہ کہا جائے تو جماعت صحیح نہیں ہے۔ (مسئلہ ۱۴۲۵)

نماز جماعت کے بعض مستحبات اور مکروہات

ا۔مستحب ہے امام جماعت صف کے سامنے وسط میں کھڑا ہو اور اہل علم،کمال وتقویٰ پہلی صف میں کھڑے ہوں۔

۲۔مستحب ہے نماز جماعت کی صفیں، مرتب اور منظم ہوں اور صف میں کھڑے افراد کے درمیان فاصلہ نہ ہو۔

۳۔نمازیوں کی صفوں میں جگہ ہونے کی صورت میں تنہا صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

۴۔مکروہ ہے، ماموم نماز کے ذکر ایسے پڑھے کہ امام جماعت سن سکے۔

سبق: ۲۸ کا خلاصہ

۱۔ نمازِ استقاءکے علاوہ کوئی مستحب نماز باجماعت پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

۲۔ یومیہ نمازوں میں سے کسی بھی نماز کی امام جماعت کی دوسری نمازوں کے ساتھ اقتدا کی جاسکتی ہے۔

۳۔ قضا نمازوں کو بھی جماعت سے پڑھا جاسکتا ہے۔

۴۔ نماز جمعہ،نماز عید فطر اور نماز عید قربان کے علاوہ دیگر نمازوں کوکم ازکم دو افرا پر مشتمل جماعت تشکیل دی جاسکتی ہے۔

۵۔ امام جماعت کی پیروی کرنے کا طریقہ:۔اقوال میں (پڑھنے کی چیزوں میں)تکبیرۃ الا حرام: امام سے پہلے یا امام کے ساتھ نہ کہی جائے۔ تکبیرۃ الاحرام کے علاوہ: امام سے آگے یا پیچھے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔پیچھے رہنا۔۔ اگر زیادہ فاصلہ نہ ہوتو کوئی حرج نہیں۔

۶۔ اگر ماموم رکوع میں امام سے ملحق ہوجائے،اگرچہ امام ذکر رکوع تمام کرچکا ہو تو جماعت صحیح ہے۔

۷۔ اگر غلطی سے امام سے پہلے :۔ماموم رکوع میں چلاجائے۔۔پلٹ کر دوبارہ امام جماعت کے ساتھ رکوع میں جائے۔۔رکوع سے کھڑا ہوجائے۔۔ پھرسے رکوع میں جائے۔uسجدہ میں جائے۔۔۔واجب ہے سرکو بلند کرکے دوبارہ امام کے ساتھ سجدہ میں جائے۔ اگر نہ اٹھے نماز صحیح ہے۔uسجدہ سے سر کو اٹھائے۔۔۔ دوبارہ سجدہ میں جائے۔

۸۔ اگر ماموم کی جگہ امام سے بلند ہوتو کوئی حرج نہیں۔

سوالات؟

۱۔ کیا مسافر، جس کی نماز قصر ہے امام جماعت کی ظہر کی نماز کی آخری دو رکعتوں میں اپنی نماز عصر کی نیت سے اقتدا کر سکتا ہے؟

۲۔ کیا ماموم امام جماعت سے پہلے رکوع اور سجدہ میں جا سکتا ہے؟

۳۔ اگر ماموم کو سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد معلوم ہو جائے کہ امام ابھی سجدہ میں ہے تو اس کا فرض کیا ہے؟

۴۔ اگر ماموم نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں غلطی سے قنوت پڑھنے سے پہلے رکوع میں جائے تو اس کا فرض کیا ہے؟

۵۔ کون سی مستحب نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جا سکتی ہے؟

سبق نمبر۲۹

نماز جمعہ و نماز عید

نماز جمعہ

مسلمانوں کے ہفتہ وار اجتماعات میں سے ایک نماز جمعہ ہے اور نماز گزار جمعہ کے دن نماز ظہر کی جگہ پر جمعہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں[۱]۔

زنماز جمعہ کی اہمیت: امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ، نماز جمعہ کی اہمیت کے بارے میں یوں فرماتے ہیں ''نماز جمعہ اور اس کے دو خطبے، حج اور نماز عید فطر و عید قربان کی طرح مسلمانوں کے عظیم مراسم میں سے ہیں لیکن افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان اس سیاسی عبادت کے فرائض سے غافل ہیں ،جبکہ ایک انسان اسلام کے بارے میں ملکی، سیاسی، سماجی اور اقتصادی مسائل کے سلسلے میں معمولی مطالعہ سے سمجھ سکتا ہے کہ اسلام دین سیاست ہے اور جو دین کو سیاست سے جدا جانتا ہے وہ ایک ایسا نادان ہے جو نہ دین کو پہچان سکا ہے اور نہ سیاست کو[۲]''

نماز جمعہ کی بحث آیت... گلپائیگانی کے رسالہ اور وسیلۃ النجاۃ کے حاشیہ میں نہیں آئی ہے لیکن جمع المسائل سے مطابقت کی گئی ہے.

ز۔ (گلپائیگانی) بنا بر احتیاط واجب نماز ظہر کو بھی پڑھے۔ (مجمع المسائل، ج ا، ص ۲۵۱)

---

[۱] تحریر الوسیلہ ص ۲۳۱، م ۱

[۲] تحریر الوسیلہ، ج ا، ص ۲۳۴، م ۹

نماز جمعہ کی کیفیت

واجبات:نماز جمعہ صبح کی نماز کی طرح دو رکعت ہے، لیکن اس میں دو خطبے ہیں، جنھیں امام جمعہ نماز سے قبل بیان کرتا ہے۔

مستحبات:۱۔ امام جمعہ کا حمد اور سورہ کو بلند آواز سے پڑھنا۔ز

۲۔ امام جمعہ کا پہلی رکعت میں حمد کے بعد سورہ جمعہ پڑھنا۔

۳۔ امام جمعہ کا دوسری رکعت میں حمد کے بعد سورہ منافقون پڑھنا۔

۴۔ اور دوسرا قنوت دوسری رکعت میں رکوع کے بعد[۱]۔

نماز جمعہ کے شرائط

۱۔ نماز جماعت کے تمام شرائط نماز جمعہ میں بھی ہیں۔زز

۲۔ نماز جمعہ باجماعت پڑھی جانی چاہئے لہٰذا فرادیٰ پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

۳۔ نماز جمعہ کو قائم کرنے کے لئے کم از کم پانچ افراد کا ہونا ضروری ہے،یعنی ایک امام اور چار ماموین۔

ز۔ (گلپائیگانی۔ اراکی) احتیاط واجب ہے کہ نماز جمعہ میں حمد وسورہ کو بلند آواز سے پڑھے مسئلہ ۸۴

ززنماز جماعت کے شرائط سبق نمبر ۷۲میں بیان کئے گئے ہیں۔

۴۔ دونماز جمعہ کے درمیان کم از کم ایک فرسخ کا فاصلہ ہونا چاہئے[۱]۔ز(۱)

---

[۱] تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۱۳۲، الثانی

خطبے پڑھتے وقت امام جمعہ کے فرائض

۱۔ حمد وثنائے الٰہی بجالائے۔

۲۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ اطہار علیہم السلام پر درود بھیجے۔

۳۔ لوگوں کو تقوائے الٰہی اور گناہوں سے دوری کی تاکید کرے۔

۴۔ قرآن مجید کے ایک چھوٹے سورہ کو پڑھے۔

۵۔ مؤمن مردو خواتین کے لئے مغفرت کی دعا کرے۔ززاور سزاوار ہے کہ درج ذیل مطالب بھی بیان کرے۔ززز مسلمانوں کی دنیوی واخروی ضرورتیں۔۔دنیا میں پیش آنے والے حالات جو مسلمانوں کے نفع ونقصان کے بارے میں ہوں،سے لوگوں کو آگاہ کرنا۔

۔لوگوں کو سیاسی اور اقتصادی مسائل سے آگاہ کرے،جن کا ان کی آزادی میں عمل اور دخل ہو اور دیگر ملتوں اور اقوام سے برتاؤ کے طریقہ کار کو بیان کرے۔۔مسلمانوں کو ستمگر اور سامراجی کومتوں کی طرف سے ان کے سیاسی واقتصادی معالات میں اپنا الوسیدھا کرنے کے لئے دخل اندازی کے بارے میں آگاہ کرے[۲]۔.(ز۔ایک فرسخ۔ساڑھے پانچ کلومیٹر شرعی.زز۔ان میں سے بعض مسائل فتویٰ ہیں،بعض احتیاط واجب اور بعض دونوں خطبوں سے مربوط ہیں اور بعض ایک ہی خطبہ سے مربوط ہیں۔ززز۔یہ حصہ امام خمینی کی کتاب تحریر الوسیلہ سے نقل کیا گیا ہے۔

---

[۱] تحریر الوسیلہ، ج۱، ص۲۳۲، الثانی

[۲] تحریر الوسیلہ، ج۱، ص۲۳۳و۲۳۴، م۸۰۰۷۔۹

نماز جمعہ پڑھنے والوں کا فرض

۱۔ احتیاط واجب کے طور پر خطبے سننا۔

۲۔ احتیاط مستحب ہے کہ خطبوں کے دوران باتیں کرنے سے پرہیز کیا جائے اگر باتیں کرنا خطبوں کی افادیت ختم ہونے یا خطبے نہ سننے کا سبب بنے تو باتیں نہ کرنا واجب ہے۔

۳۔ احتیاط مستحب ہے کہ خطبہ سننے والے خطبوں کے دوران امام کی طرف رخ کرکے بیٹھیں اور خطبوں کے دوران فقط اس قدر ادھر ادھر دیکھ سکتے ہیں جتنی کہ نماز کے دوران اجازت ہے[۱]۔ (۱)

نماز عید

عید فطر اور عید قربان کے دن نماز عید پڑھنا مستحب ہے۔ نماز عید کا وقت:

۱۔ سورج چڑھنے کے وقت سے ظہر تک نماز عید کا وقت ہے[۲]۔

۲۔ مستحب ہے عید قربان کی نماز سورج چڑھنے کے بعد پڑھی جائے۔

۳۔ مستحب ہے عید فطر کے دن، سورج چڑھنے کے بعد افطار کیا جائے اس کے بعد زکات فطرہ زدے ززپھر نماز عید پڑھے[۳]۔

ز۔ زکات فطرہ ایک مالی واجب ہے اور اسے عید فطر کے دن ادا کرنا چاہئے سبق ۳۴ ملاحظہ ہو)

---

[۱] تحریر الوسیلہ، ج۱ص ۲۳۵،م۱۴

[۲] توضیح المسائل،م ۱۵۱۷.

[۳] توضیح المسائل،م ۱۵۱۸

زز۔ (گلپائیگانی) عید فطر کے دن مستحب ہے کہ سورج چڑھنے کے بعد افطار کرے نیز احتیاط لازم زکات فطرہ بھی نکالے یاجداکرکے رکھدے اس کے بعد نماز عید فطر پڑھے. (مسئلہ ۱۵۲۷)

نماز عید کی کیفیت

ا۔ عید فطر اور عید قربان کی نماز دو رکعت ہے، اس میں نوقنوت ہیں اور حسب ذیل طریقہ سے پڑھی جاتی ہے:

۔ پہلی رکعت میں حمد وسورہ کے بعد پانچ تکبریں پڑھی جاتی ہیں اور ہر تکبیر کے بعد ایک قنوت پڑھا جاتاہے اور پانچویں قنوت کے بعد ایک اور تکبیر پڑھ کے رکوع اور دو سجدے کئے جاتے ہیں۔

دوسری رکعت میں حمد وسورہ کے بعد چار تکبیریں کہی جاتی ہیں اور ہر تکبیر کے بعد ایک قنوت پڑھا جاتاہے اور چوتھے قنوت کے بعد ایک اور تکبیر پڑھ کے رکوع، سجود، تشہد وسلام پڑھ کے نماز تمام کی جاتی ہے۔

۔نمازعید کے قنوتوں میں کوئی بھی دعا یاذکر پڑھا جائے، کافی ہے ، لیکن بہتر ہے ثواب کی امید سے مندرجہ ذیل دعا پڑھی جائے ”: اَللّٰھُمَّ اَھْلَ اَلْکِبْرِیَآءِ وَاَلْعَظَمَۃِ وَاَھْلَ اَلْجُوْدِوَاَلْجَبَرُوْتِ وَاَھْلَ اَلْعَفْوِ وَاَلرَّحْمَۃِ وَ اَھْلَ اَلتَّقْوٰی وَاَلْمَغْفِرَۃِ، اَسْءَلُکَ بِحَقِّ ہٰذَا اَلْیَوْمِ اَلَّذِیْ جَعَلْتَہٗ لِلْمُسْلِمِیْنَ عِیْداً، وَّلِمُحَمَّدٍ صَلَّی اَللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ذُخْراً وَّشَرَفاً وَّ کَرَامَۃً وَّمَزِیْداً، اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ، وَاَنْ تُدْخِلَنِیْ فِیْ کُلِّ خَیْرٍ اَدْخَلْتَ فِیْہِ مُحَمَّداً وَّ اٰلَ مُحَمَّدٍ، وَاَنْ تُخْرِجَنِیْ مِنْ کُلِّ سُوْءٍ اَخْرَجْتَ مِنْہُ مُحَمَّداً وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُکَ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَسْءَلُکَ خَیْرَ مَا سَءَلَکَ بِہٖ عِبَادُکَ اَلصَّالِحُوْنَ، وَاَعُوْذُبِکَ مِمَّا اَسْتَعَاذَ مِنْہُ عِبَادُکَ الْمُخْلَصُوْنَ“

سبق ۲۹ کا خلاصہ

۱۔ نماز جمعہ، جمعہ کے دن ظہر کی نماز کے بدلے میں پڑھی جاتی ہے۔

۲۔ نماز جمعہ دو رکعت ہے اور نماز سے پہلے دو خطبے پڑھنا واجب ہیں۔

۳۔ نماز جمعہ کے شرائط حسب ذیل ہیں :۔ نماز جماعت کے تمام شرائط۔۔اسے جماعت میں ہی پڑھا جاسکتا ہے۔۔ نماز جمعہ قائم کرنے کیلئے کم ازکم پانچ آدمی کا ہونا ضروری ہے۔ uدو نماز جمعہ کے درمیان کم از کم فاصلہ ایک فرسخ ہونا چاہئے۔

۴۔ خطیب جمعہ کو چاہئے خطبہ کے ضمن میں حمد وثنائے الٰہی اور پیغمبر اسلامؐ اور ائمہ اطہار پر درود و سلام کے علاوہ لوگوں کو تقویٰ وپرہیز گاری کی تاکید کرے،اور قرآن مجید کے ایک چھوٹے سورہ کی تلاوت کرے۔

۵۔ احتیاط واجب کی بنا پر ماموین کو خطبے سننے چاہئے اور مستحب ہے خطبوں کے دوران باتیں کرنے سے پرہیز کرے۔

٦۔ نماز عید دو رکعت ہے اور اس میں نو قنوت ہیں۔

۷۔ نماز عید کی پہلی رکعت میں حمد کے بعد پانچ قنوت اور چھ تکبیریں اور دوسری رکعت میں چار قنوت اور پانچ تکبیریں پڑھی جاتی ہیں۔

سوالات؟

۱۔ نماز ظہر اور نماز جمعہ میں کیا فرق ہے؟ ایک ایک کرکے بیان کیجئے؟

۲۔ نماز جمعہ میں کم از کم کتنے مأموین ہونے چاہئے؟

۳۔ گزشتہ درسوں کا مطالعہ کرکے امام جماعت کے شرائط جو درحقیقت امام جمعہ کے لئے بھی شرائط، ہیں بیان کیجئے؟

۴۔ امام خمینیؒ کی نظر میں دین کو سیاست سے جدا جاننے والا شخص کیسا انسان ہے؟

۵۔ نماز عید میں کتنی تکبیریں اور کتنے قنوت ہیں؟

سبق نمبر۳۰

نماز آیات اور مستحب نمازیں

نماز آیات

واجب نمازوں میں سے ایک ''نماز آیات'' بھی ہے جو بعض آسمانی یا زمینی حوادث رونما ہونے کے سبب واجب ہوتی ہے، جیسے:۔ زلزلہ ۔چاند گہن۔ سورج گہن ۔ بجلی گرنے اور زرد و سرخ طوفان اور اس طرح کے دوسرے حوادث، اگر اکثر لوگوں میں خوف وحشت از کا سبب بنیں۔

نماز آیات کی کیفیت

۱۔نماز آیات دو رکعت ہے اور ہر رکعت میں پانچ رکوع ہیں۔ (۱).

ز۔ (گلپائیگانی) ان پر آیت (غیر عادی) صدق آنے کی صورت میں اگر کوئی خوف و وحشت بھی نہ کرے تو بھی نماز آیات واجب ہے۔ (مسئلہ ۱۵۰۰)

۲۔ نماز آیات میں، ہر رکوع سے پہلے سورہ حمد اور قرآن مجید کا کوئی دوسرا سورہ پڑھا جاتا ہے، لیکن ایک سورہ کو پانچ حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد ہر رکوع سے پہلے اس کا ایک حصہ بھی پڑھا جاسکتا ہے، اس طرح دو رکعتوں میں دو حمد اور دو سورے پڑھے جاسکتے ہیں۔

توضیح المسائل، م ۱۴۹۱

ذیل میں سورہ توحید کو پانچ حصوں میں تقسیم کرکے پڑھنے کی صورت میں نماز آیات کی کیفیت بیان کرتے ہیں: پہلی رکعت: سورہ حمد کے بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کے ۔۔۔رکوع قل ھواللہ احد ۔۔۔۔۔۔۔رکوع اللہ الصمد۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔رکوع لم یلد ولم یولد۔۔۔۔۔ ۔رکوعولم یکن لہ کفواً احد۔۔۔ ۔رکوع اس کے بعد نماز گزار سجدے بجالاکر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہوجاتاہے۔

دوسری رکعت: دوسری رکعت کو بھی پہلی رکعت کی طرح بجالاکر تشہد اور سلام پڑھنے کے بعد نماز کو تمام کیا جاتاہے۔ (١)

نماز آیات کے احکام

١۔ اگر نماز آیات کے اسباب میں سے ایک سبب کسی ایک شہر میں واقع ہوجائے تو اسی شہر کے لوگوں کو نماز آیات پڑھنا چاہئے اور دوسری جگہوں کے لوگوں پر واجب نہیں ہے۔

٢۔ اگر ایک رکعت میں پانچ حمد وپانچ سورے پڑھے جائیں اور دوسری رکعت میں ایک حمد اور سورہ کو پانچ حصوں میں تقسیم کرکے پڑھا جائے تو صحیح ہے[١]۔

٣۔ مستحب ہے دوسرے، چوتھے، چھٹے، آٹھویں اور دسویں رکوع سے پہلے قنوت پڑھا جائے۔ اور اگر دسویں رکوع سے پہلے ایک ہی قنوت پڑھا جائے تو بھی کافی ہے[٢]۔ (٢)

٤۔ نماز آیات کا ہر رکوع، رکن ہے اور اگر عمداً یا سہواً کم یا زیادہ ہوجائے تو نماز باطل ہے[١]۔

---

[١] توضیح المسائل، م ١٥٠٩

[٢] توضیح المسائل م ١٥١٢

۵۔ نماز آیات جماعت کے ساتھ بھی پڑھی جا سکتی ہے اور اس صورت میں حمد و سورہ کو صرف امام جماعت پڑھتا ہے[۲]۔

مستحب نمازیں

۱۔ مستحب نماز کو ''نافلہ'' کہتے ہیں۔

۲۔ مستحب نمازیں بہت زیادہ ہیں، اس کتاب میں ان سب کو بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے، لہٰذا ان میں سے بعض کو ان کی اہمیت کے پیش نظر بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں[۳]:

نماز شب ۱۱ رکعتیں ہیں جو حسب ذیل طریقے سے پڑھی جاتی ہیں: دو رکعت نافلۂ شب کی نیت سے دو رکعتیں۔۔ نافلۂ شفع کی نیت سے ایک رکعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔نافلۂ وتر کی نیت سے[۴]

نماز شب کا وقت

۱۔ نماز شب کا وقت نصف شب سے صبح کی اذان تک ہے، بہتر ہے صبح کے نزدیک پڑھی جائے[۵]۔

۲۔ مسافر اور جس کے لئے نصف شب کے بعد نماز شب پڑھنا مشکل ہو، وہ نصف شب سے پہلے بھی پڑھ سکتا ہے[۶]۔

---

[۱] توضیح المسائل، م۱۵۱۵

توضیح المسائل، م۷۷۳

[۲] العروۃ الوثقیٰ، ج۱، ص ۷۳۰، م۱۳

[۳] توضیح المسائل، م۷۶۴

[۴] توضیح المسائل، م ۷۶۵

[۵] توضیح المسائل، م۷۷۳

[۶] توضیح المسائل، م۷۷۴

روزمرہ نمازوں کے نوافل

روزانہ پڑھی جانے والی ۱۷ رکعتیں واجب نمازوں کے ساتھ ۲۳ رکعتیں نافلہ ہیں جن کا پڑھنا مستحب ہے، ان میں صبح کی دو رکعت نافلہ بھی ہے جسے نماز صبح سے پہلے پڑھا جاتا ہے، اور اس کے بہت ثواب ہیں۔

زنماز غفیلہ: ایک اور مستحبی نماز ''غفیلہ'' ہے، اسے نماز مغرب کے بعد پڑھا جاتا ہے۔

زروز مرہ نافلہ نمازوں کی کیفیت اور ان کے وقت کے بارے میں توضیح المسائل کے مسئلہ نمبر ۷۶۴ اور ۷۶۸ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

نماز غفیلہ کی کیفیت

نماز غفیلہ دو رکعت ہے، اس کی پہلی رکعت میں سورہ حمد کے بعد سورہ کے بجائے درج ذیل آیت پڑھی جاتی ہے[1] (۱)

۱۔ ''وَذَاالنُّونِ اِذْذَّھَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَیْہِ فَنَادٰی فِی الظُّلُمَاتِ اَنْ لَااِلٰہَ اِلَّااَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَہُ وَ نَجَّیْنٰہُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ''

۲۔ اور دوسری رکعت میں حمد کے بعد سورہ کی جگہ پر درج ذیل آیت پڑھی جاتی ہے'': وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَایَعْلَمُھَا اِلَّا ھُوَوَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَۃٍ اِلَّا یَعْلَمُھَا وَلَا حَبَّۃٍ فِی ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا یَابِسٍ اِلَّا فِی کِتَابٍ مُّبِیْنٍ'' اور اس کے قنوت میں یہ دعا پڑھی جائے '': اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْاَلُکَ بِمَفَاتِیْحِ الْغَیْبِ الَّتِی لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ اَنْ تَغْفِرَلِی ذُنُوبِیْ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ وَلِیُّ نِعْمَتِیْ وَالْقَادِرُ عَلٰی طَلِبَتِیْ تَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَسْاَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ وَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ لَمَّا قَضَیْتَھَا لِی

---

[1] توضیح المسائل، ۷۷۵.

سبق ۳۰ کا خلاصہ

۱۔ اگر زلزلہ آئے یا چاند گہن یا سورج گہن لگ جائے، تو نماز آیات واجب ہوتی ہے۔

۲۔ اگر بجلی گرے یا زرد و سرخ طوفان آئے اور اکثر لوگ خوف و وحشت کا احساس کریں، تو نماز آیات واجب ہوجاتی ہے ز ۔ جملہ ''ان تغفرلی ذنوبی'' کی جگہ پر کوئی دوسری حاجت بھی طلب کی جاسکتی ہے۔.

۳۔ نماز آیات دو رکعت ہے اور ہر رکعت میں پانچ رکوع ہیں۔

۴۔ نماز آیات کی ہر رکعت میں پانچ حمد اور مکمل پانچ سورے پڑھے جا سکتے ہیں یا کسی ایک سورہ کو پانچ حصوں میں تقسیم کرکے ہر رکوع سے پہلے اس کا ایک حصہ پڑھا جاسکتا ہے۔

۵۔ اگر کسی شہر میں نماز آیات کے اسباب میں سے کوئی سبب واقع ہوجائے تو اسی شہر کے لوگوں پر نماز آیات واجب ہوتی ہے۔

٦۔ نماز آیات کا ہر ایک رکوع، رکن ہے اور کم یا زیادہ ہونے سے نماز باطل ہوتی ہے۔

۷۔ نماز آیات کو باجماعت بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

۸۔ مستحبی نمازوں میں نماز شب، غفیلہ اور روز مرہ نمازوں کے نافلہ شامل ہیں۔

سوالات؟

۱۔ کیا آپ اس کی وضاحت کر سکتے ہیں کہ نماز زلزلہ اور اس جیسی نماز کو کیوں نماز آیات کہتے ہیں؟

۲۔ نماز آیات میں کتنے رکوع اور کتنے قنوت ہیں؟

۳۔ شاگردوں میں سے کوئی ایک شاگرد کلاس میں ایک قرآن مجید کے سورہ کو پانچ حصوں میں تقسیم کر کے نماز آیات کو پڑھے ۔

۴۔ نماز آیات میں اول سے آخر تک کل کتنے ارکان ہیں؟

۵۔ کیا کسی ایک رکعتی نماز کا نام لے سکتے ہو؟

۶۔ روزانہ نافلہ اور نماز شب کی رکعتوں کی تعداد کیا ہے؟ اور واجب نمازوں کی رکعتوں سے کیا مناسبت رکھتی ہیں۔؟

سبق نمبر ۳۱

روزہ

روزہ کی تعریف

اسلام کے واجبات اور انسان کی خود سازی کے سالانہ پروگرام میں سے ایک، روزہ ہے، اذان صبح سے مغرب تک حکم خدا کو بجالانے کے لئے کچھ کام انجام دینے (جن کی وضاحت بعد میں آئے گی) سے پرہیز کرنے کو روزہ کہتے ہیں، احکام روزہ سے آگاہ ہونے کے لئے پہلے اس کی اقسام کو جاننا ضروری ہے۔

واجب روزے

درج ذیل روزے واجب ہیں:۔ ماہ مبارک رمضان کے روزے۔۔ قضا روزے۔ کفارے کے روزے۔ ز۔ نذر کی بنا پر واجب ہونے والے روزے۔۔ باپ کے قضا روزے جو بڑے بیٹے پر واجب ہوتے ہیں[۱]۔ زز

بعض حرام روزے

۔ عید فطر (اول شوال) کو روزہ رکھنا۔۔ عید قربان (۱۰ذی الحجہ) کو روزہ رکھنا۔ اولاد کا مستحبی روزہ والدین کے لئے اذیت کا سبب بنے (احتیاط واجب کی بنا پر) اولاد کا مستحبی روزہ رکھنا جب کہ اس کے والدین نے منع کیا ہو۔

---

[۱] العروہ الوثقی، ج ۲، ص ۲۴۰ اور توضیح المسائل، م ۱۳۹۰

مستحب روزے

حرام اور مکروہ روزہ کے علاوہ سال کے تمام ایام، میں روزہ رکھنا مستحب ہے، البتہ بعض مستحب روزوں کی زیادہ تاکید اور سفارش کی گئی ہے۔ جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:۔ ہر جمعرات اور جمعہ کو روزہ رکھنا۔

ز۔ قضا اور کفارہ کے روزوں کی وضاحت آگے آئے گی۔

زز۔ (اراکی) ماں کے قضا روزے (مسئلہ ۱۳۸۲) (گلپائیگانی) احتیاط واجب کی بنا پر، ماں کے قضا روزے بھی اس پر واجب ہیں (مسئلہ ۱۳۹۹)

۔ عید مبعث کے دن (۲۷ ماہ رجب) کو روزہ رکھنا۔

عید غدیر (۱۸ ذی الحجہ) کو روزہ رکھنا۔۔

عید میلاد النبی (۱۷ ربیع الاول) کو روزہ رکھنا۔

۔ عرفہ کے دن (۹ ذی الحجہ) اس شرط پر کہ روزہ رکھنا اس دن کی دعاؤں سے محرومیت کا سبب نہ بنے۔۔

پورے ماہ رجب اور ماہ شعبان میں روزہ رکھنا۔۔

ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کو رورہ رکھنا۔

مکروہ روزے

مہمان کا میزبان کی اجازت کے بغیر مستحبی روزہ رکھنا ۔ ۔ مہمان کا میزبان کے منع کرنے کے باوجود مستحبی روزہ رکھنا ۔ ۔

فرزند کا باپ کی اجازت کے بغیر مستحبی روزہ رکھنا ۔ ۔

عاشورہ کے دن کا روزہ ۔ ۔

عرفہ کے دن کا روزہ اگر اس دن کی دعا کے لئے روزہ رکاوٹ بن جائے ۔ ۔

اس دن کا روزہ کہ نہیں جانتا ہو عرفہ ہے یا عید قربان[۱] ۔

روزہ کی نیت

۱۔ روزہ ایک عبادت ہے اسے خدا کے حکم کی تعمیل کے لئے بجالانا چاہئے

۲۔ انسان ماہ رمضان کی ہر رات کو کل کے روزہ کے لئے نیت کر سکتا ہے۔ بہتر ہے ماہ رمضان کی پہلی تاریخ کی رات کو پورے مہینے کے روزوں کیلئے ایک ساتھ نیت کرلے[۲] ۔

۳۔ واجب روزوں میں روزہ کی نیت کو کسی عذر کے بغیر صبح کی اذان سے زیادہ تاخیر میں نہیں ڈالنا چاہئے

۴۔ واجب روزوں میں اگر کسی عذر کی وجہ سے، جیسے فراموشی یا سفر، کی وجہ سے روزہ کی نیت نہ کی ہو اور ایسا کوئی کام بھی انجام نہ دیا ہوکہ جو روزہ کو باطل کرتا ہے، تو وہ ظہر تک روزہ کی نیت کر سکتا ہے[۱] ۔

---

[۱] توضیح المسائل، م ۱۷۴۷

[۲] توضیح المسائل، م ۱۵۵۰

۵۔ ضروری نہیں ہے کہ روزہ کی نیت کو زبان پر جاری کیا جائے بلکہ اتنا ہی کافی ہے کہ خدا وند عالم کے حکم کی تعمیل کے لئے صبح کی اذان سے مغرب تک روزہ کو باطل کرنے والا کوئی کام انجام نہ دے [۲]

سبق ۳۱ کا خلاصہ

۱۔ روزہ کا وقت صبح کی اذان سے، مغرب تک ہے۔

۲۔ رمضان المبارک کے روزے، قضا روزے، کفارے اور نذر کے روزے، واجب روزے ہیں۔

۳۔ باپ کے قضا روزے، اس کی موت کے بعد بڑے بیٹے پر واجب ہیں۔

۴۔ عید فطر اور عید قربان کے روزے اور فرزند کے ایسے مستحبی روزے جن سے اس کے ماں باپ کو تکلیف پہنچے، حرام ہیں.

۵۔ پورے سال میں حرام اور مکروہ روزوں کے علاوہ روزہ رکھنا مستحب ہے لیکن بعض دنوں کے بارے میں تاکید کی گئی ہے۔ منجملہ: ہر جمعرات وجمعہ۔ عید میلاد النبیؐ اور عید مبعث۔ ۹، اور ۱۸، ذی الحجہ (عرفہ اور عید غدیر) باپ کی اجازت کے بغیر فرزند کا مستحبی روزہ مکروہ ہے۔ ماہ مبارک رمضان میں ہر رات کو کل کے روزہ کے لئے نیت کی جاسکتی ہے لیکن بہتر ہے ماہ رمضان کی پہلی تاریخ کی پہلی رات کو پورے ایک ماہ کے روزوں کی نیت کی جائے۔

---

[۱] توضیح المسائل م ۱۵۵۴۔ ۱۵۶۱

[۲] توضیح المسائل م ۱۵۵۰

سوالات؟

۱۔ مندرجہ ذیل دنوں میں روزہ رکھنے کا کیا حکم ہے: دسویں محرم، دسویں ذی الحجہ، نویں ذی الحجہ، ۲۱مارچ، پہلی شوال۔

۲۔ اگر باپ بیٹے سے کہے کہ کل روزہ نہ رکھنا، تو کیا اس صورت میں بیٹا روزہ رکھ سکتا ہے؟

۳۔ اگر ایک شخص اذان صبح کے بعد نیند سے بیدا رہو تو کیا وہ روزہ رکھ سکتا ہے؟

سبق نمبر ۳۲

مبطلات روزہ

روزہ دار کا صبح کی اذان سے مغرب تک بعض کام انجام دینے سے اجتناب کرنا چاہئے۔اوراگر ان میں سے کسی ایک کو انجام دے تو اس کا روزہ باطل ہوجاتا ہے، ایسے کاموں کو ''مبطلات روزہ '' کہتے ہیں ۔

مبطلات روزہ حسب ذیل ہیں:۱۔کھانا پینا ۔۲۔غلیظ غبار کو حلق تک پہنچانا ۔۳۔ قے کرنا ۔۴۔ مباشرت۔ ۵ ۔مشت زنی (ہاتھوں کے ذریعہ منی کا باہر نکالنا)۶۔ اذان صبح تک جنابت کی حالت میں باقی رہنا ۔

مبطلات روزہ کے احکام

کھانا اور پینا

۱۔ اگر روزہ دار عمداً کوئی چیز کھائے یا پیئے تو اس کا روزہ باطل ہوجاتا ہے[1]۔

۲۔ اگر کوئی شخص اپنے دانتوں میں موجود کسی چیز کو نگل جائے، تو اس کا روزہ باطل ہوجاتا ہے[2]۔ (۲)

۳۔ تھوک کو نگل جانا روزہ کو باطل نہیں کرتا خواہ زیادہ کیوں نہ ہو[3]۔

۴۔ اگر روزہ دار بھولے سے (نہیں جانتا ہو کہ روزے سے ہے) کوئی چیز کھائے یا پیئے تو اس کا روزہ باطل نہیں ہوتا ہے[1]۔

---

[1] توضیح المسائل، م ۱۵۷۳

[2] توضیح المسائل، م ۱۵۷۴

[3] توضیح المسائل، م ۱۵۷۹

۵۔انسان کمزوری کی وجہ سے روزہ نہیں توڑ سکتا ہاں اگر کمزوری اس قدر ہو کہ معمولاً قابل تحمل نہ ہو تو پھر روزہ نہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے[۲]۔

انجکشن لگوانا :انجکشن لگوانا، اگر غذا کے بدلے نہ ہو، روزہ کو باطل نہیں کرتا زاگرچہ عضو کو بے حس بھی کردے[۳]۔

غلیظ غبار کو حلق تک پہنچانا :ا۔ اگر روزہ دار غلیظ غبار کو حلق تک پہنچائے، تو اس کا روزہ باطل ہو جائے گا، خواہ یہ غبار کھانے کی چیز ہوز۔ (گلپائیگانی) اگر ضرورت ہو اور انجکشن لگوایا روزہ باطل نہیں ہوتا نیز انجکشوں میں کوئی فرق نہیں (مسئلہ ۱۵۸۵۔

(اراکی (خوئی) انجکشن لگوانا روزہ کو باطل نہیں کرتا (استفاء مسئلہ ۱۵۷۵) جیسے آٹا یا کھانے کی چیز نہ ہو جیسے مٹی۔

۲۔ درج ذیل موارد میں روزہ باطل نہیں ہوتا: ۔غبار غلیظ نہ ہو۔ ۔حلق تک نہ پہنچے (صرف منہ کے اندر داخل ہوجائے) ۔بے اختیار حلق تک پہنچ جائے۔ ۔یاد نہ ہو کہ روزہ سے ہے۔ ۔شک کرے کہ غلیظ غبار حلق تک پہنچا یا نہیں[۴]۔

پورے سر کو پانی کے نیچے ڈبونا ۔ا۔ اگر روزہ دار عمداً اپنے پورے سر کو خالص زپانی میں ڈبودے، اس کا روزہ باطل ہوجائے گا۔

۲۔ درج ذیل موارد میں روزہ باطل نہیں ہے: ۔بھولے سے سر کو پانی کے نیچے ڈبوئے۔ ۔سر کے ایک حصہ کو پانی کے نیچے ڈبوئے۔ ۔نصف سر کو ایک دفعہ اور دوسرے نصف کو دوسری دفعہ پانی کے نیچے ڈبوئے۔ ۔ اچانک پانی میں گرجائے۔ ۔ دوسرا کوئی شخص زبردستی اس کے سر کو پانی کے نیچے ڈبوئے۔ ۔شک کرے کہ آیا پورا سر پانی کے نیچے گیا ہے کہ نہیں[۱]۔

توضیح المسائل، م ۱۵۷۵[۱]

[۲]توضیح المسائل، م ۱۵۷۵

[۳]توضیح المسائل، م ۱۵۷۶

[۴]تحریر الوسیلہ ج ا، ص ۲۸۶، الثامن۔ توضیح المسائل م ۱۶۰۸ تا ۱۶۱۸

ز۔ (اراکی۔ گلپائیگانی) احتیاط واجب ہے سر کو مضاف پانی میں بھی نہ ڈبوئے (مسئلہ ۱۶۴۷)

قے کرنا

۱۔ اگر روزہ دار عمداً قے کرے، اگرچہ بیماری کی وجہ سے ہو تو بھی اس کا روزہ باطل ہو جائے گا[۲]۔

۲۔ اگر روزہ دار کو یاد نہیں ہے کہ روزہ سے ہے یا بے اختیار قے کرے، تو اس کا روزہ باطل نہیں ہے[۳]۔

استمناء

۱۔ اگر روزہ دار ایسا کام کرے جس سے منی نکل آئے تو اس کا روزہ باطل ہوجائے گا[۴]۔

۲۔ اگر بے اختیار منی نکل آئے مثلاً احتلام ہوجائے تو اس کا روزہ باطل نہیں ہوگا[۵]۔

[۱] توصیح المسائل، م ۱۶۰۹۔ ۱۹۱۰۔ ۱۹۱۳۔ ۱۹۱۵۔ العروۃ الوثقی، ج ۲ ص ۱۸۷ م ۴۸

[۲] توضیح المسائل، م ۱۶۴۶

[۳] توضیح المسائل، م ۱۶۴۶

[۴] توضیح المسائل، م ۱۵۸۸

[۵] توضیح المسائل، م ۱۵۸۹

سبق: ۳۲ کا خلاصہ

۱۔ کھانے پینے، غلیظ غبار کو حلق تک پہنچانے، پورے سر کو پانی کے نیچے ڈبونے، قے کرنے، مباشرت کرنے، استمناء کرنے اور صبح کی اذان تک جنابت پر باقی رہنے سے روزہ باطل ہوجاتا ہے۔

۲۔ لعاب دہن کو نگل لینے سے روزہ باطل نہیں ہوتاہے۔

۳۔ اگر روزہ دار بھولے سے کوئی چیز کھالے یا پی لے تو اس کا روزہ باطل نہیں ہوگا۔

۴۔ اگر انجکشن لگوانا، بجائے غذا نہ ہو تو روزہ باطل نہیں ہوتا۔

۵۔ اگر غبار غلیظ نہ ہو یا غلیظ غبار حلق تک نہ پہنچے یا روزہ دار شک کرے کہ حلق تک پہنچا یا نہیں اس کا روزہ باطل نہیں ہے۔

۶۔ اگر کوئی بھولے سے اپنے سر کو پانی کے نیچے ڈبوئے، یا بے اختیار پانی میں گر جائے، یا زبردستی اسے پانی میں گرا دیا جائے، تو ایسی صورت میں اس کا روزہ باطل نہیں ہوگا۔

۷۔ اگر روزہ دار بے اختیار قے کرے یا نہ جانتا ہو روزہ سے ہے، تو اس کا روزہ باطل نہیں ہوگا۔

۸۔ اگر روزہ دار کو احتلام ہوجائے تو اس کا روزہ باطل نہیں ہوگا۔

سوالات؟

۱۔ روزہ کی حالت میں خلال کرنے اور مسواک کرنے کا کیا حکم ہے؟

۲۔ کیا روزے کی حالت میں چنگم چبانے سے روزہ باطل ہوجاتا ہے؟

۳۔ کسی شخص کو پانی پیتے وقت یاد آئے کہ روزہ سے ہے، اس کی تکلیف کیا ہے اور اس کے روزہ کا کیا حکم ہے؟

۴۔ سگریٹ پینا مبطلات روزہ کی کون سی قسم ہے؟

۵۔ روزہ کی حالت میں تیرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

سبق نمبر ۳۴

مبطلات روزہ

اذان صبح تک جنابت پر باقی رہنا :اگرکوئی شخص حالت جنابت میں اذان صبح تک باقی رہے اور غسل نہ کرے یا اگر اس کا فریضہ تیمم تھا اور تیمم نہ کرے تو بعض اوقات اس کا روزہ باطل ہوگا اس سلسلہ کے بعض مسائل حسب ذیل ہیں:

۱۔ اگر عمداً صبح کی اذان تک غسل نہ کرے یا اگر اس کا فریضہ تیمم تھا اور تیمم نہ کرے:۔ دیگر روزوں کے دوران ۔۔ اس کا روزہ صحیح ہے۔

۲۔ اگر غسل یا تیمم کرنا فراموش کرجائے اور ایک یا چند روز کے بعد معلوم ہو ۔ ۔رمضان کے روزوں کے دوران ۔۔ وہ روزے قضا کے طور پر رکھے۔ ۔ماہ رمضان کے قضا روزوں کے دوران۔۔ احتیاط واجب کی بناپر وہ روزے قضا کر لے ۔ز صحیح ہے۔ ۔رمضان کے علاوہ روزوں کے قضا کے دوران،جیسے نذر یا کفارہ کے روزے ۔روزہ صحیح ہے[1]

۳۔ اگر روزہ دار کو احتلام ہوجائے،واجب نہیں ہے فوراً غسل کرے اور اس کا روزہ صحیح ہے[2]۔

۴۔ اگر روزہ دار حالت جنابت میں ماہ رمضان کی شب کو جانتا ہوکہ نماز صبح سے پہلے بیدار نہیں ہوگا،تواسے نہیں سونا چاہئے اور اگر سوجائے اور اذان صبح سے پہلے بیدار نہ ہوسکا تو اس کا روزہ باطل ہے[3]۔

---

[1] توضیح المسائل،م ۱۶۲۲۔ ۱۶۳۴۔ ۱۶۳۶

[2] توضیح المسائل،م ۱۶۳۲

[3] توضیح المسائل،م ۱۶۲۵

وہ کام جو روزہ دار پر مکروہ ہیں

۱۔ ہر وہ کام جو ضعف و سستی کا سبب بنے، جیسے خون دینا وغیرہ۔

۲۔ معطر نباتات کو سونگھنا (عطر لگانا مکروہ نہیں ہے)

۳۔ بدن کے لباس کو تر کرنا۔

۴۔ تر لکڑی سے مسواک کرنا[۱]۔

روزہ کی قضا اور اس کا کفارہ

قضا روزہ :اگر کوئی شخص روزہ کو اس کے وقت میں نہ رکھ سکے، اسے کسی دوسرے دن وہ روزہ رکھنا چاہئے، لہذا جو روزہ اس کے اصل وقت کے بعد رکھا جاتا ہے ''قضا روزہ'' کہتے ہیں

ز۔ (خوئی) اس کا روزہ باطل ہے مسئلہ ۱۶۴۳ (گلپائیگانی) اگر وقت میں وسعت ہو تو روزہ باطل ہے اور اگر وقت تنگ ہو تو اس دن کے روزہ کو مکمل کرے اور اس کے بدلے میں رمضان کے بعد روزہ رکھے۔ (۱۶۴۳)

روزہ کا کفارہ

کفارہ وہی جرمانہ ہے جو روزہ باطل کرنے کے جرم میں معین ہوا ہے جو یہ ہے :۔ایک غلام آزاد کرنا۔۔اس طرح دو مہینے روزہ رکھنا کہ ۳۱، روز مسلسل روزہ رکھے۔۔۶۰ فقیروں کو پیٹ بھر کے کھانا کھلانا یا ہر ایک کو ایک مد زطعام دینا۔ جس پر روزہ کا کفارہ واجب ہو جائے''اسے چاہئے مندرجہ بالا تین چیزوں میں سے کسی ایک کو انجام دے۔ چونکہ آجکل ''غلام'' فقہی معنی میں نہیں

---

[۱] توضیح المسائل، م ۱۶۵۷

پایا جاتا،لہذا دوسرے یا تیسرے امور انجام دیئے جائیں اگر ان میں سے کوئی ایک اس کے لئے ممکن نہ ہو تو جتنا ممکن ہو سکے فقیر کو کھانا کھلائے اور اگر کھانا نہیں کھلا سکتا ہو تو اس کے لئے استغفار کرنا چاہئے[۱]۔

درج ذیل موارد میں روزہ کی قضا واجب ہے لیکن کفارہ نہیں ہے:

۱.عمداً قے کرے۔زز

۲۔ماہ رمضان میں غسل جنابت کو بجالانا بھول جائے اور جنابت کی حالت میں ایک یا چند روز روزہ رکھے۔

۳۔ ماہ رمضان میں تحقیق کئے بغیر کہ صبح ہوئی ہے یا نہیں کوئی ایسا کام انجام دے جو روزہ باطل ہونے کا سبب ہو، مثلاً پانی پی لے اور بعد میں معلوم ہوجائے کہ صبح ہو چکی تھی۔

۴۔ کوئی یہ کہے کہ ابھی صبح نہیں ہوئی ہے اور روزہ دار اس پر یقین کرکے ایسا کوئی کام انجام دے جو روزہ باطل ہونے کا سبب ہو اور بعد میں معلوم ہوجائے کہ صبح ہو چکی تھی۔

ز۔یعنی ۱۰سیر (ایک سیر = ۷۵ گرام) گندم، چاول یا اس کے مانند کوئی دوسری چیز فقیر کو دیدے توضح المسائل م ۱۷۰۳

زز۔ (اراکی) احتیاط واجب کی بنا پر کفارہ بھی دیدے (مسئلہ ۱۶۹۱)

(خوئی وگلپائیگانی) کفارہ بھی واجب ہے مسئلہ ۱۶۶۷،اگر عمداً رمضان المبارک کے روزہ نہ رکھے یا عمداً روزہ کو باطل کرے، تو قضا وکفار دونوں واجب ہیں۔ز

---

[۱] توضیح المسائل، م ۱۶۶۰۔ ۱۶۶۱

سبق:۳۳ کا خلاصہ

۱۔ اگر روزہ دار ماہ رمضان یا رمضان کے روزوں کی قضا کے دوران صبح کی اذان تک غسل کئے بغیر جنابت کی حالت میں باقی رہے یا اس کا فریضہ تیمم ہونے کی صورت میں تیمم نہ کرے تو اس کا روزہ باطل ہے۔

۲۔ اگر ماہ رمضان کے روزوں کے دوران غسل یا تیمم کو فراموش کرے اور ایک یا چند روز کے بعد یاد آئے، تو ان دنوں کے روزے قضا کرے۔

۳۔اگر روزہ دار کو دن کے دوران احتلام ہوجائے، تو فوراً غسل کرنا واجب نہیں ہے، نیز اس کا روزہ بھی صحیح ہے۔

۴۔اگر ماہ رمضان کی رات میں مجنب یا محتلم کو معلوم ہو کہ اگر سو گیا تو غسل کرنے کیلئے اذان سے پہلے بیدار نہیں ہوسکتا تو اسے نہیں سونا چاہیئے اور اگر سوگیا اور بیدار نہ ہوا تو اس کا روزہ باطل ہے۔

۵۔ معطر نباتات کو سونگھنا اور تر لباس زیب تن کرنا مکروہ ہے۔

۶۔ وقت گزرنے کے بعد رکھے جانے والے روزہ کو ''روزہ قضا'' اور عمداً روزہ نہ رکھنے کے تاوان (ہرجانہ) کو ''کفارہ'' کہتے ہیں۔

۷۔ جس پر کفارہ واجب ہو، اسے ایک غلام آزاد کرنا چاہئے، یا دو مہینے روزہ رکھے یا ساٹھ فقیروں کو کھانا کھلائے۔

ز ۔قے کرنا اور مجنب کا غسل کے لئے بیدار نہ ہونا دوسرا حکم رکھتا ہے(توضیح المسائل مسئلہ ۱۶۵۸) رجوع کریں.

۸۔اگر روزہ دار عمداً قے کرے یا ماہ رمضان میں غسل جنابت کرنا بھول جائے اور ایک دو دن روزہ رکھنے کے بعد یاد آئے تو ان دنوں کی قضا بجالائے لیکن کفارہ نہیں ہے۔

۹۔اگر تحقیق کے بغیر کھانا کھائے اس کے بعد معلوم ہوجائے کہ اذان صبح کے بعد کھایاہے، تو اس کا روزہ باطل ہے اس کی قضا واجب ہے لیکن کفارہ نہیں ہے۔

۱۰۔ اگر عمداً رمضان کا روزہ نہ رکھے، تو قضا کے علاوہ کفارہ بھی واجب ہے۔

سوالات؟

۱۔ روزہ کی قضا اور اس کے کفارہ میں کیا فرق ہے۔؟

۲۔ اگر مستحبی روزہ میں صبح کی اذان تک غسل نہ کرے، تو روزہ کا کیا حکم ہے؟

۳۔ اگر ایسے وقت میں بیدار ہوجائے کہ غسل جنابت کے لئے وقت نہ ہو تو اسکی تکلیف کیا ہے۔؟

۴۔ روزہ کی حالت میں عطر لگانے کا کیا حکم ہے؟

۵۔ ایک آدمی کی گھڑی پیچھے تھی، اس کے مطابق سحری کھانے کے بعد متوجہ ہوا کہ اذان صبح ے بعد کھانا کھایا ہے، تو قضا وکفارہ کے بارے میں اس کا فرض کیا ہے؟

سبق نمبر ۳۴

روزہ کی قضا اور کفارہ کے احکام

۱۔ روزہ کی قضا کو فورا انجام دینا ضروری نہیں ہے، لیکن احتیاط واجب زکی بنا پر اگلے سال کے ماہ رمضان تک بجالائے[1]۔

۲۔ اگر کئی ماہ رمضان کے روزے قضا ہوں تو انسان کسی بھی ماہ رمضان کے قضا روزے پہلے رکھ سکتا ہے ۔البتہ اگر آخری ماہ رمضان کے قضا روزوں کا وقت تنگ ہو مثلاً آخری ماہ رمضان کے ۱۰ روزے قضا ہوں اور اگلے ماہ رمضان تک دس ہی دن باقی رہ چکے ہوں ززتو پہلے اسی آخری مضان کے قضا روزے رکھے[2]۔

۳۔ انسان کو کفارہ بجالانے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے، لیکن یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ اسے فوراً انجام دے۔

ز۔ (خوئی ۔گلپایگانی)احتیاط کے طور پر مستحب ہے،العروۃ الوثقیٰ،ج ۲، ص ۲۳۳ م ۱۸

زز۔ (خوئی ۔گلپائیگانی)بہتر ہے۔ احتیاط مستحب ہے (م ۱۷۰۷)

(اراکی) احتیاط واجب ہے (م ۱۷۳۱)

---

[1] العروۃ الوثقی،ج ۲،ص ۲۳۳، م ۱۸

[2] توضیح المسائل، م ۱۶۹۸

۴۔ اگر کسی پر کفارہ واجب ہوا ہو، اسے چند برسوں تک بجانہ لائے تو اس پر کوئی چیز اضافہ نہیں ہوتی[1]۔

۵۔ اگر کسی عذر کے سبب جیسے سفر میں روزہ نہ رکھے ہوں۔اور رمضان المبارک کے بعد عذر برطرف ہوا ہونیز اگلے رمضان تک عمدا قضا نہ کرے، تو قضا کے علاوہ، ہر دن کے عوض، فقیر کو ایک مد طعام بھی دے[2]۔

۶۔ اگر کوئی شخص اپنے روزہ کو کسی حرام کام کے ذریعہ، جیسے استمنائسے باطل کرے، تو احتیاط واجبزکی بناپر اسے مجموعی طورپر کفارہ دینا ہے، یعنی اسے ایک بندہ آزاد کرنا، دو مہینے روزہ رکھنا اور ساٹھ فقیروں کو کھانا کھلاناہے۔ اگر تینوں چیزیں اس کے لئے ممکن نہ ہو ں تو ان تینوں میں سے جس کسی کو بھی بجالا سکے کافی ہے[3]۔

درج ذیل موارد میں نہ قضا واجب ہے اور نہ کفارہ:

۱۔ بالغ ہونے سے پہلے نہ رکھے ہوئے روزے

ز۔ (اراکی۔ گلپائیگانی) کفارۂ جمع واجب ہے، (مسئلہ ۱۶۹۸۔ ۱۶۷۴)

۲۔ایک نومسلمان کے ایام کفر کے روزے، یعنی اگر ایک کافر مسلمان ہوجائے، تو اس کے گزشتہ روزوں کی قضا واجب نہیں ہے[4]۔

---

[1] توضیح المسائل، م۱۶۸۵

[2] توضیح المسائل، م۱۷۰۵

[3] توضیح المسائل، م ۱۶۶۵

[4] توضیح المسائل م ۱۶۹۵

۳۔ اگر کوئی شخص بوڑھاپے کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا ہو اور ماہ رمضان کے بعد بھی اس کی قضا نہ بجالاسکتا ہو۔ زلیکن اگر روزہ رکھنا اس کے لئے مشکل ہو تو ہر دن کے لئے ایک مد طعام فقیر کو دیدے[۱]۔

ماں باپ کے قضا روزے: باپ کے مرنے کے بعد اس کے بڑے بیٹے پر واجب ہے کہ اس کے روزے اور نماز کی قضا کرے اور احتیاط مستحب یہ ہے کہ ماں کے قضا روزے اور نماز بھی بجالائے[۲]۔

مسافر کے روزے

جو مسافر سفر میں چار رکعتی نماز کو دو رکعتی پڑھتا ہے، اسے اس سفر میں روزے نہیں رکھنے چاہئے، لیکن ان روزوں کی قضا بجالانا چاہئے جو مسافر، سفر میں نماز پوری پڑھتا ہے، جیسے وہ مسافر جس کا شغل (کام) سفر ہو، اسے سفر میں روزہ رکھنا چاہئے[۳]۔

ز۔ (گلپائیگانی) اس صورت میں بھی احتیاط لازم کے طور پر ایک مد طعام فقیر کو دیدے (م۱۷۳۴)

زز۔ (اراکی) ماں کے قضا روزے اور نمازیں بھی اس پر واجب ہیں. (مسئلہ ۱۷۴۶)

(گلپائیگانی) بنا بر احتیاط واجب ماں کے قضا روزے اور نماز بھی بجالائے (م۱۷۲۱)

نوٹ: ماہ رمضان میں سفر کرنا جائز ہے لیکن اگر روزہ سے فرار کے لئے ہو تو مکروہ ہے[۴]۔

---

[۱] توضیح المسائل ۱۷۲۶، ۱۷۲۵۔
[۲] تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۲۲۷ م ۱۶۔ توضیح المسائل، م ۱۷۱۲ و ۱۳۹۰
[۳] توضیح المسائل، م ۱۷۱۴۔
[۴] توضیح المسائل، م ۱۷۱۵

زکات فطرہ

رمضان المبارک کے اختتام پر، یعنی عید فطر کے دن، اپنے مال کا ایک حصہ زکات فطرہ کے عنوان سے فقیر کو دیدے ۔ زکات فطرہ کی مقدار: اپنے اور ان افراد کے لئے جو اس کی کفالت میں ہیں، جیسے بیوی اور بچے، ہر فرد کے لئے ایک صاع زکات فطرہ ہے، ایک صاع: تقریباً تین کلو کے برابر ہوتا ہے[۱]۔

ز ۔ وضاحت : حد ترخص کی بحث سبق ۲۵ میں بیان ہوئی ہے

زز ۔ (خوئی : کفارہ واجب ہے) (م، ۱۷۳۰)

زکات فطرہ کی جنس

زکات فطرہ کی جنس، گندم، جو، خرما، کشمش، چاول، مکئی اور اس کے مانند ہے اور اگر ان میں سے کسی ایک کی قیمت ادا کی جائے تو بھی کافی ہے۔

---

[۱] توضیح المسائل م۱۹۹۱.

سبق ۳۴ کا خلاصہ

۱۔ رمضان المبارک کے قضا روزے احتیاط واجب کی بنا پر اگلے سال کے ماہ رمضان تک بجالانے چاہئے۔

۲۔ اگر کئی ماہ رمضان کے روزے قضا ہوئے ہوں تو جسے چاہئے اول بجالاسکتا ہے لیکن اگر آخری رمضان کے روزوں کا وقت تنگ ہوچکا ہوتو پہلے انہیں کو بجالائے۔

۳۔ اگر کفارہ ادا کرنے میں چند سال تاخیر ہوجائے تو اس میں کوئی چیز اضافہ نہیں ہوتی۔

۴۔ اگر ماہ رمضان کے قضا روزوں کو اگلے رمضان تک عمداً نہ بجا لائے توقضا کے علاوہ، ہر دن کے لئے ایک مد طعام بھی فقیر کو دیدے۔

۵۔ اگر کوئی اپنے روزہ کو فعل حرام سے باطل کرے تو اس پر ایک ساتھ سارے کفارے واجب ہوجاتے ہیں۔

۶۔ بالغ ہونے سے پہلے کے روزوں اور ایام کفر (تازہ مسلمان) کے روزوں کی قضا نہیں ہے۔

۷۔ بڑے بیٹے کو اپنے باپ کے قضا روزے اس کی وفات کے بعد بجالانے چاہئے۔

۸۔ جس سفر میں نماز قصر ہے، روزہ بھی باطل ہے۔

۹۔ اگر روزہ دار ظہر کے بعد سفر پر جائے تو اس کا روزہ صحیح ہے

۱۰۔ اگر مسافر ظہر سے پہلے وطن یا ایسی جگہ پر پہنچے جہاں دس دن ٹھہرنا ہو تو اگر اس وقت تک کوئی ایسا کام انجام نہ دیا ہو جس سے روزہ باطل ہوتا ہے تو اس دن کے روزہ کو آخر تک پہنچائے اور وہ صحیح ہے۔

سوالات؟

۱۔ رمضان المبارک کے قضا روزوں کا وقت بیان کیجئے۔

۲۔ روزہ کے کفارہ کا وقت بیان کیجئے۔

۳۔ اگر کوئی اگلے سال کے رمضان تک قضا روزے نہ بجالا سکے تو اس کا فرض کیا ہے؟

۴۔ جو بوڑھا، روزہ نہیں رکھ سکتا ہو، اس کا فرض کیا ہے؟

۵۔ اگر بڑا بیٹا مر چکا ہو تو باپ کے قضا روزے کس کے ذمہ ہیں؟

٦۔ سفر میں کون روزہ رکھ سکتا ہے؟

سبق نمبر ۳۵

خمس

مسلمانوں کے اقتصادی فرائض میں سے ایک فریضہ ''خمس'' کا ادا کرنا ہے، اس طرح کہ بعض مقاماتمیں اپنے مال کا ایک پنجم حصہ ایک خاص صورت میں خرچ کرنے کے لئے اسلامی حاکم کو دینا چاہئے۔

خمس سات چیزوں پر واجب ہے:۔جو کچھ سال بھر کے اخراجات سے زیادہ بچ جائے (کسب کار کانفع)۔ معدن ۔ خزانہ ۔ جنگی غنائم ۔وہ جواہرات جو سمندر کی تہہ سے نکالے جاتے ہیں۔۔حلال مال حرام کے ساتھ مخلوط ہو چکا ہو۔۔وہ زمین جسے کافر ذمی زایک مسلمان سے خریدے[1]۔

خمس ادا کرنا بھی نماز و روزہ کی طرح واجبات میں سے ہے اورتمام بالغ اور عاقل اگر مذکورہ سات موارد میں سے ایک کے مالک ہوں تو اس پر عمل کرنا چاہئے جس طرح شرعی فریضہ کے آغاز پر ہر کوئی نماز و روزہ کی فکر میں ہوتا ہے اسے خمس و زکات ادا کرنے اور دیگرواجبات کی فکر میں بھی ہونا چاہئے لہٰذا ضرورت کی حد تک ان کے مسائل سے آشنائی ضروری ہے،

چنانچہ ہم یہاں پر خمس کے سات موارد میں سے صرف ایک کے بارے میں وضاحت کریں گے جس سے معاشرے کے لوگ زیادہ دوچار ہیں، اور وہ سال بھر کے خرچ سے بچے ہوئے مال پر خمس ہے:اس مسئلہ کو واضح کرنے کے لئے ہمیں درج ذیل دو سوالوں کے جواب پر غور کرنا چاہئے:

ا۔ سال کے خرچ سے کیا مراد ہے؟

---

[1] توضیح المسائل، م ۱۷۵۱

۲۔ کیا خمس کا سال قمری، یا شمسی مہینوں سے حساب ہوتا ہے اور اس کا آغاز کس وقت ہے؟

سال کا خرچہ: اسلام لوگوں کے کسب وکار کے بارے میں احترام کا قائل ہے اور اپنی ضروریات کو پورے کرنے کو خمس پر مقدم قرار دیا ہے۔ لہٰذا ہر کوئی اپنی آمدنی سے سال بھر کا اپنا خرچہ پورا کر سکتا ہے۔ اور سال کے آخر پر کوئی چیز باقی نہ بچی، تو خمس کی ادائیگی اس پر واجب نہیں ہے۔

لیکن اگر متعارف اور ضرورت کے مطابق افراط وتفریط سے اجتناب کرتے ہوئے زندگی گزارنے کے بعد سال کے ز۔ ذمہ= عہد وپیمان، وہ غیر مسلمان جو اسلامی ممالک میں زندگی کرتے ہیں اور ان کے ساتھ عہد وپیمان باند ھتے ہیں کہ مسلمانوں کے سماجی قوانین کی رعایت کریں اور ایک معین ٹیکس بھی ادا کریں گے جس کے عوض میں ان کی جان ومال امان میں رہے، انہیں کافر ذمی کہا جاتا ہے۔

آ خر میں کوئی چیز باقی بچ جائے تو اس کے ایک پنجم حصہ خمس کے عنوان سے ادا کردے اور باقی ۴/۵ حصہ اپنے لئے بچت کرے۔ لہٰذا، مخارج کا مقصد وہ تمام چیزیں ہیں جو اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ مخارج کے چند نمونوں کی طرف ذیل میں اشارہ کرتے ہیں: ۔ خوارک وپوشاک uگھر کا سامان، جیسے برتن، فرش وغیرہ۔ ۔ گاڑی جو صرف کسب وکار کے لئے نہ ہو۔ ۔ مہمانوں کا خرچہ۔ ۔ شادی بیاہ کا خرچ۔ ۔ ضروری اور لازم کتابیں۔ ۔ زیارت کا خرچ

uانعامات وتحفے جو کسی کو دئیے جاتے ہیں۔ ۔ ادا کیا جانے والا صدقہ، نذر یا کفارہ[1]۔

---

[1] العروة الوثقیٰ، ج ۲، ص ۳۹۴

خمس کا سال: انسان کو بالغ ہونے کے پہلے دن سے نماز پڑھنی چاہئے، پہلے ماہ رمضان سے روزے رکھنے چاہئے اور پہلی آمدنی اس کے ہاتھ میں آنے کے ایک سال گزرنے کے بعد گزشتہ مال کے خرچہ کے علاوہ باقی بچے مال کا خمس دیدے۔

اس طرح خمس کا حساب کرنے میں، سال کا آغاز، پہلی آمدنی اور اس کا اختتام اس تاریخ سے ایک سال گزرنے کے بعد ہے[1]۔ (۱)

اس طرح سال کی ابتداء:۔ کسان کے لئے ۔۔۔۔ پہلی فصل کاٹنے کا دن ہے۔۔ ملازم کے لئے ۔۔۔۔ پہلی تنخواہ حاصل کرنے کی تاریخ ہے۔۔ مزدور کے لئے ۔۔۔۔ پہلی مزدوری حاصل کرنے کی تاریخ ہے۔۔ دوکاندار کے لئے ۔۔۔۔۔ پہلا معاملہ انجام دینے کی تاریخ ہے۔ (۱)۔

جو مال مندرجہ ذیل طریقوں سے حاصل ہوجائے، اس پر خمس نہیں ہے: ۱۔ وراثت میں ملا ہوا مال۔ ۲۔ بخشی گئی چیز (ہبہ)۔ ۳۔ حاصل کئے گئے انعامات۔ ۴۔ جو کچھ انسان کو عیدی کے طور پر ملتا ہے۔ ز ۵۔ وہ مال جو کسی کو خمس، زکات یا صدقہ کے طور پر دیا جاتا ہے[2]۔

خمس نہ دینے کے نتائج: ۱۔ جب تک مال کا خمس ادا نہ کیا جائے، اس میں ہاتھ نہیں لگا سکتے ہیں، یعنی اس کے کھانے کو نہیں کھایا جاسکتا، جس کا خمس ادا نہ کیا گیا ہو اور اس پیسے سے کوئی چیز نہیں خریدی جاسکتی ہے جس کا خمس ادا نہ کیا گیا ہو[3]۔

ز۔ (تمام مراجع) نمبر ۲ اور ۴ اگر مال کے خرچہ سے بچ جائے تو اس کا خمس دینا چاہئے (م ۱۷۶۲)

---

[1] العروۃ الوثقیٰ، ج ۲، ص ۳۹۴، م ۶

[2] العروۃ الوثقیٰ، ج ۲، ص ۳۸۹۔ السابع ص ۹۰، م ۵۱

[3] توضیح المسائل ص، م ۱۷۹۰

۲۔ اگر خمس نہ نکالے گئے پیسوں سے (حاکم شرع کی اجازت کے بغیر) کاروبار کیا جائے تو اس کاروبار کا ۵، امعاملہ باطل ہے[۱]۔

۳۔ اگر خمس نہ نکالے گئے پیسے حمام کے مالک کو دے کر غسل کرے تو وہ غسل باطل ہے[۲]۔ ۔زز

۴۔ اگر خمس نہ نکالے گئے پیسوں سے مکان خریدا جائے، تو اس مکان میں نماز پڑھنا باطل ہے[۳]۔

خمس کے احکام

ا۔ اگر قناعت کرکے کوئی چیز سالانہ خرچہ سے بچ جائے اس کا خمس دینا چاہئے[۴]۔

۲۔ اگر گھر کے لئے سامان خریدا ہو اور اس کی ضرورت نہ رہے تو احتیاط واجب زززکی بناپر اس کا خمس دینا چاہئے، مثال کے طور پر ایک بڑا فرج خریدے اور پہلے فرج کی ضرورت باقی نہ رہے[۵]۔

۳۔اشیائے خوردو نوش جیسے چاول، تیل، چائے وغیرہ جو سال کی آمدنی سے اس سال کے خرچہ)

۔ (اراکی۔ خوئی) معاملہ صحیح ہے لیکن اس کا خمس ادا کرنا چاہئے (م۱۷۹۴، ۱۷۹۵

زز۔ (خوئی) اگرچہ اس نے حرام کام انجام دیا ہے لیکن اس کا غسل باطل نہیں ہے

---

[۱] توضیح المسائل، م ۱۷۶۰

[۲] توضیح المسائل، م ۳۹۳

[۳] توضیح المسائل، ۸۷۳

[۴] توضیح المسائل، م ۱۷۵۶

۵

(گلپائیگانی) اگر جانتا ہو کہ ان اوصاف کے ساتھ حمام کا مالک اس کے غسل پر رضامند ہے یا حمام کے مالک کی رضا پر توجہ نہ دیتے ہوئے غسل کرے تو غسل صحیح ہے (م، ۳۸۹)

زززـ (خوئی) احتیاط مستحب ہے.کے لئے خریدی جاتی ہے،اگر سال کے آخر میں بچ جائے تو اس کا خمس دینا چاہیئے[1]ـ (۱)

۴ـ اگر ایک نابالغ بچے کا کوئی سرمایہ ہو اور اس سے کچھ نفع کمائے تو احتیاط واجب زکے طور پر اس بچے کو بالغ ہونے کے بعد اس کا خمس دینا چاہیئے[2]ـ (۲) ـزز

مصرف خمس

خمس کے مال کو دو حصوں میں تقسیم کرنا چاہیئے، اس کا نصف سہم امام زمان علیہ السلام ہے اور اسے مجتہد جامع الشرائط جس کی انسان تقلید کرتا ہے یا اس کے وکیل کو دیا جاتا ہے دوسرے نصف کو بھی مجتہد جامع الشرائط یا اس کی اجازت سے ضروری شرائط کے حامل سادات کو دیا جائے[3]ـزززخمس کے محتاج سید کے شرائط u:غریب ہو یا ابن السبیل ہو، اگرچہ اپنے شہر میں غریب و محتاج نہ ہوـ ـشیعہ اثنا عشری ہوـ ـکھلم کھلا گناہ کا مرتکب نہ ہو (احتیاط واجب کی بناپر) اور اسے خمس دینا گناہ انجام دینے میں مدد کا سبب نہ ہوـ ـاحتیاط واجب کی بناء پر ان افراد میں سے نہ ہو جن کے اخراجات اس (خمس لینے والے) کے ذمہ ہوں، جیسے،بیوی بچے.

---

[1] توضیح المسائل، م۱۷۹۴.

توضیح المسائل، م۱۸۳۴.

[2] توضیح المسائل، م۱۷۸۰

[3] توضیح المسائل، م۱۸۳۴.

ز ـ (گلپائیگانی) بالغ ہونے کے بعد اس کا خمس دینا چاہئے (م ۱۸۰۳)

زز (خوئی) واجب نہیں ہے اس کا خمس دے (م ۱۸۰۲)

ززز ـ (گلپائیگانی، اراکی) صاحب مال خود بھی شرائط کے حامل سادات کو دے سکتا ہے (مسئلہ ۱۸۴۳)

سبق: ۳۵ کا خلاصہ

ا ـ خمس ادا کرنا ایک اقصادی فریضہ ہے۔

۲ـ درج ذیل موارد میں خمس ادا کرنا واجب ہے:ـ کسب وکار کی منفعت ـ معدن (کان) ـ خزانہ ـ جنگی غنائم ـ سمندری جواہرات ـ حلال مال کا حرام مال سے مخلوط ہونا ـ ـ وہ زمین جسے کافر ذمی مسلمان سے خریدے۔

۳ـ خوراک، پوشاک، مسکن، گھر کا سامان، سواری، دعوت کے اخراجات، شادی بیاہ، زیارت، مسافرت، جواہرات، تحفے، صدقات اور کفارات سال کے اخراجات میں شمار ہوتے ہیں۔

۴ـ جس دن پہلی آمدنی انسان کے ہاتھ میں آئے، اسی دن سے خمس کا سال شروع ہوتا ہے اور ایک سال گزرنے کے بعد جو کچھ اس آمدنی سے بچا ہو اس پر خمس دینا چاہئے۔

۵ـ وراثت میں ملے مال، بخشش میں ملی چیزوں اور حاصل کئے گئے انعامات پر خمس نہیں ہے۔

۶ـ جب تک مال کا خمس ادا نہ کیا جائے اس میں مداخلت نہیں کی جاسکتی ہے اور اگر اس مال سے تجارت کا ۵٫۱ حصہ باطل ہے۔

۷۔ خمس کا نصف مال امام (عج) ہے، اسے اپنے مرجع تقلید کو دینا چاہئے، اور دوسرے نصف یعنی سادات کا حصہ مرجع تقلید کی اجازت سے درج ذیل شرائط کے حامل سید کو دیا جاسکتا ہے:۱۔ غریب ہو ۔ ۲۔ شیعہ اثنا عشری ہو۔۳۔ کھلم کھلا معصیت وگناہ نہ کرتا ہو ۔۴۔ ان افراد میں سے نہ ہو جن کے اخراجات وہ (لینے والا سید) ادا کرتا ہو، جیسے بیوی بچے۔

سوالات؟

۱۔ کس قسم کے جواہرات پر خمس نہیں ہے ؟

۲۔ کسب وکار کے منافع کی وضاحت کیجئے؟

۳۔ سالِ خمس کا آغاز کس وقت ہوتا ہے؟

۴.شادی وخوشی کے موقع پر دیئے جانے والے تحفہ پر خمس ہے یا نہیں ؟

۵۔ نابالغ بچے اگر کام کرکے کچھ پیسے بچت کریں، کیا اس پر خمس ہے؟

۶۔ مصرف خمس کی وضاحت کیجئے؟

سبق نمبر۳۶

زکات

مسلمانوں کا ایک اور اہم اقتصادی فریضہ زکات کی ادائیگی ہے۔زکات کی اہمیت کے بارے میں اتنا ہی کافی ہے کہ قرآن مجید میں اس کا ذکر نماز کے بعد آیا ہے اور اسے ایمان کی علامت اور کامیابی کا سبب شمار کیا گیا ہے۔

معصومین علیہم السلام سے نقل کی گئی متعدد روایات میں آیا ہے ''؛جو زکات ادا کرنے میں مانع بن جائے،(کوتاہی کرے) دین سے خارج ہے''۔زکات کے بھی خمس کی طرح خاص موارد ہیں،اس کی ایک قسم بدن اور زندگی کی زکات ہے جو ہر سال عید فطر کے دن ادا کی جاتی ہے اور یہ صرف ان لوگوں پر واجب ہے جو استطاعت رکھتے ہوں۔ اس قسم کی زکات کے مسائل روزہ کی بحث کے آخر پر بیان ہوئے ہیں۔ز

زکات کی دوسری قسم،مال کی زکات ہے، لیکن لوگوں کے تمام اموال پر زکات نہیں ہے،بلکہ صرف۹ چیزوں پر زکات ہے اور انہیں تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:ز۔دیکھئے سبق نمبر۳۴.

حد نصاب

ان چیزوں کی زکات اس صورت میں واجب ہوتی ہے کہ ایک خاص مقدار تک پہنچ جائے اور اس مقدار کو '' حد نصاب'' کہتے ہیں۔یعنی اگر حاصل شدہ پیداوار یا مویشیوں کی تعداد حد نصاب سے کمتر ہوتو،ان پر زکات نہیں ہے۔

اناج کا نصاب

مذکورہ چار قسم کے اناج ایک نصاب رکھتے ہیں اور یہ نصاب تقریباً ۸۵۰ کلو گرام ہے۔ اس لحاظ سے اگر حاصل شدہ پیداوار اس مقدار سے کم ہو تو، اس پر زکات نہیں ہے[۱]۔

اناج کی زکات کی مقدار: جب اناج کی حاصل شدہ پیداوار حد نصاب کو پہنچے، تو اس میں سے ایک حصہ زکات کے عنوان سے ادا کیا جانا چاہئے۔ لیکن اناج کی زکات کی مقدار اسکی آبیاری پر منحصر ہے۔ اس لحاظ سے اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ جو پیداوار بارش کے پانی یا دریا کے پانی سے آبیاری کر کے یا خشک کاشت کے نتیجہ میں حاصل ہو جائے، اس کی زکات کی مقدار ۱/۱۰ حصہ ہے۔

۲۔ جو پیداوار ڈول، بالٹی، رہٹ یا موٹر پمپ کے پانی سے آبیاری کر کے حاصل ہو جائے، اس کی زکات کی مقدار ۱/۲۰ حصہ ہے۔

۳۔ جو پیداوار دونوں طریقوں، یعنی بارش کے پانی یا دریا کے پانی کے علاوہ دستی صورت میں آبیاری کے نتیجہ میں حاصل ہو جائے تو اس کے نصف پر ۱/۱۰ اور دوسرے نصف پر ۱/۲۰ حصہ زکات ہے۔

مویشیوں کا نصاب: بھیڑ بکری: بھیڑ بکریوں کا پہلا نصاب چالیس عدد ہے اور ان کی زکات ایک بھیڑ ہے، بھیڑ بکریوں کی تعداد جب تک چالیس تک نہ پہنچے ان پر زکات نہیں ہے[۲]۔

---

[۱] توضیح المسائل، م ۱۸۳۵ تا ۱۸۴۱

[۲] توضیح المسائل، م ۱۹۱۳

۔اناج کا صحیح نصاب ۲۰۷،۸۴۷ کیلو گرام ہے۔ گائے: گائے کا پہلا نصاب تیس عدد ہے اور ان کی زکات ایک گوسالہ ہے جو ایک سال تمام ہونے کے بعد دوسرے سال میں داخل ہوچکا ہو[1]۔

اونٹ: اونٹ کا پہلا نصاب پانچ عدد ہے اور ان کی زکات ایک بھیڑ ہے۔ اونٹوں کی تعداد جب تک ۲۶ عدد تک نہ پہنچے، ہر پانچ اونٹ کے لئے ایک بھیڑ زکات ہے لیکن جب ان کی تعداد ۲۶ تک پہنچ جائے تو ان کی زکات ایک اونٹ ہے[2]۔

سونا اور چاندی کا نصاب: سونے کا نصاب ۱۵ مثقال اور چاندی کا نصاب ۱۰۵ مثقال ہے اور دونوں کی زکات ۱،۴۰ ہے[3]۔

زکات کے احکام

۱۔ گندم، جو، خرما، اور انگور پر، بیج کی قیمت، مزدوری، ٹریکٹر وغیرہ کے کرایہ کی صورت میں جو خرچہ آتا ہے، اس کو پیداوار سے کم کیا جاسکتا ہے، لیکن نصاب کی مقدار اس خرچہ کے کم کرنے سے پہلے حساب کی جاتی ہے۔

زز۔ (گلپائیگانی)۔ اراکی) خرچہ کم کرنے کے بعد حساب ہوتا ہے(م،۱۹۰۹)۔ (خوئی) اس خرچہ کو کم نہیں کرسکتے(م، ۱۸۸۹)اس طرح اگر ان چیزوں کی مقدار اس خرچہ کے کم کرنے سے پہلے نصاب کی حد تک پہنچ جائے تو زکات کا ادا کرنا واجب ہے لیکن زکات، مذکورہ خرچ کو کم کرنے کے بعد باقی بچے اجناس سے ہی نکالی جائے گی۔

---

[1] توضیح المسائل ۱۸۸۰

[2] توضیح المسائل، م ۱۸۵۶

[3] توضیح المسائل، م ۱۹۰۸) ۴. (توضیح المسائل، م ۱۹۰۸

۲۔ مویشیوں پر زکات درج ذیل صورت میں واجب ہوتی ہے: ۔ایک سال تک ان کا مالک رہا ہو۔ زاس لحاظ سے مثلاً اگر کوئی ۱۰۰ عدد گائیں خریدے اور ۹ مہینے کے بعد انھیں بیچ دے، تو زکات واجب نہیں ہے۔ مویشی سال بھر بیکار اور آزاد ہوں، اس لحاظ سے اس گائے اور اونٹ پر زکات نہیں ہے جن سے کھیتی باڑی یا بارکشی میں کام لیا جاتا ہے

۔ مویشی سال بھر جنگل اور بیابان کے گھاس پر پلے، لہٰذا اگر تمام سال یا کچھ مدت تک بوئی ہوئی یا کاٹی ہوئی گھاس پر پلے تو زکات نہیں ہے

۳۔ سونا اور چاندی پر اس وقت زکات واجب ہے جب کہ سکہ کی صورت میں ہوں اور ان کا معاملہ رائج ہو، اس لحاظ سے جو سونے کے زیورات آج کل خواتین استعمال کرتی ہیں، ان پر زکات نہیں ہے

۴۔ زکات ادا کرنا، ایک عبادت ہے اس لئے جوکچھ زکات کے طور پر ادا کیا جائے بقصد قربت ہونا چاہئے۔ ز۔ (تمام مراجع) اگر گیارہ ماہ تک گائے بھیڑ اور اونٹ، سونا، چاندی کا مالک رہے تو بارہویں مہینے کی ابتداء میں زکات دینا چاہئے لیکن پہلے سال گزرنے کے بعد پورے ۱۲ مہینے تمام ہونے پر حساب کرے (م، ۱۸۸۶)

مصارف زکات

:آٹھ مواقع پر زکات کا کیا جا سکتا ہے یعنی ان تمام موارد یا ان میں سے چند ایک پر خرچ کیا جا سکتا ہے:

۱۔ فقیر، وہ ہے جس کی آمدنی و بچت اپنے اور اپنے اہل و عیال کے سالانہ خرچہ سے کم تر ہو۔

۲۔ مسکین، وہ ہے جو بالکل نادار اور مفلس ہو۔

۳۔ جو امام یا نائب امام کی طرف سے زکات جمع کرنے، اسکی حفاظت اور تقسیم کرنے پر مقرر ہو۔

۴۔ اسلام و مسلمین کے تئیں دلوں میں الفت پیدا کرنے کے لئے، جیسے اگر غیر مسلمانوں کی مدد کی جائے تو وہ دین اسلام کی طرف مائل ہوجائیں یا جنگ میں مسلمانوں کی مدد کریں ۔ز

۵۔ غلاموں کو آزاد کرنے کے لئے۔

۶۔ قرضدار، جو اپنا قرض ادا نہ کرسکتا ہو۔

۷۔ راہ خدا میں خرچ کرنا، یعنی ایسے کام انجام دینا جن سے عام لوگوں کو فائدہ ہواور اس میں خدا کی خوشنودی ہو، جیسے سڑکیں اور پل بنانا۔

۸۔ وہ مسافر جو سفر میں نادار ہوچکا ہو اور اپنے وطن لوٹنے کے لئے خرچ نہ رکھتا ہو، اگرچہ اپنے وطن میں فقیر نہ ہو۔ (۱)

سبق:۳۶کا خلاصہ

۱۔ جن چیزوں پر زکات واجب ہے، وہ حسب ذیل ہیں:گندم، جو، خرما، کشمش، اونٹ، گائے، بھیڑ، سونا اور چاندی۔ (۱)توضیح المسائل، م ۱۹۲۵

ز۔ (گلپائیگانی)بعید نہیں ہے کہ یہ امام معصوم علیہ السلام سے مخصوص ہو (م۱۹۳۳)

۲۔ زکات اس صورت میں واجب ہوتی ہے کہ جب مورد زکات چیز حد نصاب تک پہنچ جائے۔ مختلف چیزوں کا حد نصاب حسب ذیل ہے: (نمبر)مال کی قسمنصا بمقدار زکات۱۔۳۔۴۔گند مجو خرما کشمش۲۰۷،۸۴۷ کیلو گرام ز۱۰،۱ (دسواں حصہ)، اگر بارش اور دریا کے پانی سے آبیاری ہوئی ہو۔ز۲۰،۱ (بیسواں حصہ)، اگر دستی بالٹی، رہٹ اور موٹر پمپ سے آبیاری ہوئی ہو۔

ز۴۰٫۳، اگر دونوں چیزوں سے آبیاری ہوئی ہے۔ ۵۔ (اونٹ) پہلانصاب ۵ اونٹ پر ۲۵٫ اونٹ پر۔ ۲۶٫اونٹ پر ایک بھیڑ ہر ۵ اونٹ پرایک بھیڑایک اونٹ ۶۔ گائے ۳۰ گائے پر ۔ایک سال عمر کا ایک گوسالہ ۷۔ بھیڑ ۔ ۴۰بھیڑ پر ۔ایک بھیڑ ۸۔ سونا ۔ ۱۵ مثقال پر۴۰٫۱۹۔ چاندی ۔ ۱۰۵ مثقال پر۴۰٫۱

۳۔ زکات کو ۸ معین مقامات پر صرف کرنا چاہئے (جو بھی مورد ہو) ان موارد میں ہروہ کام بھی شامل ہے جسے خداپسند فرماتا ہے، جیسے، تعمیر مسجد، پل و...

سوالات؟

۱۔ درخت کی پیداوار میں سے کس پیدا وار پر زکات واجب ہے؟

۲۔ باب زکات میں، نصاب سے کیا مقصد ہے؟

۳۔ کیا نصاب کا، خرچہ کم کرنے سے پہلے حساب ہوتا ہے یا اس کے بعد؟

۴۔ گائے اور بھیڑ کا پہلا نصاب کیا ہے اور ہر ایک کی زکات کی مقدار کتنی ہے؟

۵۔ حساب کرکے بتائیے کہ ۱۸ سکہ طلا کی زکات کتنی ہوگی جب کہ ہر سکہ کا وزن ۱۰ مثقال ہو۔؟

۶۔ موٹر پمپ کے ذریعہ دریا سے آبیاری ہونے والے گندم کی پیداوار کی زکات ۱۰٫۱ ہے یا ۲۰٫۱۔؟

۷۔ایک شخص نے مارچ کی پہلی تاریخ کو ۲۵ بھیڑ خریدے اور اسی سال اول ستمبر کو مزید ۲۰ بھیڑ خریدے، ان بھیڑوں کی زکات ادا کرنے کا وقت کب ہے؟

سبق نمبر ۳۷

امربالمعروف ونہی عن المنکر

ہر انسان معاشرے میں انجام پانے والے برے اور ترک کئے جانے والے نیک کاموں کے بارے میں ذمہ دار ہے، اس لئے اگر کوئی واجب کام ترک ہوجائے یا کوئی حرام کام انجام پائے تو اس کے مقابلے میں خاموشی اور لاتعلقی جائز نہیں ہے، اور معاشرے کے تمام لوگوں کو ''واجب''کام کی انجام دہی اور ''حرام''کام کوروکنے کے لئے قدم اٹھانا چاہئے اس عمل کو '' امربالمعروف اور ''نہی عن المنکر'' کہتے ہیں۔

امربالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت

: ۔ائمہ معصومین علیہم السلام کے بعض بیانات میں آیا ہے:۔'' امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' اہم ترین واجبات میں سے ہے۔ ۔دینی واجبات '' امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' کے سبب مستحکم وپائیدار ہوتے ہیں ۔ ۔ ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر''ضروریات دین میں سے ہے،جو اس سے انکار کرے، وہ کافر ہے۔ز

۔مسائل امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' آیت اللہ اراکی وآیت اللہ خوئی کے رسالوں میں ذکر نہیں ہوئے ہیں۔ ۔اگر لوگ'' امربالمعروف ونہی عن المنکر''کو ترک کریں،تو برکت ان سے اٹھالی جاتی ہے اور دعا قبول نہیں ہوتی۔

معروف ومنکر کی تعریف

:احکامِ دین میں تمام واجبات ومستحبات کو ''معروف'' اور تمام محرمات ومکروہات کو ''منکر'' کہا جاتا ہے، لہٰذا سماج کے لوگوں کو واجب مستحب کام انجام دینے کی ترغیب دلانا امر ''بالمعروف'' اور انھیں حرام ومکر وہ کام کی انجام دہی سے روکنا ''نہی عن

المنکر'' ہے۔امر بالمعروف ونہی عن المنکر واجب کفائی ہے، یعنی کفایت کی حد تک انجام پانے کی صورت میں دوسروں پر واجب نہیں ہے، اگر شرائط میسر ہونے کی صورت میں سب لوگوں نے اسے ترک کیا ہو تو سب کے سب ترک واجب کے مرتکب ہوئے ہیں[1]۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے شرائط

امربالمعروف ونہی عن المنکر'' چند شرائط کی بناء پر واجب ہے اور ان شرائط کے نہ ہونے کی صورت میں ساقط ہے یعنی واجب نہیں ہے اور یہ شرائط حسب ذیل ہیں:

۱۔امرونہی کرنے والے کوجاننا چاہئے کہ جو کام کوئی فرد انجام دیتا ہے وہ حرام ہے اور جسے ترک کرتا ہے ،وہ واجب ہے، لہٰذا جو شخص حرام کام کی تشخیص نہ دے سکتا ہو کہ حرام ہے یا نہیں اس پر نہی کرنا واجب نہیں ہے۔

۲۔امرونہی کرنے والے کو احتمال دینا چاہئے کہ اس کا امر ونہی مؤثر ہوگا، لہٰذا اگر جانتا ہو کہ مؤثر نہیں ہے یا اس میں شک کرتا ہو، تو اس پر امرونہی کرنا واجب نہیں ہے۔

۳۔ گناہگار اپنے کام کو جاری رکھنے پر اصرار کرتا ہو، لہٰذا اگر معلوم ہوجائے کہ گناہگار کام کو ترک کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور پھرسے اس کام کو انجام نہیں دے گا یا اس کام کو پھرسے انجام دینے میں کامیاب نہیں ہوگا، تو امرونہی واجب نہیں ہے۔

۴۔ امرونہی کرنے والے کے لئے ،امرو نہی کرنا اپنے رشتہ داروں اور دوست یا ہمراہوں، دیگر مومنین کی جان ومال اور آبرو کے لئے قابل توجہ ضرر ونقصان کا سبب نہ بنے[1]۔

---

[1] تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۴۶۳،م

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مراحل

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے چند مراحل ہیں اور اگر سب سے نچلے مرحلے پر عمل کرنے سے نتیجہ نکلے تو بعد والے مرحلہ پر عمل کرنا جائز نہیں ہے اور یہ مراحل حسب ذیل ہیں:

پہلا مرحلہ: گناہگار کے ساتھ ایسا برتاؤکیا جائے کہ وہ سمجھ لے کہ اس کا سبب اس کا گناہ میں مرتکب ہونا ہے مثلا اس سے منہ موڑلے یا ترش روئی سے پیش آئے یا آنا جانا بند کردے۔

دوسرا مرحلہ :زبان سے امر ونہی کرنا :زیعنی واجب ترک کرنے والے کو حکم دیدے کہ واجب بجالائے اور گناہگار کو حکم دیدے کہ گناہ کو ترک کرے۔

تیسرا مرحلہ: طاقت کا استعمال: منکر کو روکنے اور واجب انجام دینے کے لئے طاقت کا استعمال کرنا،یعنی گناہگار کی پٹائی کرنا[2]۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے احکام

۱۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شرائط اور موارد کو سیکھنا واجب ہے تاکہ امر ونہی کرنے میں خطا سرزد نہ ہوجائے[3]۔

ز۔آیت اللہ گلپائیگانی کے رسالہ میں آیا ہے: دوسرے مرحلہ میں حسن خلق اچھی زبان میں امرونہی کرے اور اس کی مصلحتیں بیان کرے اور اس کتاب کا مرحلہ ۲ اور ۳، مرحلہ ۳ و ۴ ہے۔

---

[1] تحریر الوسیلہ، ج ۱،ص ۴۶۵،ص ۴۷۲،م

[2] تحریر الوسیلہ،ج ۱ص ۴۷۶

[3] تحریرالوسیلہ، ج۱، ص ۴۷۶.

۲۔ اگر امر و نہی کرنے والا جان لے کہ درخواست نصیحت اور موعظہ کے بغیر امر و نہی میں اثر نہیں ہے تو واجب ہے امر و نہی کو نصیحت، موعظہ اور درخواست کے ساتھ انجام دے اور اگر جانتا ہو کہ صرف درخواست اور موعظہ (امر و نہی کے بغیر) مؤثر ہے، تو واجب ہے یہی کام انجام دے[1]۔

۳۔ امر و نہی کرنے والا اگر جانتا ہو یا احتمال دے کہ اس کا امر و نہی تکرار کی صورت میں مؤثر ہے، تو تکرار کرنا واجب ہے[2]۔

۴۔ گناہ پر اصرار کا مقصد انجام کار کو جاری رکھنا ہی نہیں ہے بلکہ اس عمل کا مرتکب ہونا ہے اگرچہ پھر سے ایک بار ہی انجام دے۔ اس طرح اگر کسی نے ایک بار نماز کو ترک کیا اور دوسری بار ترک کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو امر بالمعروف واجب ہے[3]۔

۵۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں گناہگار کو حاکم شرع کی اجازت کے بغیر زخمی کرنا یا قتل کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر منکر ایسے امور میں سے ہو جس کی اسلام میں بہت اہمیت ہو مثال کے طور پر ایک شخص ایک بے گناہ انسان کو قتل کرنا چاہتا ہے اور اسے اس کام سے روکنا زخمی کئے بغیر ممکن نہ ہو۔ ز

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے آداب: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے کے لئے سزاوار ہے:۔ ایک رحم دل طبیب اور مہربان باپ کی طرح ہو۔۔ اس کی نیت خالص ہو اور صرف خدا کی خوشنودی کے لئے قدم اٹھائے اور اپنے عمل کو ہر قسم کی بالادستی سے پاک کرے۔۔ خود کو پاک و منزہ نہ جانے، ممکن ہے جو شخص اس خطا کا مرتکب ہوا ہے، کچھ پسندیدہ صفات کا

---

[1] تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۴۷۶، م ۳.

[2] تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۴۷۰، م ۴

[3] تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۴۸۱ م ۱۱ و ۱۲.

(ز۔یہ مسئلہ آیت اللہ گلپائیگانی کے توضیح المسائل میں نہیں آیا ہے.بھی مالک ہو اور محبت الٰہی کا حقدار قرار پائے اور خود امربالمعروف کرنے والے کا عمل غضب الٰہی کا سبب بنے[۱]۔(ا)

سبق: ۳۷ کا خلاصہ

ا۔ ''معروف'' وہی واجبات ومستحبات ہیں اور ''منکر'' وہی محرمات ومکروہات ہیں۔

۲۔ امربالمعروف ونہی عن المنکر واجب کفائی ہے۔

۳۔ امربالمعروف ونہی عن المنکر کے شرائط حسب ذیل ہیں:۔ امرونہی کرنے والاخود معروف ومنکرکو جانتا ہو۔تاثیر کا احتمال دے۔۔گناہگار گناہ کی تکرار کا ارادہ رکھتا ہو۔۔امرونہی فساد کا سبب نہ ہو۔

۴۔ امربالمعروف اور نہی عن المنکر کے مراحل حسب ذیل ہیں :۔گناہگار کے ساتھ دوستی اور رفت وآمدنہ کی جائے۔۔ زبانی امرونہی۔گناہگار کی پٹائی کرنا ۔

۵۔ امربالمعروف ونہی عن المنکر کے شرائط،مراحل اور مواقع کویاد کرنااور سیکھنا واجب ہے۔

٦۔ اگر گناہ کو روکنے کے لئے امرونہی کی تکرار ضروری ہوتو،تکرار واجب ہے۔

۷۔ حاکم شرع کی اجازت کے بغیر گناہگار کوزخمی کرنا یا اسے قتل کرنا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ منکر ایسے امور میں سے ہو کہ اسلام میں اس کی بہت زیادہ اہمیت ہو۔

---

[۱] تحریر الوسیلہ،ج ا،ص ۴۸۱،م ۱۴۔

سوالات؟

۱۔ معروف و منکر میں سے ہر ایک کی پانچ مثالیں بیان کیجئے؟

۲۔ کس صورت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے؟

۳۔ اگر کوئی کسی گانے کو سن رہا ہو اور ہم نہیں جانتے وہ غنا ہے یا نہیں ؟تو کیا اس کو منع کرنا اجب ہے یا نہیں ؟اور کیوں ؟

۴۔اگر کسی کو نجس لباس کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا جائے تو کیا واجب ہے کہ اسے کہا جائے؟ کیوں؟

۵۔ کیا ایک ایسی دوکان سے چیزیں خرید نا جائز ہے جس کا مالک نماز نہ پڑھتا ہو؟

٦۔ گناہ گار کو کس صورت میں زخمی کرنا جائز ہے، دو مثال سے واضح کیجئے؟

سبق نمبر۳۸

جہاداور دفاع

چونکہ خورشید اسلام کے طلوع ہونے کے بعد تمام مکاتب ومذاہب ؛باطل، منسوخ اور ناقابل قبول قرار پائے ہیں لہذا تمام انسانوں کو دین اسلام کے پروگرام کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہونا چاہئے،اگر چہ وہ اسے تحقیق اور آگاہی کے ساتھ قبول کرنے میں آزاد ہیں۔ پیغمبر اکرم ﷺ اور آپ کے جانشینوں نے ابتداء میں اسلام کے نجات بخش پروگراموں کی لوگوں کے لئے وضاحت فرمائی اور انھیں اس دین کو قبول کرنے کی دعوت دی اور جو اسلام کے پروگراموں اور احکام سے روگردانی کریں، وہ غضب الٰہی اور مسلمانوں کی شمشیر قہر سے دوچار ہوں گے۔ اسلام کی ترقی کے لئے کوشش اور اس کو قبول کرنے سے انکار کرنے والوں سے مقابلہ کو ''جہاد'' کہتے ہیں۔

اسلام کی ترقی کے لئے اس قسم کا اقدام ایک خاص ٹیکنیک اور طریقہ کار کا حامل ہے اور یہ صرف پیغمبر اکرم ﷺ اور آپ کے جانشینوں۔ (جو ہر قسم کی لغزش اور خطاء سے مبرّا ہیں)کے ذریعہ ہی ممکن ہے اور معصومین علیہم السلام کے زمانہ سے مخصوص ہے ا ورہمارے زمانہ میں کہ امام معصوم کی غیبت کا دورہے، واجب نہیں ہے لیکن دشمنوں سے مقابلہ کی دوسری قسم کانام دفاع'' ہے ۔یہ سبق امام خمینی کے فتاویٰ سے مرتب کیا گیا ہے۔

تمام مسلمانوں کا مسلم حق ہے کہ ہر زمان ومکان میں دنیا کی کسی بھی جگہ میں اگر دشمنوں کے حملہ کا نشانہ بنیں یا ان کا مذہب خطرہ میں پڑے تو اپنی جان اور دین کے تحفظ کے لئے دشمنوں سے لڑیں اورانہیں نابود کردیں۔ ہم اس سبق میں اس واجب الٰہی یعنی ''دفاع'' کے احکام واقسام سے آشنا ہوں گے۔

اسلام اور اسلامی ممالک کا دفاع: ۔اگر دشمن اسلامی ممالک پر حملہ کرے ۔ ۔یا مسلمانوں کے اقصادی یا عسکری ذرائع پر تسلط جمانے کی منصوبہ بندی کرے ۔ ۔یا اسلامی ممالک پر سیاسی تسلط جمانے کی منصوبہ بندی کرے ۔ ۔ تو تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ ہر ممکن صورت میں، دشمنوں کے حملہ کے مقابلے میں کھڑے ہوجائیں اور ان کے منصوبوں کی مخالفت کریں[۱]۔

جان اور ذاتی حقوق کا دفاع: ا۔ مسلمانوں کی جان اور ان کا مال محترم ہے،اگر کسی نے ایک مسلمان، یا اس سے وابستہ افراد، جیسے، بیٹے، بیٹی، باپ ، ماں اور بھائی پر حملہ کیا تو دفاع کرنا اور اس حملہ کو روکنا واجب ہے،اگرچہ یہ عمل حملہ آورکوقتل کرنے پر تمام ہوجائے[۲]۔

۔ اگر چور کسی کے مال کو چرانے کے لئے حملہ کردے، دفاع کرنا اور اس حملہ کو روکنا واجب ہے[۳]

۳۔ اگر کوئی نامحرموں پر نگاہ کرنے کے لئے دوسروں کے گھروں میں جھانکے تو اسے اس کام سے روکنا واجب ہے، اگرچہ اس کی پٹائی بھی کرنا پڑے[۴]۔

عسکری تربیت: عصر حاضر میں دنیا نے عسکری میدان میں کافی ترقی کی ہے اور اسلام کے دشمن جدید ترین اسلحہ سے لیس ہوچکے ہیں ، اسلام اور اسلامی ممالک کا دفاع،جدید عسکری طریقوں کی تربیت حاصل کئے بغیر ممکن نہیں ہے ، چونکہ فوجی تربیت حاصل کرنا

---

[۱] تحریر الوسیلہ، ج ا، ص ۴۸۵

[۲] تحریر الوسیلہ، ج ا، ص ۴۸۷۔ ۴۸۸۲

[۳] تحریر الوسیلہ، ج ا، ص ۴۸۷۔ ۴۸۸

[۴] تحریر الوسیلہ، ج ص ۴۹۲، م ۳۰

واجب ہے، جو اس ٹریننگ کی قدرت وصلاحیت رکھتے ہوں اور اسلام اور اسلامی ممالک کے دفاع کے لئے محاذ جنگ پر ان کے حضور کا احتمال ہوتو فوجی ٹریننگ ان کے لئے واجب ہے[1]۔

اسلامی ممالک کا دفاع اور دشمنوں کے حملوں کے مقابلے میں ان کا تحفظ صرف جنگ کے ایام سے ہی مخصوص نہیں ہے، بلکہ ہر حالت میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد دشمن کے احتمالی حملے کو روکنے کے لئے پوری فوجی تیاری کے ساتھ ملک کی سرحدوں پر چوکس رہے اور کچھ لوگ اندرونی دشمنوں اور بدکاروں سے مقابلہ کرنے کے لئے بھی آمادہ ہوں۔ اس لئے ان تمام توانا افراد پر لازم ہے کہ اپنی زندگی کے ایک حصہ کو اس مقدس فوجی خدمات انجام دینے کیلئے وقف کریں۔

سبق ۳۸: کا خلاصہ

۱۔ اسلام کی ترقی اور اسلامی ممالک کو وسعت بخشنے کے لئے جہاد معصوم علیہ السلام کے دور سے مخصوص ہے۔

۲۔ ہر زمانے میں دفاع واجب ہے اور یہ عصرِ معصومؑ سے مخصوص نہیں ہے۔

۳۔ دفاع کی دو قسمیں ہیں: ۔اسلام اور اسلامی ممالک کا دفاع ۔ ۔جان اور ذاتی حقوق کا دفاع۔

۴۔ اگر دشمن اسلامی ملک پر حملہ کرے یا اس پر حملہ کرنے کا منصوبہ رکھتا ہو، تو تمام مسلمانوں ر دفاع کرنا واجب ہے۔

۵۔اگر کوئی کسی انسان یا اس کے اعزہ پر حملہ آور ہوجائے تو، دفاع کرنا واجب ہے۔

٦۔ مال کا دفاع بھی واجب ہے۔

استفتاء[1]

۷۔ اگر کوئی شخص نامحرم کو دیکھنے کے لئے کسی کے گھر میں جھانکے تو اسے اس کام سے روکنا واجب ہے۔

۸۔ جو افراد فوجی ٹریننگ کی توانائی رکھتے ہوں اور محاذ جنگ پر ان کے وجود کا احتمال بھی ہو تو ایسے افراد کے لئے اسلامی ممالک کے دفاع کیلئے فوجی ٹریننگ لازم ہے۔

سوالات؟

۱۔ ''جہاد'' اور ''دفاع'' میں کیا فرق ہے۔؟

۲۔ دفاع کی قسمیں بیان کیجئے اور ہر ایک کے لئے ایک مثال بیان کیجئے؟

۳۔ کس صورت میں چور کے ساتھ مقابلہ واجب ہے؟

۴۔ فوجی ٹریننگ کن لوگوں پر واجب ہے؟

سبق نمبر۳۹

خرید و فروخت

واجب خرید وفروخت:چونکہ اسلام میں بے کاری اور کاہلی کی مذمت ہوئی ہے،لہٰذا زندگی کے اخراجات کو حاصل کرنے کے لئے تلاش وکوشش کرنا واجب ہے۔جو لوگ خرید وفروخت کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے اپنے اخراجات پورے نہ کر سکیں،یعنی ان کی آمدنی اسی ایک طریقہ پر منحصر ہو اور کوئی دوسرا طریقہ ان کے لئے ممکن نہ ہو،تو ان پر واجب ہے خرید وفروخت سے ہی اپنی زندگی کے اخراجات پورا کریں تاکہ کسی کے محتاج نہ رہیں![1]

مستحب خرید وفروخت

اپنے اہل وعیال کے اخراجات کو وسعت بخشنے اور دیگر مسلمانوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے خرید وفروخت کرنا مستحب ہے۔ مثلاً جو کسان کھیتی باڑی کرکے اپنا خرچہ پورا کرتا ہے،اگر فراغت اور فرصت کے وقت خرید وفروخت کا کام بھی انجام دے تاکہ اس طریقے سے محتاجوں کی مدد کر سکے،تو ثواب ہے[2]۔

حرام خرید وفروخت

۱۔ نجاسات کی خرید وفروخت،جیسے مردار۔

۲۔ ایسی چیزوں کی خرید وفروخت، جن کے معمولی منافع حرام ہیں، جیسے قمار بازی کے آلات۔

---

[1] توضیح المسائل، مسئلہ ۲۰۵۳

[2] توضیح المسائل، مسئلہ ۲۰۵۳

۳۔ قماربازی یا چوری سے حاصل شدہ چیزوں کی خرید و فروخت۔

۴۔ گمراہ کنندہ کتابوں کی خرید و فروخت

۵۔ کھوٹے سکوں کی خرید و فروخت۔

۶۔ اسلام کے دشمنوں کے ہاتھ ایسی چیزیں فروخت کرنا جو مسلمانوں کے خلاف دشمنوں کی تقویت کا سبب بنیں[۱]۔

۷۔ اسلام کے دشمنوں کے ہاتھ اسلحہ بیچنا جو دشمنوں کے لئے مسلمانوں کے خلاف تقویت کا سبب بنیں۔ ز۔

حرام ۔ خرید و فروخت کے اور بھی موارد ہیں لیکن مبتلابہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کے بیان سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ ز۔ نمبر ۴ سے ۷ تک تمام مراجع کے رسالوں میں موجود نہیں ہے۔

مکروہ خرید و فروخت

۱۔ ذلیل لوگوں سے لین دین کرنا ۔

۲۔ صبح کی اذان اور سورج چڑھنے کے درمیان لین دین کرنا ۔

۳۔ ایک ایسی چیز خریدنے کے لئے اقدام کرنا جسے کوئی دوسرا شخص خریدنا چاہتا تھا ۔

---

[۱] تحریر الوسیلہ، ج ۱ ص ۴۹۲ تا ۴۹۸ توضیح المسائل، م ۲۰۵۵

خرید و فروخت کے آداب

مستحبات: ۔خریداروں کے درمیان قیمت میں فرق نہ کیا جائے۔ ۔اجناس کی قیمت میں سختی نہ کی جائے۔ ۔جب لین دین کرنے والوں میں سے ایک طرف پشیمان ہوکر معاملہ کو توڑنا چاہئے تو اس کی درخواست منظور کی جائے[1]۔ (۲)

مکروہات: ۔مال کی تعریف کرنا۔ ۔خریدار کو برا بھلا کہنا۔ ۔لین دین میں سچی قسم کھانا (جھوٹی قسم کھانا حرام ہے)۔لین دین کے لئے سب سے پہلے بازار میں داخل ہونا اور سب سے آخر میں بازار سے باہر نکلنا۔ ۔تولنے اورنا پنے سے بخوبی آگاہ نہ ہونے کے باوجود مال کو تولنا یاناپنا۔

۔معاملہ طے پانے کے بعد قیمت میں کمی کی درخواست کرنا[2]۔

خرید وفروخت کے احکام

۱۔ گھر یا کسی اور چیز کو حرام کاموں کے استعمال کے لئے بیچنا یا کرایہ پر دینا حرام ہے[3]۔

۲۔ گمراہ کرنے والی کتابوں کا لین دین، تحفظ، لکھنا، اور پڑھانا حرام ہے۔ زلیکن اگر یہ کام ایک صحیح مقصد کے پیش نظر، جیسے اعتراضات کا جواب دینے کے لئے انجام پائے تو کوئی حرج نہیں ہے[4]۔

---

[1] توضیح المسائل، مسئلہ ۲۰۵۱

[2] تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۵۰۱

[3] تحریر الوسیلہ، ج۱،ص ۴۹۶ م ۱۰۔ توضیح المسائل ۲۰۶۹

[4] تحریر الوسیلہ، ج۱،ص ۳۹۸ م ۱۵

۳۔بیچنے والی چیز کو کسی گھٹیا یا کم قیمت والی چیز کے ساتھ ملانا، حرام ہے۔ جیسے عمدہ میوے ڈبہ کی اوپر والی تہہ میں رکھنا اور اس کی نچلی تہہ میں گھٹیا میوے رکھنا اسے اچھے میووں کے عنوان سے بیچنا یا دودھ میں پانی ملا کر بیچنا[1]۔

۴۔ وقف کیا گیا مال نہیں بیچا جاسکتا ہے، مگر یہ کہ یہ مال خراب ہو رہا ہو اور استعمال کے قابل نہ رہا ہو، جیسے مسجد کا فرش مسجد میں استعمال کے قابل نہ رہا ہو[2]۔

۵۔کرایہ پر دئے گئے مکان یا کسی اور چیز کو بیچنے میں کوئی مشکل نہیں ہے لیکن کرایہ پر دی گئی مدت.

ز۔ (گلپائیگانی)اگر گمراہ کرنے کا سبب بنے تو حرام ہے (حاشیہ وسیلہ نجات)تمام مراجع کے رسالوں میںیہ مسئلہ موجود نہیں ہے.

زز۔ (اراکی) متولی اور حاکم کی اجازت سے اسے بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مسئلہ ۲۱۲۰)کے دوران اس سے استفادہ کرنا اسی کا حق ہے جس نے اسے کرایہ پر لیا ہے[3]۔

۶۔ لین دین میں خرید و فروخت ہونے والے مال کی خصوصیات معلوم ہونی چاہئے، لیکن ان خصوصیات کا جاننا ضروری نہیں ہے جن کے کہنے یا نہ کہنے سے اس مال کے بارے میں لوگوں کی رغبت پر کوئی اثر نہ پڑے[4]۔

---

[1] تحریر الوسیلہ، ج۱، ص۴۹۹، توضیح المسائل،۲۰۵۵.

تحریر الوسیلہ، ج۱، ص۵۱۶، الرابع، توضیح المسائل، م۲۰۹۴

[2] تحریر الوسیلہ، ج۱، ص۵۱۶، الرابع، توضیح المسائل، م۲۰۹۴

[3] توضیح المسائل، م۴۰۹۶

[4] توضیح المسائل، م۲۰۹۰

۷۔ دو ہم جنس چیزوں کی خرید وفروخت جو وزن کرکے یا پیمانے سے بیچی جاتی ہوں، اس سے زیادہ لینا ''سود'' اور حرام ہے۔ مثلاً ایک ٹن گندم دیکر ایک ٹن اور ۲۰۰ کیلو گرام واپس لے لیا جائے۔ اسی طرح کوئی چیز یا پیسے کسی کو قرض دیئے جائیں اور ایک مدت کے بعد اس سے زیادہ لے لیں، مثلاً دس ہزار روپیہ بعنوان قرض دیدیں اور ایک سال کے بعد اس سے بارہ ہزار روپیہ لے لیں[۱]۔ (۳)

معاملہ کو توڑنا: بعض مواقع پر بیچنے والا یا خریدار معاملہ کو ختم کرسکتا ہے، ان میں سے بعض موارد حسب ذیل ہیں: ۔ خریدار یا بیچنے والے میں سے کسی ایک نے دھوکہ کھایا ہو۔

۔ معاملہ طے کرتے وقت آپس میں توافق کیا ہوکہ طرفین میں سے ہر کسی کو حق ہوگا کہ ایک خاص مدت تک معاملہ کو توڑ دیں، مثلا یہ طے کیا ہو کہ طرفین میں سے جو بھی اس معاملہ پر پشیمان ہوجائے تین دن تک معاملہ کو توڑ سکتا ہے ۔ ۔ خریدا ہوا مال عیب دار ہو اور معاملہ کے بعد عیب کے بارے میں پتہ چلے۔ ۔بیچنے والے نے مال بیچتے وقت اس کی کچھ خصوصیات بیان کی ہوں لیکن بعد میں اس کے برعکس ثابت ہوجائے، مثلا کہے کہ یہ کاپی ۲۰۰ صفحات کی ہے بعد میں معلوم ہو جائے کہ اس سے کم تھی

اگر معاملہ طے ہونے کے بعد مال کا عیب معلوم ہوجائے تو فوراً معاملہ توڑنا چاہئے اگر ایسا نہ کرے تو بعد میں معاملہ کو توڑنے کا حق نہیں رکھتا

---

[۱] توضیح المسائل، م ۲۰۷۲و۲۲۸۳ وتحریر الوسیلہ، ج۱، ص ۵۳۶

سبق ۳۹ کا خلاصہ

۱۔اگر زندگی کے اخراجات حاصل کرنے کے لئے خرید وفرخت کے علاوہ کوئی اور امکان نہ ہو تو خرید فروخت واجب ہے۔

۲۔بعض مواقع پر خرید و فروخت حرام ہے،ایسے چند مواقع حسب ذیل ہیں: نجاسات کا لین دین،جیسے مردار ۔گمراہ کنندہ کتابوں کا لین دین ۔دشمنان اسلام کو ایسی چیز بیچنا جو ان کی تقویت کا سبب بنے ۔دشمنان اسلام کے ہاتھ اسلحہ بیچنا ۔

۳۔بعض مواقع پر خرید وفروخت مستحب ہے اور بعض مواقع پر مکرو ہ ہے ۔

۴۔مستحب ہے کہ بیچنے والا قیمت کے بارے میں گاہکوں کے درمیان فرق نہ کرے ،مال کی قیمت پر سختی نہ کرے اور معاملہ توڑنے کی درخواست کو قبول کرے ۔

۵۔مال کی تعریفیں کرنا ،معاملہ میں سچی قسم کھانا اور اسی طرح معاملہ کے بعد قیمت کم کرنے کی درخواست کرنا مکروہ ہے

ز۔(گلپائیگانی)اگر مسئلہ کو نہیں جانتا ، تو جب بھی آگاہ ہوجائے معاملہ کو توڑسکتا ہے ۔(خوئی)ضروری نہیں ہے کہ معاملہ کو فورا توڑدے بلکہ بعد میں بھی معاملہ کو توڑنے کا حق رکھتا ہے

۶۔حرام کام کے استفادہ کے لئے گھر کو بیچنا یا کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے ۔

۷۔گمراہ کن کتابوں کی خرید وفروخت ،تالیف، تحفظ ،تدریس اور مطالعہ حرام ہے،مگر یہ کہ مقصد صحیح ہو۔

۸۔موقوفہ مال کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

۹۔بیچنے والی چیز کو کم قیمت یا گھٹیا چیز سے ملانا جائز نہیں ہے ۔

۱۰۔معاملہ میں مال کی خصوصیات معلوم ہونی چا ہئے ۔

۱۱۔معاملہ اور قرض کے لین دین میں سود حرام ہے ۔

۱۲۔اگر بیچنے والے یا خریدار نے معاملہ میں دھوکہ کھایا ہو تو وہ معاملہ کو توڑ سکتے ہیں ۔

۱۳۔اگر بیچا ہوا مال عیب دار ہو اور خریدار معاملہ انجام پانے کے بعد متوجہ ہو جائے تو معاملہ کو توڑ سکتا ہے.

سوالات؟

۱۔ خرید و خروخت کس حالت میں مستحب ہے۔؟

۲۔ شطرنج تاش اور سنتور کی خرید و فروخت کا کیا حکم ہے؟

۳۔ حرام خرید و فروخت کے پانچ موارد بیان کیجئے.

۴۔ معاملہ میں قسم کھانے کا کیا حکم ہے؟

۵ ۔ مکان کو ایسے انقلاب مخالفین کے ہاتھ کرایہ پر دینے کا کیا حکم ہے جو اسلامی جمہوری کے خلاف سرگرم عمل رہتے ہیں ؟

۶۔ سود کی وضاحت کرکے اس کی تین مثالیں بیان کیجئے؟

سبق نمبر۴۰

کرایہ، قرض اور امانتداری

کرایہ: اگر اجارہ پر دینے والا، متأجر سے کہے : ''میں نے اپنی ملکیت تجھے کرایہ پر دیدی'' اور وہ جواب میں کہے: ''میں نے قبول کیا'' تو اجارہ صحیح ہے، حتیٰ اگر کچھ نہ کہے اور صاحب مال اجارہ پر دینے کی نیت سے مال کو متاجر کے حوالے کردے اور وہ بھی اجارہ کے قصد سے اسے لے لے، تو اجارہ صحیح ہے، مثلاً گھر کی چابی اسے دیدے اور وہ اسے لے لے![1]

اجارہ پر دئیے جانے والے مال کے شرائط

اجارہ پر دی جانیوالی چیز کے کچھ شرائط ہونے چاہئے، ان میں سے چند حسب ذیل ہیں: ۔وہ مال معین اور مشخص ہو، لہٰذا اگر کوئی شخص (مشخص کرنے کے بغیر) کہے : ''اس گھر کے کمروں میں سے ایک کمرہ کو تجھے اجارہ پر دیتا ہوں ''تو اجارہ صحیح نہیں ہے۔

۔متاجر کو مال دیکھنا چاہئے یا اس مال کی خصوصیات کو اس کے لئے ایسے بیان کیا جائے کہ پوری طرح معلوم ہوجائے۔ مال ان چیزوں میں سے نہ ہوکہ استعمال کرنے سے اصل مال نابود ہوجائے، لہٰذا روٹی، میوہ اور دیگر کھانے پینے کی چیزوں کو اجارہ پر دینا صحیح نہیں ہے[2]۔

---

[1] توضیح المسائل، م ۲۱۷۷

[2] توضیح المسائل، م ۲۱۸۴

کرایہ کے احکام

۱۔ اجارہ میں مال کے استفادہ کی مدت معین ہونی چاہئے، مثلاً کہا جائے: ''ایک سال '' یا ''ایک ماہ''[۱]

۲۔ اگر مال کا مالک، اجارہ پر دی جانیوالی چیز کو متاجر کے حوالے کرے، اگر چہ متاجر اسے اپنے قبضے میں نہ لے یا قبضے میں لے لے مگر اجارہ کی مدت تمام ہونے تک اس سے استفادہ نہ کرے تو بھی اسے اجارہ کی رقم ادا کرنی ہوگی[۲]۔

۳۔ اگر کوئی شخص کسی مزدور کو ایک خاص دن کے لئے کام پر معین کرے، مثال کے طور پر اس مزدور کی ذمہ داری یہ ہوکہ اینٹوں یا چونے وغیرہ کو باہر سے اٹھا کر بلڈنگ کے اندر لے جائے، اور یہ مزدور کام پر حاضر ہوجائے، اگر اس کے بعد اس کو کوئی کام نہ دیا جائے، مثلاً بلڈنگ کے اندر لے جانے کیلئے اینٹیں نہ ہوں، تو بھی اس کی مزدوری اسے دینی چاہئے[۳]۔

۴۔ اگر کوئی صنعت گر کسی چیز کو لینے کے بعد اسے ضائع کردے ،تو اسے اس نقصان کی تلافی کرنی چاہیئے، مثال کے طور پر ایک مکینک گاڑی کو کوئی نقصان پہنچائے[۴]۔ز

۵۔ اگر کوئی شخص کسی گھر، دکان یا کمرہ کو اجارہ پر لے اور اس کا مالک یہ شرط لگائے کہ صرف وہز۔یہ مسئلہ حضرت آیت اللہ اراکی کے رسالہ میں نہیں ہے۔ خود اس سے استفادہ کرسکتا ہے تو متاجر کو حق نہیں ہے کسی اور کو اسے اجارہ پر دیدے۔

---

[۱] توضیح المسائل، م ۲۱۸۷

[۲] توضیح المسائل، م ۲۱۹۶

[۳] توضیح المسائل، م ۲۱۹۷

[۴] توضیح المسائل، م ۲۲۰۰

قرض

قرض دینا مستحب ہے جس کے بارے میں قرآن واحادیث میں بہت تاکید کی گئی ہے اور قرض دینے والے کو قیامت کے دن اس کا بہت زیادہ صلہ ملے گا۔

قرض کی قسمیں

۱۔ مدت دار: یعنی قرض دیتے وقت معین ہو کہ قرض لینے والا کس وقت قرض کو ادا کرے گا۔

۲۔ بغیر مدت: وہ ہے جس میں قرض ادا کرنے کی تاریخ معین نہ ہو۔

قرض کے احکام

۱۔ اگر قرض معین مدت والا ہو تو قرض خواہ مدت تمام ہونے سے پہلے طلب نہیں کر سکتا ہے[۱]۔

۲۔ اگر قرض معین مدت والا نہ ہو تو قرض خواہ کسی بھی وقت طلب کر سکتا ہے[۲]۔

۳۔ قرض خواہ کے طلب کرنے پر اگر قرض دار اسے ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہو تو۔ فوراً ادا کرنا اہئے، تاخیر کی صورت میں گناہ گار ہے[۳]۔

---

[۱] توضیح المسائل، م۲۲۷۵

[۲] توضیح المسائل، م ۲۲۷۵

[۳] توضیح المسائل م۲۲۷۶

۴۔ اگر کوئی شخص کسی کو کچھ پیسے دے اور شرط کرے کہ ایک مدت کے بعد، مثلاً ایک سال کے بعد اس سے بیشتر پیسے وصول کرے گا تو وہ سود اور حرام ہے، مثلاً ایک لاکھ روپیہ دے کر یہ شرط کرے کہ ایک سال کے بعد اس سے ایک لاکھ بیس ہزار وپیہ وصول کرے گا[1]۔

ز ۔ (تمام مراجع)احتیاط واجب کے طور پر مسئلہ ۲۲۸۹)

امانت داری

اگر انسان اپنا مال کسی کو دیدے اور کہے: یہ تمہارے پاس امانت رہے، اور وہ بھی قبول کرلے تو اسے امانت داری کے احکام پر عمل کرنا چاہئے[2]۔

امانت داری کے احکام

۱۔ جو شخص امانت کا تحفظ نہ کر سکے، اسے احتیاط واجب زکی بنا پر امانت کو قبول نہیں کرنا چاہئے[3]۔

۲۔ جو شخص کسی چیز کو امانت کے طور پر رکھتا ہے جب بھی چاہے اسے واپس لے سکتا ہے، او رجو امانت قبول کرتا ہے، وہ جب بھی چاہے اسے صاحب امانت کو واپس کرسکتا ہے[4]۔

---

[1] توضیح المسائل م۲۲۸۸

[2] توضیح المسائل م۲۳۲۷

[3] توضیح المسائل م۲۲۳۰

[4] توضیح المسائل م۲۳۳۲

۳۔ جو شخص امانت قبول کرتا ہے، اگر اسے رکھنے کے لئے اس کے پاس کوئی مناسب جگہ نہ ہو، تو اسے اس امانت کے لئے مناسب جگہ مہیا کرنا چاہئے، مثلاً اگر پیسے ہیں اور گھر میں ان کی حفاظت نہیں کرسکتا تو انھیں بینک میں رکھے[۱]۔

۴۔ امانتدار کو امانت کا ایسا تحفظ کرنا چاہئے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ اس نے امانت میں خیانت اور اس کے تحفظ میں کوتاہی کی ہے[۲]۔

۵۔ اگر لوگوں کی امانت ضائع ہوجائے:الف: اگر امین نے اس کی رکھوالی اور حفاظت میں کوتاہی کی ہوتو اسکی تلافی کرنا ضروری ہے۔

ب۔ اگر اس کے تحفظ میں کوتاہی نہ کی ہو اور اتفاقاً وہ مال ضائع ہوجائے، مثلاً سیلاب آجائے تو امانت دار ضامن نہیں ہے، اور اسکی تلافی بھی ضروری نہیں ہے[۳]۔

ز۔ (اراکی) قبول کرنا جائز نہیں ہے (گلپائیگانی) جائز نہیں ہے قبول کرے مگر یہ کہ صاحب مال سے کہہ دے کہ امانت کا تحفظ نہیں کرسکتا ہے۔ (م ۲۳۳۹)

سبق:۴۰ کا خلاصہ

۱۔ اجارہ پر دیا جانے والا مال مشخص و معین ہو اور متاجر اسے دیکھے یا اس کی خصوصیات کو جان لے۔

۲۔ کسی ایسی چیز کو اجارہ پر دینا صحیح نہیں ہے جس کو استعمال کرنے سے اصل مال نابود ہوجائے، جیسے کھانے پینے کی چیزیں۔

---

[۱] توضیح المسائل، م ۲۳۳۴

[۲] توضیح المسائل، م ۲۳۳۵

[۳] توضیح المسائل، م ۲۳۳۵

۳۔ اجارہ میں مال کے استفادہ کی مدت معین ہونی چاہئے۔

۴۔ جب صاحب مال اجارہ پر دینے والی چیز کو متاجر کے حوالے کرے، تو متاجر کو اس کی اجرت ادا کرنی چاہئے،اگرچہ اس مال سے استفادہ بھی نہ کرے۔

۵۔ اگر اجارہ میں شرط ہو کہ اس مال سے صرف خود متاجر استفادہ کرسکتاہے تو وہ کسی دوسرے کو وہ مال اجارہ پر نہیں دے سکتاہے۔

۶۔ مدت دار قرض میں قرض خواہ مدت تمام ہونے سے پہلے قرض دار سے طلب نہیں کرسکتا ہے۔

۷۔ اگر قرض مدت دار نہ ہو تو قرض خواہ کسی بھی وقت قرض دار سے طلب کرسکتاہے۔

۸۔ اگر قرض خواہ، اپنا قرض واپس لینا چاہے اور قرض دار اسے ادا کرسکتا ہوتو اس میں تاخیر جائز نہیں ہے۔

۹۔ قرض پر سود لینا حرام ہے۔

۱۰۔ جو شخص امانت داری نہ کرسکتا ہو، احتیاط واجب کی بناپر اسے امانت کو قبول نہیں کرنا چاہیئے۔

۱۱۔ صاحب مال جب بھی چاہے،امانت دار سے اپنا مال لے سکتاہے۔

۱۲۔ اگر امانت دار، لوگوں کے مال کے تحفظ میں کوتاہی کرے اور مال ضائع ہوجائے یا اسے نقصان پہنچے، تو وہ ضامن ہے۔

سوالات؟

۱۔ قابل اجارہ اور نا قابل اجارہ مال کی پانچ پانچ مثالیں بیان کیجئے۔

۲۔ ایک معمار ایک مزدور کو ۲۵ روپیہ روزانہ مزدوری پر لے گیا ،اگر بلڈنگ پر پہنچنے کے بعد معلوم ہو جائے کہ وہاں پر پانی نہیں ہے ،کیا مزدور کو کسی اجرت کے بغیر جواب دے سکتا ہے؟

۳۔ قرض کی مختلف قسموں کی وضاحت کرکے ہر ایک کی مثال بیان کیجئے.

۴۔ قرض میں سود کی صورت کی وضاحت کرتے ہوئے مثال دیجئے۔

۵۔ اگر کسی کی امانت چوری ہوجائے تو امانت دار کی ذمہ داری کیا ہے؟

۶۔ قرض اور امانت میں کیا فرق ہے؟

سبق نمبر۴۱

عاریت، صدقہ، پیدا شدہ اشیاء

عاریت

عاریت: یعنی انسان اپنا مال کسی کو دیدے تاکہ وہ اس سے استفادہ کرے اور اس کے مقابلہ میں کوئی چیزاس سے نہ لے، مثلاً کوئی شخص اپنی سائیکل کسی کودیدے تاکہ وہ گھر تک چلا جائے[۱]۔

۲۔ جو شخص کسی چیز کو عاریت کے طور پر لے تو اسے اس کی رکھوالی کرنی چاہئے۔

۳۔ عاریت پر لیا گیا مال اگر ضائع ہوجائے یا عیب دار ہوجائے تو: الف: اگر اس کے تحفظ میں کوتاہی اور استفادہ کرنے میں زیادہ روی نہ کی ہو تو ضامن نہیں ہے۔

ب۔ اگر اس کے تحفظ میں کوتاہی اور استفادہ کرنے میں زیادہ روی کی ہو تو اس کی تلافی کرنی چاہئے[۲]۔

۴۔ اگر پہلے سے شرط لگائی گئی ہو کہ مال پر ہر قسم کے نقصان کی صورت میں عاریت پر لینے والا ضامن ہوگا، تو اس کے نقصان کی تلافی کرنی چاہئیے[۳]۔

---

[۱] توضیح المسائل، م ۲۳۴۴

[۲] توضیح المسائل، م ۲۳۴۴

[۳] توضیح المسائل، م ۲۳۴۴

صدقہ

زصدقہ ایک مستحب کام ہے، اس کے بارے میں قرآن مجید کی آیات اور معصومین علیہم السلام کی روایات میں بہت تاکید ہوئی ہے اور اس کے لئے بے شمار ثواب ہے، یہاں تک کہا گیا ہے:

صدقہ دنیا میں رونما ہونے والے حوادث اور اچانک موت کے لئے رکاوٹ ہے اور آخرت میں گناہان کبیرہ سے پاک کرتا ہے اور قیامت کے حساب وکتاب کو آسان بناتا ہے''۔اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر ذیل میں اس سے متعلق چند احکام کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

صدقہ کے احکام

۱۔ صدقہ دیتے وقت انسان کو قصد قربت کرنا چاہئے، یعنی صرف خدا کے لئے ادا کرے اور اس میں کسی قسم کی ریا اور خودنمائی نہیں ہونی چاہئے[1]۔

۲۔صدقہ کو واپس لینا جائز نہیں ہے[2]۔

۳۔ صدقہ سید پر بھی حلال ہے، اگرچہ غیر سید کی زکات سید پر حرام ہے[3]۔

۴۔ اس کافر کو صدقہ دینا جائز ہے جو مسلمانوں کے ساتھ حالت جنگ میں نہ ہو اور پیغمبر یا ائمہ علیہم السلام کو برا بھلا نہ کہتا ہو[4]۔

---

[1] تحریر الوسیلہ، ج ۲، ص ۹۰، م ۱

[2] تحریر الوسیلہ، ج ۲، ص ۹۰، م ۲

[3] تحریر الوسیلہ، ج ۲، ص ۹۱ م ۳

[4] تحریر الوسیلہ، ج ۲، ص ۹۱، م ۵

۵۔ بہتر ہے صدقہ پوشیدہ صورت میں دیا جائے، مگر یہ کہ اعلانیہ طریقہ سے دوسروں کی حوصلہ ز۔ صدقہ کے احکام تحریر الوسیلہ سے نقل کئے گئے ہیں۔ افزائی ہوجائے، لیکن زکات اعلانیہ طور پر دینی چاہئے[۲]۔

۶۔ بھیک مانگنا اور بھکاری کوواپس کر دینا (اسے کچھ نہ دینا)مکروہ ہے[۳]۔

گم شدہ چیزوں کا اٹھانا

۱۔پڑی ہوئی کسی چیز کو اٹھانا مکروہ ہے۔

۲۔ اگرکوئی شخص کسی چیز کو پائے لیکن اسے نہ اٹھائے تو اس پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

۳۔ اگرکوئی شخص کسی چیز کو پائے اور اسے اٹھالے تو اس کے حسب ذیل خاص احکام ہیں:

الف: اگر صاحب مال کا کوئی پتہ معلوم نہ ہوتو احتیاط واجب ہے اسے صاحب مال کی طرف سے صدقہ دیدے۔

ب: اگر پتہ معلوم ہوتو:۱۔ اس کی قیمت چاندی کے سکوں کے ۱۲،۶ عدد چنوں کے دانوں سے کم ترہو: (۳)اگر مالک مشخص و معلوم ہوتو اسے پہنچانا چاہئے۔ اگر مالک معلوم نہ ہوتو اسے اپنے لئے اٹھا سکتا ہے۔

---

[۲] تحریر الوسیلہ، ج ۲، ص ۹۱، م ۶

[۳] تحریر الوسیلہ، ج ۲، ص ۹۲، م ۹۔ ۱۰

۲۔ اگر اس کی قیمت چاندی کے سکوں کے ۱۲،۶ عدد چنوں کے دانوں کے برابر ہو، تو ایک سال تک اس کے بارے میں اعلان کردے، اگر مالک مل جائے تو اسے دیدے اور اگر نہ مل سکے تو اسے ۔ اپنے لئے رکھ سکتا ہے۔ ۔مالک کے ملنے تک اپنے پاس محفوظ رکھ سکتا ہے۔ احتیاط مستحب ہے کہ اسے مالک کی طرف سے صدقہ دیدے[۱]۔

۴۔ مال کے مالک کا پتہ کرنے کے لئے،ایک ہفتہ تک روزانہ ایک بار اس کے بعد ایک سال تک ہفتہ میں ایک بار نماز جماعت یا بازار میں جہاں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے اعلان کرے[۲]۔

۵۔احتیاط واجب کی بناء پر فوراً اعلان کرے اور اس میں تاخیر نہ کرے[۳]۔

۶۔ اگر جانتا ہو کہ اعلان کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے نیز اس کی تلاش کرنے سے ناامید ہو تو اعلان کرنا ضروری نہیں ہے[۴]۔

۷۔ اگر کوئی بچہ کسی مال کو پائے تو اس کے سرپرست (باپ یا دادا) کو اس کا اعلان کرنا چاہئے[۵]۔

---

[۱] توضیح المسائل، م۲۵۶۴ تا ۲۵۶۸

[۲] تحریر الوسیلہ، ج ۲، ص۲۲۸، م۱۹ و ۳۱

[۵] تحریر الوسیلہ، ج ۲، ص ۲۲۶، م۹

[۶] تحریر الوسیلہ، ج ۲، ص ۲۲۶، م۱۳

[۷] توضیح المسائل، م ۲۵۷۱

جوتے کا گم ہونا: اگر کسی شخص کا جوتے گم ہوجائیں لیکن اس کی جگہ پر کوئی دوسرے جوتے رہ گئے ہوں تو مسئلہ کی چند صورتیں ہیں:

ا۔ جانتا ہوکہ کھوئے ہوئے جوتے کی جگہ پر رکھے گئے جوتے اسی کے ہیں جس نے اس کے ز۔ (گلپایگانی) ضروری نہیں ہے ہر روز اعلان کرے بلکہ اگر ایک سال تک ایسے کہے کہ لوگ کہیں اعلان کیا گیا ہے تو کافی ہے۔

زز (خوئی) اس کا ولی اعلان کرسکتا اس کے بعد اسے اٹھالے اور مالک کی طرف سے صدقہ دیدے (اراکی) احتیاط واجب کی بنا پر اس کا سرپرست اعلان کرے مسئلہ ۲۵۸۵ جوتے لئے ہیں، تو اس صورت میں مالک کی تلاش سے ناامید ہویا اس کی تلاش مشکل ہو تو اسے اپنے جوتے کے بدلے میں اٹھا سکتا ہے البتہ اگر اس جوتے کی قیمت اپنے جوتے سے زیادہ ہو اور مالک کو تلاش کرنے سے ناامید ہوجائے تو حاکم شرع کی اجازت سے اسے صدقہ دیدے۔

۲۔ احتمال دے کہ رکھا ہوا جوتا اس شخص کا نہیں ہے جس نے اس کا جوتا لیا ہے، اگر اس جوتے کو اٹھالے تو جوتے کے مالک کو تلاش کرنا ضروری ہے زاور اگر اس کو تلاش کرنے میں نا امید ہوجائے تو اس کی طرف سے کسی فقیر کو صدقہ دیدے (لیکن بہتر ہے اسے نہ اٹھائے)

درس: ۱۴۱ کا خلاصہ

ا۔عاریت پر لینے والی چیز کا تحفظ کرنا چاہئے

۲۔ اگر عاریت پر لئے گئے مال کی رکھوالی میں لینے والا کوتاہی کرے اور مال کو نقصان پہنچے یا ضائع ہوجائے تو وہ ضامن ہے۔

۳۔ مستحب صدقہ سید پر بھی حلال ہے، اگرچہ غیر سید کی زکات سید پر حرام ہے۔

۴۔ صدقہ کو پوشیدہ دینا بہتر ہے، مگر یہ کہ دوسروں کی حوصلہ افزائی کرنا مقصود ہو۔

۵ ۔ بھیک مانگنا اور بھکاری کو جواب دینا، دونوں چیزیں مکروہ ہیں

٦۔ کسی پائی گئی چیز کو اٹھانا مکروہ ہے۔

۷۔ اگر کوئی شخص کسی چیز کو پانے کے بعد اٹھالے تو اسے مالک تک پہنچانا چاہئے۔

۸ ۔ اگر کوئی شخص کسی چیز کو پا نے کے بعد اٹھالے اور اس کی قیمت ایک درہم سے کم ہوتو اسے اپنے استعمال میں لاسکتا ہے۔توضیح المسائل، م ۲۵۸۱ ز۔ مل جانے والے مال کا حکم رکھتا ہے۔

۹ ۔ اگر پائی گئی چیز کی قیمت ایک درہم سے زیادہ ہو اور کوئی ایسی علامت موجود ہو کہ اس کے مطابق مالک مل سکتا ہے تو ایک سال تک اس کا اعلان کرے۔

۱۰۔ اگر جانتا ہو کہ اعلان کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے یا مالک کو تلاش کرنے سے ناامید ہو، تو اس صورت میں اعلان کرنا لازم نہیں ہے۔

۱۱۔ اگر نابالغ بچہ کسی چیز کو پائے تو اس کے سرپرست کو اس کا اعلان کرنا چاہئے۔

۱۲۔ اگر کسی کا جوتا کسی نے لے لیا ہو اور وہ جان لے کہ اس کی جگہ پر چھوڑا گیا جوتا اُسی کا ہے جس نے اس کا جوتا لے لیا ہے، تو اس جوتے کو اپنے جوتے کی جگہ پر استعمال کرسکتا ہے۔

سوالات؟

ا۔عاریہ کی وضاحت کریں اور بتائیں کے امانت اور عاریہ میں کیا فرق ہے؟

۲۔ اگر عاریہ پر لی ہوئی چیز میں نقصان ہو جائے چاہے عاریہ لینے والے نے اس کی حفاظت میں کوتاہی بھی نہ کی ہو تو کس صورت میں عاریہ لینے والا ضامن ہے؟

۳۔ صدقہ واپس لینے کا کیا حکم ہے؟

۴۔ زلزلہ سے متاثر غیر مسلم کو صدقہ دینے کا کیا حکم ہے؟

۵۔ اگر مدرسہ میں کوئی کتاب پڑی مل جائے تو وظیفہ کیا ہے؟

سبق نمبر ۴۲

کھانا اورپینا

خداوندکریم نے انسان کے اختیار میں حسین فطرت، تمام حیوانات، میوے اور مختلف سبزیاں وغیرہ قرار دی ہیں تاکہ وہ ان سے کھانے، پینے، پوشاک، رہائش اور اپنی دیگر تمام ضروریات میں استفادہ کرے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی خداوند متعال نے انسان کے جان کے تحفظ، جسم وروح کی سلامتی، نسل کی بقا اور دیگر لوگوں کے حقوق کے احترام کے لئے قوانین وضوابط مقرر فرمائے ہیں کہ اس سبق میں کھانے پینے سے متعلق حسب ذیل چند کی وضاحت کرتے ہیں:

خوراک کے احکام(۱)نباتاتی غذائیں:تمام میوے اور سبزیاں حلال ہیں، مگر یہ کہ ان میں سے کوئی چیزبدن کے لئے مضر ہو۔حیوانی غذائیں: تحریر الوسیلہ، ج۱، ص،۱۵۶ ،م۵ز۔بکری بھی ایک قسم کی بھیڑشمار ہوتی ہے .زز۔بھینس بھی ایک قسم کی گائے ہے اور حلال گوشت ہے

چند مسائل

۱۔ تمام درندے حیوانات، حرام گوشت ہیں،اگرچہ قدرت ودرندگی کے لحاظ سے لومڑی کی طرح کمزور ہوں۔

۲۔ خرگوش کا گوشت کھانا حرام ہے۔

۳۔ تمام قسم کے کیڑے حرام ہیں[۱]۔

---

[۱] تحریر الوسیلہ، ج۱،ص ۱۵۷،م۶

پرندے

:درج ذیل پرندے حلال گوشت ہیں:۔ کبوتروں کی تمام قسمیں (فاختہ بھی کبوتر کی ایک قسم ہے)۔چڑیوں کی تمام قسمیں (بلبل بھی ایک قسم کی چڑیاہے)۔ مرغی اور مرغا۔

درج ذیل پرندے حرام گوشت ہیں:۔ چمگادڑ۔ مور۔کوا (زاغ بھی ایک قسم کا کواہے)۔عقاب جیسے چنگل رکھنے والے تمام پرندے[1]۔

چند مسائل

۱۔ہدہدزاور ابابیل کا گوشت کھانا مکروہ ہے

ز ۔ (گلپائیگانی) احتیاط واجب ہے کہ ہد ہد کا گوشت کھانے سے اجتناب کیا جائے (مسئلہ ۲٦۳۳)

۲۔ حلال گوشت پرندوں کے انڈے حلال اور حرام گوشت پرندوں کے انڈے حرام ہیں[2]۔

۳۔ ٹڈی حلال گوشتپرندوں میں سے ہے[3]۔

سمندری جانور

۱۔ سمندری جانوروں میں صرف فلسدار (چھلکے والی) مچھلی اور بعض پرندے حلال گوشت ہیں۔

۲۔ جھینگا،جو دراصل ایک سمندری ٹڈی ہےاور پرندوں میں شمار ہوتا ہے، حلال گوشت ہے[1]۔

---

[1] تحریر الوسیلہ،ج۱،ص ۱۵٦،م٦

[2] تحریر الوسیلہ،ج ۲،ص ۱۵۸،م۱۲

[3] توضیح المسائل،م ۲٦۲۲

چند مسائل

۱۔ مٹی کھانا حرام ہے[1]

۲۔ بیماری سے شفا پانے کے لئے تھوڑی سی خاک شفا کھانا مشکل نہیں ہے[2]۔

۳۔ نجس چیز کا کھانا اور پینا حرام[3]۔

۴۔ جو چیز انسان کے لئے مضر ہو اس کا کھانا حرام ہے، زمثلاً ایک بیمار کے لئے اگر چربی دار غذا کھانا مضر ہو تو اس کے لئے اس کا کھانا حرام ہے[4]۔

۵۔ چوپائے حیوانات کے خصیے کھانا حرام ہے[5]۔

٦۔ شراب اور ہر مست کرنے والی سیّال چیز کا پینا حرام ہے[6]۔

ز۔ (خوئی) ایک ایسی چیز کا کھانا جو موت کا سبب ہو یا کلی طور پر انسان کے لئے مضر ہو حرام ہے، بھوک یا پیاس سے جان بہ لب مسلمان کو کھانا اور پانی دے کر موت سے نجات دلانا ہر مسلمان پر واجب ہے[7]

---

[1] تحریر الوسیلہ ج ۲، ص ۱۵۵، م ۱

[2] تحریر الوسیلہ ج ۲، ص ۱٦۴، م ۷

[3] توضیح المسائل، م ۲۱۲۸

[4] توضیح المسائل، م ۱۴۱

[5] توضیح المسائل، م ۲٦۳۰

[6] توضیح المسائل، م ۲٦۲٦

[7] توضیح المسائل، م ۲٦۳۵

کھانا کھانے کے آداب

مستحبات: ا۔کھانا کھانے سے پہلے اور اس کے بعد ہاتھ دھونا ۔

۲۔کھانا کھانے کی ابتداء میں ''بسم اللہ ''اور آخر پر ''الحمد للہ ''کہنا ۔

۳۔دائیں ہاتھ سے کھانا ۔

۴۔چھوٹے چھوٹے لقمے اٹھانا ۔۵

۔کھانے کو اچھی طرح چبانا ۔

۶۔پھلوں کو کھانے سے پہلے دھونا ۔

۷۔ اگر چند لوگ دستر خوان پر بیٹھے ہوں تو ہر ایک اپنے سامنے سے غذا اٹھاکے کھائے۔

۸ ۔ میزبان سب سے پہلے کھانا کھانا شروع کرے اور سب سے آخر میں کھانے سے ہاتھ کھینچے[۱]۔

مکروہات

ا۔ سیر ہونے کے باوجود کھانا کھانا ۔

۲۔پیٹ بھر کے کھانا (زیادہ کھانا)

۳۔کھانا کھاتے وقت دوسروں کے چہرے پر نگاہ ڈالنا ۔

---

[۱]توضیح المسائل، م ۲۶۳۶

۴۔ گرم کھانا کھانا۔

۵۔ کھانا کھاتے وقت اس پر پھونک مارنا۔

۶۔ روٹی کو چاقو سے ٹکڑے کرنا۔

۷۔ کھانا کھانے کے برتن کے نیچے روٹی رکھنا۔

۸۔ پھل کو پوری طرح کھانے سے پہلے پھینک دینا۔

پانی پینے کے آداب

مستحبات:۱۔ دن کو کھڑے ہو کر پانی پینا۔

۲۔ پانی پینے کی ابتداء میں ''بسم اللہ'' اور آخر پر ''الحمد للہ'' کہنا۔

۳۔ پانی کو تین بار رک رک کے پینا۔

۴۔ پانی پینے کے بعد امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے خاندان و اصحاب پر درود بھیجنا اور آپؑ کے قاتلوں پر لعنت کرنا۔

مکروہات:۱۔ زیادہ پینا۔ ۲۔ چربی دار غذا کے بعد پانی پینا۔ ۳۔ بائیں ہاتھ سے پانی پینا۔ ۴۔ رات کو کھڑے ہو کر پانی پینا۔

درس: ۴۲ کا خلاصہ

۱۔ پالتوں حیوانوں میں بھیڑ، گائے اور اونٹ کا گوشت حلال ہے اور گھوڑے، خچر اور گدھے کا گوشت مکروہ ہے اور کتے، بلی اور دیگر تمام حرام گوشت حیوانوں کا گوشت حرام ہے ۔

۲۔ جنگلی حیوانوں میں ہرن، گائے، کوہستانی بکری اور جنگلی گدھے کا گوشت حلال ہے۔

۳۔ بھیڑیئے اور شیر جیسے تمام درندے حرام گوشت ہیں۔

۴۔ خرگوش کا گوشت کھانا حرام ہے۔

۵۔ ہر قسم کے کیڑے حرام ہیں۔

۶۔ پرندوں میں کبوتر، چڑیوں کی تمام قسمیں اور مرغی و مرغے حلال گوشت ہیں۔

۷۔ چمگادڑ، مور، کوے اور چنگل دار پرندے حرام گوشت ہیں۔

۸۔ سمندری جانوروں میں صرف فلس دار مچھلی اور چند آبی پرندے حلال گوشت ہیں۔

۹۔ جھینگا حلال گوشت ہے۔

۱۰۔ مٹی کھانا حرام ہے۔

۱۱۔ نجس غذا کھانا حرام ہے۔

۱۲۔ جو چیز انسان کے لئے مضر ہو اس کا کھانا حرام ہے۔

۱۳۔ بھوک یا پیاس کی وجہ سے جاں بلب مسلمان کو کھانا اور پانی دے کر موت سے نجات دلانا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

۱۴۔ کھانے اور پینے کے کچھ آداب ہیں ان کی رعایت کرنا بدن کی تندرستی اور اُخروی ثواب کا سبب بنتا ہے۔

سوالات ؟

۱۔ پالتو چار پاؤں میں کون سے حیوانات حرام گوشت ہیں؟

۲۔ خرگوش کا گوشت کھانا کیسا ہے؟

۳۔ درج ذیل حیوانات حلال گوشت ہیں یا حرام گوشت؟

کوا، گدھا، سانپ،چیونٹی، گائے ،بلی،چوہا ، بھینس۔

۴۔ کبوتر، کوے اور چڑیا کے انڈے اور بھیڑ کے خصیوں کا کیا حکم ہے؟

۵۔ سیگریٹ پینے کا کیا حکم ہے؟

۶۔ کھانا کھانے کے مستحبات اور مکروہات کے پانچ مورد بیان کیجئے؟

سبق نمبر۴۳

نظر اور ازدواج کرنا

نظر:خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت بینائی ہے،انسان کو چاہئے کہ اس عظیم نعمت سے اپنے اور اپنے ہم جنسوں کی ترقی وکمال کی راہ میں استفادہ کرے اور نامحرموں پر نظر ڈالنے سے پرہیز کرے ۔ نظام قدرت اور اس کی خوبصورتی کو دیکھنے میں اگر دوسروں کی حق تلفی نہ ہوتو کوئی حرج نہیں ہے ۔ لیکن دوسروں پر نظر ڈالنے اور اپنے آپ کو نامحرموں کی نگاہ سے بچانے کے سلسلے میں کچھ خاص احکام ہیں کہ ان میں بعض کے بارے میں ہم اس سبق میں ذکر کریں گے ۔

محرم ونامحرم

محرم وہ ہے جس کے ساتھ ازدواج کرنا حرام ہے اور دوسروں پر نظر ڈالنے میں جوپابندیاں ہیں وہ محرم کے بارے میں نہیں ہیں:

وہ افراد جو لڑکوں اور مردوں کے لئے محرم ہیں

۱۔ ماں، دادی اور نانی۔ ۲۔بیٹی اور اولاد کی بیٹی۔۳۔ بہن ۔۴۔ بہن کی بیٹی۔ ۵۔بھائی کی بیٹی۔۶۔ پھوپھی(اپنی پھوپھی اور ماں اور باپ کی پھوپھیاں)۷۔ خالہ (اپنی خالہ اور ماں اور باپ کی خالہ[1])

مذکورہ افراد نسبی قرابت کی وجہ سے آپس میں محرم ہیں اور ایک اور گروہ ازدواج کی وجہ سے لڑکوں اور مردوں پر محرم ہوتے ہیں جو حسب ذیل ہیں:۱۔ ساس اور اس کی ماں ۔ ۲۔بیوی کی بیٹی، اگرچہ دوسرے شوہر سے ہو۔۳۔ باپ کی بیوی (سوتیلی ماں)۴۔ بہو(بیٹے کی بیوی[1])

---

[1] تحریر الوسیلہ، ج۲،ص۲۶۳۔ ۲۶۴

مذکورہ عورتوں کے علاوہ تمام عورتیں نامحرم ہیں، حتی بھائی کی بیوی اور بیوی کی بہن بھی نامحرم ہیں، اگرچہ بیوی کی بہن کے ساتھ اس وقت تک ازدواج کرنا حرام ہے جب تک اس کی بہن عقد میں ہو، یعنی دو بہنوں کے ساتھ دونوں کی زندگی میں ازدواج کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر پہلی بہن مرجائے یا اسے طلاق دیدی جائے تو دوسری بہن کے ساتھ ازدواج کرسکتا ہے۔[۲]

دوسروں پر نظر ڈالنا

۱۔ میاں بیوی ایک دوسرے کے بدن کے تمام اعضاء کو دیکھ سکتے ہیں اگرچہ لذت کے لئے بھی ہو[۳]۔

۲۔ میاں بیوی کے علاوہ ہر انسان کا دوسرے انسان پر لذت کی غرض سے نگاہ کرنا حرام ہے، خواہ یہ ہم جنس ہوں مرد کا مرد پر نگاہ یا غیر ہم جنس، جیسے مرد کا عورت پر نگاہ کرنا، اور خواہ محرم ہوں یا نامحرم۔ بدن کے ہر عضو پر اس طرح کی نگاہ کرنا حرام ہے[۴]۔

۳۔ عورت کے بدن پر مرد کی نظر اگر لذت کی غرض سے نہ ہو تو اس کے حسب ذیل کچھ خاص احکام ہیں۔ جو احکام مردوں کے لئے بیان کئے جاتے ہیں ان میں لڑکے شامل ہیں اور جو احکام عورتوں کے لئے بیان کئے جاتے ہیں ان میں لڑکیاں بھی شامل ہیں۔

زز۔ (گلپائیگانی) چہرہ اور ہاتھوں پر نگاہ کرنا حرام ہے، (خوئی) احتیاط واجب ہے کہ چہرہ اور ہاتھوں پر بھی نگاہ نہ کی جائے۔ (م ۲۴۴۲)

---

[۱] تحریر الوسیلہ، ج۲، ص ۲۷۷، م۱

[۲] تحریر الوسیلہ، ج۲، ص ۲۸۰، م۱۵

[۳] تحریر الوسیلہ، ج۲، ص ۲۴۳، م ۱۵۔ ۱۹

[۴] تحریر الوسیلہ، ج۲، ص ۲۴۳، م ۱۵۔ ۱۹

ازدواج

جو بیوی کے نہ ہونے کی وجہ سے حرام کا مرتکب ہوجائے، مثلاً نا محرم پر نگاہ کرے، تو اس پر ازدواج کرنا واجب ہے[1]۔

شائستہ شریک حیات: انسان کے لئے سزاوار ہے کہ شریک حیات کے انتخاب میں اس کی صفات کا خیال رکھے اور صرف خوبصورتی اور مال پر اکتفا نہ کرے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر مبارک کے مطابق ایک شائستہ شریک حیات کی بعض خصوصیات حسب ذیل ہیں:۔ محبت والی ہو۔۔پاک دامن اور پارسا ہو۔۔اپنے خاندان میں عزیز ہو۔۔ اپنے شوہر کے تئیں متواضع ہو۔۔صرف اپنے شوہر کے لئے زینت اور سجاوٹ کرے۔۔ اپنے شوہر کی اطاعت کرے[2]۔ (۲)

ناشائستہ شریک حیات: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں ناشائستہ شریک حیات کی بعض صفات حسب ذیل بیان ہوئی ہیں:۔ اپنے خاندان میں ذلیل ہو۔ حاسد اور کینہ ور ہو۔۔بے تقویٰ ہو۔۔دوسروں کے لئے جاوٹ کرے۔۔اپنے شوہر کی فرماں بردار نہ ہو[3]۔

---

[1] توضیح المسائل، م ۲۴۴۳

[2] تحریر الوسیلہ، ج ۲، ص ۲۳۷

[3] تحریر الوسیلہ، ج ۲، ص ۲۳۷.

عقدازدواج

۱۔ ازدواج میں ایک خاص صیغہ پڑھنا ضروری ہے اور صرف لڑکی اور لڑکے کی رضا مندی کافی نہیں ہے. اس لحاظ سے صیغۂ ازدواج پڑھے جانے تک صرف منگنی محرم ہونے کا سبب نہیں بن سکتا اور صیغۂ ازدواج پڑھنے تک نامحرم ہونے میں تمام عورتوں کے ساتھ کوئی فرق نہیں ہے[1]۔

۲۔ اگر عقدازدواج میں ایک حرف اس طرح غلط پڑھا جائے کہ اس کا معنی بدل جائے تو عقد باطل ہے[2]۔

سبق ۴۳ کا خلاصہ

۱۔ مندرجہ ذیل افراد رشتے کی وجہ سے مرد کے لئے محرم ہیں: ماں، بیٹی، بہن، بہن کی بیٹی، بھائی کی بیٹی، پھوپھی اور خالہ۔

۲۔ مندرجہ ذیل افراد ازدواج کی وجہ سے مرد پر محرم ہوتے ہیں: بیوی، ساس، بیوی کی بیٹی، باپ کی بیوی، بہو۔

۳۔ بیوی کی بہن نامحرم ہے، اگرچہ جب تک اس کی بہن عقد میں ہے اس وقت تک اس کے ساتھ ازدواج کرنا جائز نہیں ہے

۴۔ میاں بیوی کے علاوہ ہر انسان کا ایک دوسرے انسان کے بدن کے کسی بھی عضوپر لذت کی غرض سے نگاہ کرنا حرام ہے۔

۵۔ مرد، محرم عورتوں کی شرم گاہ کے علاوہ ان کے بدن کے کسی بھی عضوپر بدون قصد لذت نگاہ کرسکتا ہے۔

۶۔ مرد، نامحرم عورتوں کے چہرہ اور ہاتھوں پر بدون لذت نگاہ کر سکتا ہے۔

۷۔ نامحرم عورت کے تمام اعضاء پر نگاہ کرنا حرام ہے۔

---

[1] توضیح المسائل، م ۲۶۶۳

[2] توضیح المسائل، م ۲۳۷۱

۸۔ اگر انسان ازدواج نہ کرنے کے سبب گناہ کا مرتکب ہورہا ہو تو اس پر ازدواج کرنا واجب ہے۔

۹۔ ازدواج میں ایک خاص صیغہ پڑھنا ضروری ہے صرف دو طرفہ رضا مندی کافی نہیں ہے۔

سوالات؟

۱۔ ازدواج کے ذریعہ کون سے لوگ ایک دوسرے کے محرم ہوجاتے ہیں؟

۲۔ کون کون سی عورتیں مردوں کے لئے محرم ہیں؟

۳۔ پھوپھی اور خالہ کے بال دیکھنے کا کیا حکم ہے؟

۴۔ چچی، ممانی کے بدن پر نگاہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

۵۔ کیا ازدواج کرنا واجب؟

سبق نمبر ۴۴

مسجد، قرآن مجید اور سلام کرنے کے احکام

مسجد کے احکام

مسجد کے سلسلے میں،درج ذیل امور حرام ہیں: ۔ مسجد کو سونے سے سجانا ۔ز۔ مسجد کو بیچنا، اگرچہ خراب ہی کیوں نہ ہو۔ ۔ مسجد کو نجس کرنااور اگر مسجد نجس ہوجائے اسے فوراً پاک کرنا چاہئے۔ ۔ مسجد سے مٹی اور ریت اٹھالے جانا، مگریہ کہ اضافی ہو۔ ۔

مسجد کے سلسلے میں درج ذیل امور مستحب ہیں: ۔سب سے پہلے مسجد جانا اور آخر میں مسجد سے باہر آنا ۔ ۔مسجد کے چراغ روشن کرنا ۔ ۔مسجد کی صفائی کرنا ۔

ز۔ (گلپائیگانی) احتیاط واجب ہے کہ سجاوٹ نہ کرے (خوئی) احتیاط مستحب ہے(حاشیہ عروۃ الوثقی) ۔مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دائیں پاؤں کو مسجد میں رکھنا ۔ ۔ مسجد سے باہر آتے وقت پہلے، بائیں پاؤں کو مسجد سے باہر رکھنا ۔ ۔ تحیت مسجد کی دورکعت مستحبی نماز پڑھنا ۔ ۔خوشبو لگانا اور مسجد میں جاتے وقت بہترین لباس پہننا ۔ ۔

مسجد کے سلسلے میں درج ذیل امور مکروہ ہیں: ۔ مینار کو چھت سے بلند تر بنانا ۔ ۔ نماز پڑھے بغیر مسجد کو محل عبور قرار دینا ۔ ۔لعاب دہن اور ناک چھڑکنا ۔ ۔ اضطرار کے بغیر مسجد میں سونا ۔ اذان کے علاوہ کسی اور وجہ سے مسجد میں آواز یا فریاد بلند کرنا ۔ ۔ مسجد میں خرید وفروخت کرنا ۔ ۔ دنیوی امور پر باتیں کرنا ۔ ۔ لہسن یاپیاز کھاکر مسجد میں جاناکہ اس کی دہن کی بدبو لوگوں کی اذیت کا باعث ہو[1]۔

---

[1] العروۃ الوثقیٰ، ج۱، ص ۴۵۵ و۴۵۶

قرآن مجید کے احکام

۱۔ قرآن مجید ہمیشہ پاک وصاف ہونا چاہئے۔ قرآن مجید کے اوراق اور اسکی تحریر کو نجس کرنا حرام ہے اور اگر نجس ہوجائے تو اسے فوراً پانی سے دھولینا چاہئے[1]۔

۲۔ اگر قرآن مجید کی جلد کا نجس ہونا قرآن کی بے احترامی کا سبب بنے تو اسے پانی سے دھونا چاہئے[2]۔

قرآن مجید کی تحریر کو چھونا

۱۔ بے وضو انسان کے بدن کے کسی حصے کو قرآن مجید کی تحریر سے مس کرنا حرام ہے[3]۔

۲۔ درج ذیل موارد میں وضو کے بغیر قرآن مجید کی تحریر کو مس کرنا حرام ہے قرآن مجید کی تحریر میں آیات وکلمات بلکہ حروف حتیٰ ان کی حرکات میں کوئی فرق نہیں ہے، یعنی یہ سب تحریر میں شمار ہوتے ہیں۔ جس چیز پر قرآن مجید لکھا گیا ہو، جیسے کاغذ، زمین، دیوار، کپڑا وغیرہ، میں کوئی فرق نہیں ہے۔ قرآن مجید کی تحریر میں فرق نہیں ہے کہ یہ قلم سے یا چھپائی، چاک یا کسی اور چیز سے لکھی گئی ہو۔

قرآن مجید کی تحریر اگر قرآن مجید کے علاوہ کسی اور جگہ پر بھی لکھی گئی ہو، اس کو وضو کے بغیر چھونا حرام ہے، بلکہ اس کا ایک کلمہ کسی کاغذ پر ہو یا نصف کلمہ قرآن مجید کے ورق یا کسی کتاب سے جدا ہوا ہو، پھر بھی وضو کے بغیر اسے چھونا حرام ہے۔

---

[1] توضیح المسائل، م ۱۳۵

[2] توضیح المسائل، م ۱۳۶

[3] توضیح المسائل، م ۳۱۷

۳۔ درج ذیل صورت میں چھونا، قرآن مجید کو چھونے میں شمار نہیں ہوتا ہے:۔ شیشہ یا پلاسٹک کے اوپر سے چھونا ۔ ۔قرآن مجید کے اوراق، جلد اور تحریر کے اطراف کو چھونا ۔ (اگر چہ مکروہ ہے)۔ قرآن مجید کے ترجمہ کو چھونا جس زبان میں بھی ہو، لیکن خدا کے نام کو جس زبان میں بھی ہو،حرام ہے، جیسے 'خدا '[1]۔

۴۔ وہ کلمات جو قرآن اور غیر قرآن میں مشترک ہیں،جیسے ''مؤمن'' ''الذین''کو اگر لکھنے والے نے قرآن کے قصد سے لکھا ہوتو بغیر وضو چھونا حرام ہے[2]۔

۵۔ جنابت کی حالت میں قرآن کی تحریر کو چھونا حرام ہے۔

٦۔ جنابت کی حالت میں قرآن مجید کے اُن سوروں کو نہیں پڑھنا چاہئے جن میں سجدے کی آیات ہیں(اس مسئلہ کی تفصیل سبق ۱۰ میں بیان ہوئی ہے[3])

۷۔ انسان مجنب کے لئے قرآن مجید کے سلسلے میں درج ذیل کام مکروہ ہیں:۔ان سوروں میں سے سات آیات سے زیادہ تلاوت کرنا جن میں آیہ سجدہ نہ ہو۔ ۔اپنے بدن کے کسی حصہ سے قرآن مجید کے جلد، حاشیہ اور خطوط کے درمیانی جگہوں کو چھونا۔قرآن مجید کو اپنے ساتھ رکھنا۔

۸۔ قرآن مجید کو اپنے ساتھ رکھنے،پڑھنے،لکھنے اور اس کے حاشیہ کو لمس کرنے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے[4]۔

---

[1] العروۃ الوثقی ج ۱، ص ۱۸۹۔ ۱۹۰

[2] العروۃ الوثقی ج ۱، ص ۱۹

[3] توضیح المسائل،م ۳۵۵.

[4] توضیح المسائل،م ۳۲۲.

سلام کرنے کے احکام

۱۔ دوسروں کو سلام کرنا مستحب ہے، لیکن اس کا جواب دینا واجب ہے[1]۔

۲۔ حالت نماز میں کسی کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

۳۔ اگر کوئی نماز گزار کو سلام کرے، تو اسے جواب دینا چاہئے، لیکن جواب میں ''سلام''کو مقدم قرار دینا چاہئے، مثلا کہے: سلام علیک یا سلام علیکم[2]۔

۴۔ نماز کی حالت میں کسی کو سلام کرنا جائز نہیں ہے[3]۔

۵۔ سلام کا جواب فوراً دینا چاہئے،اگر اس میں تأخیر کرے تو گناہ کا مرتکب ہوجائے گا[4]۔

۶۔ اگر دو آدمی ایک ساتھ ایک دوسرے کو سلام کریں تو ہر ایک پر واجب ہے جواب سلام دیدے[5]۔

۷۔ کافرکو سلام کرنا مکروہ ہے۔ اگراس نے مسلمان کو سلام کیا تو احتیاط واجب ہے کہ اس کے جواب میں کہے'' علیک''یا صرف کہے:'' سلام''

---

[1] العروۃ الوثقی، ج۱، ص۱۵۷، م۳۰

[2] العروۃ الوثقی،ج۱، ص۱۱۷، م۱۷

[3] العروۃ الوثقی،ج۱، ص۱۵ ۱، م۱۵

[4] العروۃ الوثقی،ج۱، ص۷۵۵، م۲۵

[5] العروۃ الوثقی،ج۱، ص۱۶۷، م۳۶.

سلام کے آداب

ا۔ مستحب ہے: ۔ سوار پیادہ کو سلام کرے ۔ ۔ کھڑا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے ۔ ۔ چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو سلام کرے.اس طرح سلام کرے اسی طرح جواب دیا جائے یعنی اگر کہے: ''سلام علیک'' تو وہ بھی جواب میں کہے ''سلام علیک'' (حاشیہ عروۃ الوثقیٰ) ۔ چھوٹا بڑے کو سلام کرے[1] ۔

۲۔ مستحب ہے نماز کی حالت کے علاوہ سلام کا بہتر جواب دیا جائے لہذا اگر کوئی کہے: '' سلام علیکم ''،مستحب ہے جواب میں کہا جائے: ''سلام علیکم ورحمۃ اللہ[2]''

۳۔ مرد کا عورت کو سلام کرنا مکروہ ہے خاص کر جوان عورت کو[3] ۔

درس: ۴۴ کا خلاصہ

ا۔ مسجد کو بیچنا اور سونے سے اس کی سجاوٹ کرنا حرام ہے۔

۲۔ مسجد کو نجس کرنا حرام ہے اوراس کی تطہیر کرنا واجب ہے۔

۳۔ مسجد سے مٹی اور ریت لے جانا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ اضافی ہوں۔

۴۔ قرآن مجید کی لکھائی اوراوراق کو نجس کرنا حرام ہے اور اسے پانی سے دھونا واجب ہے۔

---

[1] العروۃ الوثقیٰ،ج۱، ص۷۱۶،م۳۳

[2] العروۃ الوثقیٰ،ج۲، ص۸۰۴،م۴۱

[3] العروۃ الوثقیٰ،ج۱، ص۷۱۷،م۳۸

۵۔بے وضوانسان کے لئے اپنے بدن کے کسی حصے کو قرآن مجید کی لکھائی سے مس کرنا حرام ہے۔

٦۔ قرآن مجید کی لکھائی کے درج ذیل موارد میں کوئی فرق نہیں ہے:۔ قرآن میں ہو یا غیر قرآن میں ۔ ۔پوری آیت ہو یا ایک کلمہ حتیٰ ایک حرف۔ ۔ قلم سے لکھا گیا ہو یا کسی اور چیز سے۔

۷۔شیشہ یا لاسٹیک کے اوپر سے قرآن کو لمس کرنے میں حرج نہیں ہے۔

۸۔ قرآن مجید کے ترجمہ کو بجز ترجمہ اللہ لمس کرنا حرج نہیں ہے۔

۹۔ دوسروں کو سلام کرنا مستحب ہے لیکن جواب دینا واجب ہے۔

۱۰۔ نماز گزار اور سلام:۔نماز کی حالت میں کسی کو سلام نہیں کرنا چاہئے۔ اگر نماز گزار کو کوئی سلام کرے تو اس کا جواب واجب ہے لیکن جواب میں لفظ ''سلام''کو مقدم قرار دینا چاہئے۔ نماز گزار کو نماز کی حالت میں سلام کرنا مکروہ ہے۔

۱۱۔اگر کسی نے سلام کیا تو فوراً اس کا جواب دینا چاہئے۔

۱۲۔کافر کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

سوالات؟

۱۔ گھر میں نماز پڑھنے کے لئے مسجد سے سجدہ گاہ اٹھالے جانے کا کیا حکم ہے؟

۲۔ مسجد کی صفائی کے سلسلے میں کون سے امور واجب، مستحب اور مکروہ ہیں؟

۳۔ مسجد میں سونا اور مسجد سے عبور کرنے کا کیا حکم ہے؟

۴۔ قرآن مجید کی آیات کو بدن پر لکھنے (گودنے) کا کیا حکم ہے؟

۵۔ قبر کے پتھر پر لکھی ہوئی قرآنی آیات وضو کے بغیر مس کرنے کا کیا حکم ہے؟

۶۔ قرآن مجید کے سلسلے میں کون سے امور حرام ہیں؟

۷۔ نماز کی حالت میں سلام کے جواب کا کیا حکم ہے؟

۸۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ نماز کی حالت میں دوسروں کو کیوں سلام نہیں کرنا چاہئے لیکن دوسروں کے سلام کا جواب دینا چاہئے؟

سبق نمبر ۴۵

غصب، قسم، جھوٹ، غیبت

غصب کی تعریف

غصب سے مراد یہ ہے کہ انسان، ناحق اور ظلم و ستم کے ذریعہ دوسروں کے اموال یا حقوق پر قابض ہو جائے. غصب گناہان کبیرہ میں سے ہے اور اس کا مرتکب شخص قیامت کے دن سخت عذاب میں بتلا ہوگا ۔ جو مسائل تحریر الوسیلہ اور استفتاآت سے لئے گئے ہیں حضرت امام خمینیؒ کے فتوی کے مطابق ہیں ۔

غصب کے احکام

۱۔ غصب کی تمام قسمیں حرام ہیں اور گناہان کبیرہ میں شمار ہوتی ہیں[۱]۔

۲۔ اگر انسان نے کوئی چیز غصب کی ہو، تو علاوہ اس کے کہ اس نے فعل حرام انجام دیا ہے اسے وہ چیز مالک کو واپس کرنی چاہئے اور اگر وہ چیز نابود ہوگئی ہو تو اس کا بدلہ مالک کو دینا چاہئے[۲]۔

۳۔ اگر غصب کی گئی چیز کو خراب کردے تو اس کی مرمت کی قیمت کے ساتھ، اصل چیز مالک کو واپس کرنا چاہئے اور اگر مرمت کے بعد اس چیز کی قیمت گھٹ جائے تو قیمت کا تفاوت بھی ادا کرنا چاہئے[۳]۔

---

[۱] تحریر الوسیلہ ج۲ص۱۷۳م،۱

[۲] تحریر لوسیلہ ج۲ص۱۷۳، م۳

[۳] توضیح المسائل،م ۲۵۵۳

۴۔ اگر غصبی چیز میں ایسی تبدیلی کر دی جائے کہ اس کی قیمت پہلے سے بڑھ جائے جیسے سائیکل کی تعمیر کی گئی ہو اگر مال کا مالک اسی صورت میں اسے واپس کرنے کو کہے تو اسے اسی صورت میں واپس کرنا چاہئے، اور وہ اس کی تعمیر کی اجرت کا تقاضا نہیں کر سکتا ہے اور یہ بھی حق نہیں رکھتا کہ اسے بدل کر مثل سابق بنا دے[۱]۔

قسم کھانا

۱۔ اگر کوئی شخص خدا کے ناموں میں سے ایک جیسے ''خدا'' یا ''اللہ'' کی قسم کھائے کہ کسی کام کو انجام دے گا یا کسی کام کو ترک کرے گا، مثلاً قسم کھائے روزہ رکھے یا سگریٹ پینا ترک کردے گا، تو اس پر عمل کرنا واجب ہے[۲]۔

۲۔ اگر کوئی کھائی گئی قسم پر عمداً عمل نہ کرے، اس کے لئے کفارہ دینا چاہئے اور اس کا کفارہ درج ذیل چیزوں میں سے ایک ہے: ۔ایک غلام کو آزاد کرنا ۔ ۔ دس فقیروں کو پیٹ بھر کے کھانا کھلانا ۔ ۔دس فقیروں کو لباس پہنانا ۔اگر ان میں سے کوئی بھی چیز انجام نہ دے سکے تو تین دن روزہ رکھے[۳]۔

۳۔ قسم کھانے والے کی بات اگر صحیح ہو تو، قسم کھانا مکروہ ہے اور اگر جھوٹ ہو تو حرام ہے اور گناہان کبیرہ میں سے ہے[۴]۔

---

[۱] توضیح المسائل، م ۲۵۵۳

[۲] توضیح المسائل، م ۲۵۵۴

[۳] توضیح المسائل، م ۲۶۷۰ و ۲۶۷۱

[۴] توضیح المسائل، م ۲۶۷۵

جھوٹ بولنا

۱۔ جھوٹ بولنا حرام اور گناہان کبیرہ میں سے ہے[1]۔

۲۔ اگر کوئی مسئلہ انتہائی اہم ہو، جیسے کسی کا قتل ہونا یا خاندان کے نظام کا درہم برہم ہونا تو اسصورت میں ان چیزوں کو روکنے کے لئے جھوٹ بولنے میں اشکال نہیں ہے[2]۔

غیبت کی تعریف

اگر کسی شخص میں کوئی نامناسب صفت پائی جاتی ہو،یا کوئی برا کام انجام دیا ہو اور دوسرے لوگ .س از ۔ گلپائیگانی :تین دن تک سلسل روزے رکھنا چاہئے.سے بے خبر ہوں اور یہ شخص راضی نہ ہوکہ کوئی اس سے آگاہ ہوجائے، تو اس کو اس کی عدم موجودگی میں دوسروں کے سامنے بیان کرنا غیبت ہے[3]۔

---

[1] استفاآت،ج ۲، ص ۶۱۶،س۴

[2] استفتاآت ج ۲،ص۶۱۶

[3] استفاآت، ج ۲،ص ۶۱۸س۹.

غیبت کے احکام

غیبت، کرنے اور سننے والے دونوں کے لئے حرام ہے[۱]۔

۲۔ اگر کسی نے کسی شخص کی غیبت کی ہو تو اسے اپنے گناہوں کی توبہ کرنا چاہئے اور ضروری نہیں ہے اسے کہے[۲]۔

۳۔ اگر کوئی شخص نماز نہیں پڑھتا لیکن اپنے گناہ کو آشکار نہیں کرتا ہے تو اس کی غیبت کرنا جائز نہیں ہے، (اگرچہ اسے امربالمعروف کرنا چاہئے[۳])

داڑھی مڈوانا

۱۔ بلیڈ یا مشین سے داڑھی مڈوانا، احتیاط واجب کی بنا پر حرام ہے۔

سوال: کیا ایک جوان جس کی عمر ۱۸ یا ۱۹ سال ہو داڑھی اُگنے یا بہتر داڑھی اُگنے کے لئے دو تین بار داڑھی مڈوا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: احتیاط واجب کی بناپر داڑھی کو نہیں مڈوانا چاہئے لیکن جب تک داڑھی نہ نکلنے، چہرہ پر بلیڈ چلانا ممنوع نہیں ہے[۴]۔

---

[۱] استفاآت، ج۲ص ۶۱۸، س۹.

[۲] استفاآت، ج۲ص ۶۲۰، س۱۶،۱۵

[۳] استفاآت، ج۲ص ۶۲۰، س۱۸

[۴] استفاآت، ج۲ص ۳۰، س۸۰

سبق ۴۵ کا خلاصہ

۱۔ غصب گناہان کبیرہ میں شمار ہوتا ہے اور اس کا مرتکب قیامت کے دن سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔

۲۔ شخصی اور عمومی اموال و حقوق کو غصب کرنا حرام ہے۔

۳۔ جس نے کوئی چیز غصب کی ہو، اسے مالک کو واپس کرنا چاہئے۔

۴۔ اگر غصب کی گئی چیز کو خراب کرے تو اس سے دوبارہ مرمت کرنے کی اجرت کے ساتھ مالک کو واپس کرنا چاہئے۔

۵۔ اگر کوئی شخص کسی کام کو انجام دینے یا ترک کرنے کے لئے خدا کے ناموں میں سے کسی ایک نام کے ساتھ قسم کھائے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

۶۔ اگر قسم کھانے والا اپنی قسم پر عمل نہ کرے، تو اسے ایک غلام آزاد کرنا یا دس فقیروں کو کھانا کھلانا یا ان کو لباس پہنانا چاہئے اور اگر ان میں سے کسی ایک کو انجام دینے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو تین دن روزہ رکھے۔

۷۔ سچی قسم کھانا مکروہ ہے اور جھوٹی قسم کھانا حرام ہے۔

۸۔ جھوٹ بولنا حرام اور گناہان کبیرہ میں سے ہے۔

۹۔ غیبت کرنا کہنے اور سننے والے دونوں کے لئے گناہ ہے۔

۱۰۔ گناہگار اگر گناہ کو آشکار انجام نہ دیتا ہو تو اس کی غیبت کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۱۔ احتیاط واجب کی بنا پر داڑھی منڈوانا حرام ہے۔

سوالات؟

۱۔ غصب کی وضاحت کرکے حقوق کے غصب کی دو مثالیں بیان کیجئے۔

۲۔ جزئی کام کے لئے کسی کی کوئی چیز اٹھانے، جیسے کسی کا قلم ایک ٹیلفون نمبر لکھنے کے لئے اٹھانے کا کیا حکم ہے؟

۳۔ چاک اور مدرسہ کے تختہ سیاہ کو خطاطی کی مشق کے لئے استعمال کرنا غصب کی کونسی قسم ہے؟

۴۔ غیبت کی تعریف کیجئے؟

۵۔ کیا کسی کے امتحانات کے نمبر کسی اور کو بتانا غیبت شمار ہوتا ہے؟

۶۔ غیبت کرنے والے کی ذمہ داری کیا ہے؟

۷۔ کیا ایک جوان کے چہرے پر تھوڑی سی داڑھی نکلی ہو تو شرم کی وجہ سے اسے مڈوا سکتا ہے یا نہیں ؟

تمت بالخیر -